PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بڑے ہی غیر یقینی سے حالات پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ایک طرف "ٹائم بم" کی فائل لے کر میلے میں چلے جانے والا سندھی سیٹھ رام چندر بدھ سے قبل واپس آنے والا نہیں تھا اور دوسری طرف ایک لاکھ بیس ہزار روپے کے عوض کچھ اہم معلومات فراہم کرنے کے لیے اسی چینی نے رگھوپتی کو منگل کے روز ملنے کے لیے کہا تھا۔ چینی نے ٹیلی فون پر رگھوپتی سے ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ بھی بدھ تک کے لیے ملتوی ہو گیا تھا۔ کیونکہ چیانگ نے سلطانہ بیگم کے گھر کا جو نمبر لکھایا تھا وہ منگل کے روز آؤٹ آف آرڈر تھا۔ اس لیے ملاقات کی جگہ کے بارے میں کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی تھی۔

وجے اور رگھوپتی نے کئی بار ڈائل گھما کر نمبر ملانے کی کوششیں کیں لیکن ہر بار انگیج جیسی ٹون ہی سنائی دیتی رہی۔ تنگ آکر انہوں نے ایکسچینج کے آپریٹر سے مدد مانگی لیکن آپریٹر نے بھی معذوری ظاہر کر دی تھی۔ البتہ آپریٹر نے ان سے یہ ضرور کہا تھا کہ یا تو وہاں کا فون خراب ہے یا پھر گھر والوں نے کریڈل نیچے رکھ دیا ہے۔

رگھوپتی کو اس بات پر یہ شک ہوا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے لیکن وجے نے چونک کر کہہ دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اگر واقعی فون خراب ہے تو اس کا علم جولی کو تو ہونا ہی چاہیے کیونکہ وہ بھی اسی گھر میں رہتی ہے۔"

پھر جب انہوں نے آسٹریلیا ایمبسی کا فون ملا کر جولی سے رابطہ قائم کیا تو دوسری جانب سے جولی نے کہا تھا۔ "میں ایک گھنٹے سے تم لوگوں کو فون کر رہی ہوں یہ بتانے کے لیے کہ سلطانہ بیگم کے گھر کا فون صبح سے خراب ہے۔ وہ صبح کو بار بار بڑبڑا رہی تھی آج ٹیلیفون کا اہم کام تھا اور یہ آج ہی خراب ہو گیا ہے۔ میں نے بھی یہاں سے کوشش کی تھی لیکن ابھی تک فون کی خرابی دور نہیں ہوئی ہے۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جولی کی اس بات سے وجے اور رگھوپتی کو اتنا تو اطمینان ہو گیا کہ واقعی وہاں کا فون خراب ہے اور خود سلطانہ بیگم بھی اس کے لیے فکر مند ہے۔ بس یہی وجہ تھی کہ پرشورام کی گمشدہ فائل کی طرح چیانگ سے ملاقات بھی بدھ کے روز تک ملتوی ہو گئی تھی۔

اور پھر بدھ کے روز شام کے چار بجے جب جولی اپنی ڈیوٹی سے واپس آئی تو رگھوپتی نے فوراً ہی سلطانہ کے گھر کا نمبر ڈائل کر دیا۔ دوسری جانب گھنٹی بج رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی بے چینی کو دیکھ کر ہی جولی اور وجے نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ لائن مل چکی ہے پھر دوسری گھنٹی بجتے ہی دوسری جانب سے اس طرح فون اٹھایا گیا جیسے وہاں بھی بے صبری سے اس کال کا انتظار ہو رہا ہو۔ پھر جیسا کہ ان تینوں نے سوچا تھا ویسا ہی ہوا یعنی دوسری جانب سے ایک عورت کی نسوانی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔"

"اٹ از تھری ایٹ--- فائیو سکس' فور فائیو؟" رگھوپتی نے اپنی تسلی کے لیے پوچھا جب دوسری طرف سے اثبات میں جواب ملا تو رگھوپتی نے کہا۔ "مجھے مسٹر چیانگ نے یہ نمبر دیا تھا۔"

"آپ کون صاحب ہیں؟" دوسری جانب سے اس عورت نے پوچھا۔

"ریگن۔" رگھوپتی نے اس طرح کہا جیسے اسے اس سوال کی توقع پہلے سے تھی لیکن خلاف توقع اس کا اثر اچھا ہی ہوا کیونکہ دوسری جانب سے اس نسوانی آواز نے کہا تھا۔ "ایک منٹ--- میں مسٹر چیانگ کو بلاتی ہوں۔"

یہ سنتے ہی رگھوپتی کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے ریسیور پر اپنا ہاتھ اس طرح رکھ دیا کہ یہاں کی آواز دوسری جانب سنائی نہ دے۔ اس احتیاط کے بعد وہ جولی سے بولا۔ "تمہاری اس سلطانہ کی آواز میں بڑی مٹھاس ہے۔"

جواب میں جولی یہ کہنا چاہتی تھی کہ آواز پر ہی جب یہ حالت ہے تو اسے دیکھ لینے کے بعد تو بے ہوش ہی ہو جاؤ گے۔ وہ بہت خوبصورت ہے مگر عمر میں تم سے ساتھ آٹھ برس بڑی ہے لیکن جولی کو بولنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ دوسری جانب سے چیانگ کی آواز پہچان لینے کے بعد رگھوپتی نے اس سے باتیں کرنا شروع کر دیں

تھیں۔ وہ چیانگ سے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر چیانگ کل میں نے رابطہ قائم کرنے کی بڑی کوشش کی تھی--- ہاں--- ہاں--- خراب تھا۔ خیر اب بتائیے کب اور کہاں؟"

"نہیں--- نہیں---" دوسری جانب سے چیانگ کی بات سننے کے بعد اس نے پھر کہا۔ "میں دہلی کے لیے بالکل ہی اجنبی نہیں ہوں۔" رگھوپتی نے جولی کی طرف دیکھ کر یونہی گپ چھوڑ دی۔ "میں تو پہلے بھی دو چار بار یہاں آ چکا ہوں--- ہاں--- پتا لکھوائیے۔" کہہ کر رگھوپتی بال پین اٹھا کر سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر چیانگ کا بتایا ہوا پتا لکھنے لگا۔ جب وہ لکھ رہا تھا تو جولی اس کی جانب دیکھ کر اثبات میں سرہلاتی جاتی تھی جیسے کہہ رہی ہو۔ "بالکل یہ ہی پتا ہے۔"

"آپ ایک گھنٹے میں اس پتے پر پہنچ جائیں۔" دوسری جانب سے چیانگ نے کہا تو رگھوپتی نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس وقت چار بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ساڑھے پانچ بجے تک آ رہا ہوں۔ باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی--- اچھا---" کہہ کر رگھوپتی نے چند لمحوں تک انتظار کیا اور جب چیانگ نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا تو اس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور لکھا ہوا پتا جولی کو دکھاتے ہوئے بولا۔ "بھلا چیانگ کو کیا خبر کہ اس کے ٹھکانے کا پتا تو ہمارے سامنے ہی بیٹھا ہے؟"

"تو آپ کو اس سے یہ کہنا چاہیے تھا۔" جولی نے ہنستے ہوئے مذاق میں کہا۔ "کہ گھر دکھانے کے لیے سلطانہ بیگم کی پینگ گیسٹ میرے ساتھ ہے۔"

"اب مذاق ختم۔" رگھوپتی چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔ "اب ہمیں آگے سوچنا چاہیے۔"

"ہم دونوں کو سب سے پہلے اس سندھی سیٹھ کو پکڑنا ہے۔" وجے نے کہا۔ "اس کے بعد تمہیں چیانگ سے ملنے جانا ہے۔"

"اور مجھے کیا کرنا ہو گا؟" جولی نے پوچھا۔

"تمہیں؟" جولی کو ساتھ لے جانا کچھ مناسب نہیں لگا تھا اس لیے وجے نے جواب سوچ لیا۔ "تم نیچے جا کر آشا سے باتیں کرو۔ جب سے رگھوپتی یہاں آیا ہے اس وقت سے اس نے اپنا منہ نہیں دکھایا۔ ہم نے اپنا کھانا اوپر منگوایا تو بھی اس نے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ مہمان کو لے کر نیچے آ جاؤ۔" بولتے بولتے وجے ایک پل کے لئے رکا پھر جولی کی طرف دیکھ کر آگے بولا۔ "جولی وہ کہیں نیچے بیٹھ کر فون پر ہماری گفتگو تو نہیں سن چکی ہو گی؟ بہرحال میں جب تک واپس نہیں آ جاتا اس وقت تک تم نیچے جا کر اسے کمپنی دو۔ اور اس کا من پڑھنے کی کوشش کرو۔"

اتنا کہہ کر وہ رگھوپتی کے ساتھ جانے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ جولی نے پیچھے سے مذاق کرنے کے انداز میں کہا۔ "کسی کے من کو پڑھنے کا چشمہ تو میں گھر میں بھول آئی ہوں لیکن پھر بھی تمہارے کہنے پر میں بغیر چشمے کے جتنا پڑھ سکتی ہوں ضرور پڑھ لوں گی۔"

وجے نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور رگھوپتی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ سردار پلمبنگ اسٹور کے سامنے والے فٹ پاتھ پر ٹیکسی رکوا کر رگھوپتی نے دکان کی طرف دیکھا لیکن جب اسے وہاں صادق علی نظر نہیں آیا تو اس نے وجے سے کہا۔ "صادق علی تو دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

"میں حاضر ہوں جناب۔" وجے کے جواب دینے سے قبل ہی صادق علی کی آواز سنائی دی تو رگھوپتی نے چونک کر دیکھا۔ صادق ٹیکسی کے دروازے پر جھکا ہوا ہنس رہا تھا۔ "میں پون گھنٹے سے آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں وہ سندھی سیٹھ دو گھنٹے پہلے آ چکا ہے۔"

"تو اس کا مطلب ہے تم اس سے مل چکے ہو؟" رگھوپتی نے ذرا ناراض لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں منع کیا تھا نا؟"

"صادق علی نے ٹیکسی کا اگلا دروازہ کھول کر ڈرائیور کے برابر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تو اس لیے یہاں آ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ آپ کو دکان میں نہ جانا پڑے۔" اتنا کہہ کر اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو اشارہ کیا اور بولا۔ وہ جو الیکٹرک پول ہے نا--- بس وہاں تک لے چلو۔"

رگھوپتی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ صادق علی کو شاباش دینا چاہتا تھا لیکن شاید کام ہو جانے سے پہلے ایسا کرنا اسے مناسب نہیں لگ رہا تھا اس لیے وہ

خاموش ہی رہا۔ ٹیکسی رکتے ہی انہوں نے رام چندر ردی والے کا بورڈ پڑھ لیا۔ صادق ٹیکسی سے اتر کر ان دونوں کو دکان کی جانب لے گیا۔ دکان کی گدی پر ایک بھاری بھرکم ادھیڑ عمر کا شخص ماتھے پر تلک لگائے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کو اپنے سفر کی داستان سنا رہا تھا اور یہی موٹا تازہ شخص رام چندر ردی والا تھا۔ اس کی نظر جیسے ہی صادق پر پڑی وہ خوش ہو کر بولا۔ "ارے میاں صادق--- آؤ--- آؤ لو یہ اپنے حصے کی مٹھائی کھا لو۔ دیوی جی کے میلے سے لایا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" کہہ کر صادق علی گھٹنوں کے بل سیٹھ جی کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنا منہ آگے بڑھا کر اس کے کان میں بولا۔ "سیٹھ جی میں نے جو فائل آپ کو دی تھی وہ ان لوگوں کی ہے۔"

یہ سنتے ہی رام چندر ردی والے کی گردن ایک جھٹکے سے اونچی ہو گئی اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی نظر آ رہی تھی۔ جسے دیکھتے ہی دونوں کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ رام چندر تھوڑی دیر تک ان دونوں کو نیچے سے اوپر تک گھورتا رہا پھر اچانک ہی پوچھ بیٹھا۔ "آپ دونوں میں سے پرشورام کون ہے؟"

رگھوپتی نے وجے کی طرف دیکھا لیکن اس سے پہلے ہی وجے نے کہہ دیا۔ "میں میں ہی پرشورام ہوں۔"

رام چندر چند لمحوں تک اسے تکتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں یقین اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے وجے اور رگھوپتی کو صحیح اندازہ لگانے میں دشواری ہو رہی تھی۔ دو چار لمحوں میں ہی رام چندر نے کچھ سوچ لیا اور پھر بولا۔ "صادق تم انہیں اندر لے جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔"

وجے اور رگھوپتی نے اس طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ کہیں یہ سندھی سیٹھ کوئی چالاکی تو نہیں کر رہا ہے؟ وہ دونوں صادق علی کے پیچھے اس دکان کے پچھلے حصے میں آ گئے جہاں پرانے اخباروں رسالوں اور ردی کاغذوں کے بنڈل پڑے ہوئے تھے۔ آس پاس کرسی جیسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس لیے صادق علی نے پرانے اخباروں کے دو بنڈلوں کو فرش پر ایک جگہ برابر برابر رکھ دیا اور ان سے بولا۔ "صاحب آپ اس پر بیٹھ جائیں سیٹھ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ابھی آ جائیں گے۔"

دونوں ان بنڈلوں پر بیٹھ گئے تو صادق نے پنکھا چلا دیا اور ٹھیک اسی وقت رام چندر اندر داخل ہو کر بولا۔ "معاف کیجئے گا آپ لوگوں کو اس طرح اندر بیٹھا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے صادق کی طرف دیکھا اور بولا۔ "صادق جاؤ مہمانوں کے لیے کولڈ ڈرنک کا بول دو اور پھر تم باہر ہی بیٹھنا۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ۔" کہہ کر صادق وہاں سے کھسک گیا۔ اس کے جانے کے بعد رام چندر نے اخباروں کا ایک بنڈل ان کے سامنے رکھ دیا اور پھر اس پر بیٹھنے کے بعد بولا۔ "آپ اگر پرشورام ہیں تو یہ صاحب---" اس نے رگھوپتی کی طرف دیکھ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"یہ میرے گہرے دوست ہیں۔" وجے نے نام ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ "اس فائل کے متعلق انہیں سب کچھ معلوم ہے۔"

رام چندر سیٹھ نے باری باری دونوں کو اس طرح دیکھا جیسے کوئی اہم سودا طے کرنا چاہتا ہو۔ "لیکن آپ ہی پرشورام ہیں ایسا تو لگتا نہیں ہے۔" یکایک اس نے وجے کی جانب گردن گھما کر کہا۔

یہ سن کر وجے اور رگھوپتی دونوں ہی چونک پڑے۔ انہیں رام چندر سیٹھ بہت ہی چالاک اور عیار شخص نظر آنے لگا تھا مگر وجے کو تو جواب دینا ہی تھا۔ اس لیے وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن آپ نے ایسا کیسے سمجھ لیا سیٹھ صاحب؟"

"اس تحریر کو پڑھنے کے بعد تو یہی لگا تھا کہ اسے کسی بہت ہی دکھی مصنف نے لکھا ہو گا۔" رام چندر سیٹھ ہنس کر بولا۔

"لیکن مصنفوں کا دکھ ان کے جسم پر نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ہوتا ہے۔" یہ فقرہ کہہ دینے کے بعد وجے کو اپنے آپ پر حیرت سی ہونے لگی کہ اتنی اچھی اور خالص ادبی بات اس نے کس طرح کہہ ڈالی؟" لگتا ہے آپ نے پوری فائل پڑھ لی ہے؟" وجے نے مسکراتے ہوئے آگے کہا۔ "کہئے پڑھتے وقت کہیں بوریت تو محسوس نہیں ہوئی؟"

اس کے اس سوال میں رام چندر سیٹھ کو واقعی کسی ادیب کے تجسّس کی جھلک

محسوس ہوئی تھی اور شاید اسی لیے اس کا شک دور ہو گیا۔ "تو آپ ہی ہیں پرشورام--- صادق علی نے جب وہ فائل مجھے دی تھی تو اس وقت مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس میں اتنا مسالہ بھرا ہوا ہو گا۔ "ٹائم بم" کی سرخی پڑھ کر میں نے سوچا تھا کہ اندر کوئی جاسوسی کہانی ہو گی اس لیے سفر کے وقت اسے ساتھ لے گیا تھا تاکہ راستے میں پڑھوں گا۔ اصل میں جاسوسی کہانیاں پڑھنے کا مجھے شروع ہی سے شوق ہے۔ اس روی میں بھی جب کوئی اچھی کہانی نظر آ جاتی ہے تو پڑھنے بیٹھ جاتا ہوں اور جب تک ختم نہ کر لوں اس وقت تک چین نہیں آتا۔"

ٹھیک اسی وقت کولڈ ڈرنک کی تین بوتلیں لے کر ہوٹل کا ایک لڑکا اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی رام چندر نے ہوشیاری سے بات بدل دی اور ہنستے ہوئے بولا۔ "بس جناب اسی دو مہینے تک دہلی میں شدید گرمی پڑتی ہے۔ ویسے تو آپ کے الہ آباد میں بھی کافی گرمی پڑتی ہے۔"

"لیکن اپنے وطن کی گرمی کے ہم عادی ہوتے ہیں۔" وجے نے یہ بات اس طرح کہہ دی جیسے وہ الہ آباد کا ہی رہنے والا ہو۔ اس فائل کو حاصل کرنے کے لیے وہ بے چین تو تھا ہی لیکن اپنی بے چینی کا وہ اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "سیٹھ صاحب اب مجھے یہ تو بتایئے کہ آپ کو ٹائم بم میں کون سی بات پر زیادہ مزہ آیا؟"

"مزہ کیسا؟ مجھے تو سخت صدمہ ہوا ہے۔" رام چندر نے جواب دیا۔ جسے سن کر وجے ذرا الجھن میں پڑ گیا اور سوچنے لگا کہ اس نے فائل میں لکھی ہوئی کہانی پڑھی تو نہیں ہے لیکن اسے رام چندر پر تو یہی ظاہر کرنا ہو گا کہ وہی اس کہانی کا مصنف ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے کہا۔ "تب تو میری محنت بے کار نہیں گئی' میری تو خواہش بھی یہی تھی کہ اس کہانی کے پڑھنے والے کو ذرا دکھ اور صدمہ پہنچے۔"

"اور تو اور پڑھتے پڑھتے بار بار ذہن میں یہی سوال ابھرتا رہتا ہے کہ ہم جس شخص کو اس قدر عظیم آدمی سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ اندر سے بدکردار اور قابل نفرت بھی ہو سکتا ہے؟ رعایا کو اپدیش دینے والا غریبوں سے ہمدردی جتانے والا اور ان کے حقوق کے لیے لڑنے والا ان سب کاموں کی آڑ میں کتنے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرتا پھرتا ہے اور کوئی اسے روکنے والا ہی نہیں ہے۔" کہہ کر سندھی سیٹھ رام چندر نے ٹھنڈا پانی حلق سے اتارنے کے لیے کولڈ ڈرنک کی بوتل کو منہ لگا لیا مگر اس وقت وجے کے منہ سے نکل گیا۔ "یہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" مگر پھر فوراً ہی اسے سنبھل جانا پڑا کیونکہ اچانک ہی اسے خیال آ گیا کہ اس طرح کے سوالات سے تو اس کا اپنا بھانڈا ہی پھوٹ جائے گا کہ وہ اس کہانی کا مصنف نہیں ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ کچھ پوچھنے کی بجائے چپ چاپ اس کی باتیں سن کر کچھ جان لیا جائے اور پھر آخر میں فائل واپس مانگ لی جائے۔

"ارے مہربان، ایک غریب برہمن خاندان میں پیدا ہونے والا' مصیبتوں اور تکلیفوں میں پڑھ لکھ کر جوان ہونے والا اور جس نے اپنے دل میں اپنے دیش کے لوگوں کی خدمت کا جذبہ لے کر اپنا گھر بار چھوڑ دیا ہو وہ شخص اس قدر بدکردار کیسے بن گیا ہو گا؟ جوان لڑکی کو دیکھ کر اپنے اصول اپنی شرافت اور اپنی حیا شرم کو ایک طرف رکھ کر شکاری کتے کی طرح ان کے پیچھے کیسے پڑ جاتا ہو گا؟" رام چندر کے ایک ایک لفظ پر رگھوپتی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور رام چندر کو جو جو باتیں یاد آتی جا رہی تھیں وہ انہیں دہراتا جا رہا تھا لیکن اسے بھی کوئی سوا سیر مل گیا۔" رام چندر نے ایک پل ٹھہر کر آگے کہا۔ "اس نے ایک لڑکی پر حملہ کیا تو لڑکی کے بھائی کو اس کی خبر ہو گئی۔ دوسرا کوئی ہوتا تو غصے میں اسے قتل کر دیتا لیکن اس نے تو بڑی گہرائی سے اپنا انتقام لیا۔" یہ سن کر رگھوپتی اور وجے دنگ رہ گئے اور رگھوپتی پوچھ بیٹھا۔ "پھر کیا ہوا رام چندر جی؟"

اس کا سوال سن کر رام چندر چونک پڑا اور اس نے شک کی نظروں سے وجے کی جانب دیکھا۔ وجے اس کی نظروں کو دیکھ کر کانپ گیا لیکن فوراً ہی سنبھل کر بولا۔ "رام چندر جی اصل میں میرے اس دوست نے ابھی تک اسے پڑھا نہیں ہے اور میری ایک خاصیت ہے کہ میں اپنی لکھی ہوئی تحریر کسی کو نہیں سناتا۔"

"تمہاری بات درست ہے پرشورام۔" رام چندر نے دھیرے سے کہا۔ "جو مزہ پڑھنے میں ہے وہ سننے میں کہاں ہے؟ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں اس کے ایک واقعے نے تو میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ آدمی

بلندی پر پہنچنے کے لیے کیا اتنی گھٹیا اور ذلیل حرکتیں بھی کر سکتا ہے؟ جیسا کہ دیش کے اس لیڈر نے کیا ہے۔ انتقام لینے والے نے تو اتنا بھیانک انتقام لیا کہ وہ عورتوں کے قابل ہی نہیں رہا لیکن اس کے دل کی شیطانی خواہش اور بھڑک اٹھی اور وہ لڑکیوں کو اپنی ترقی کے لیے زینے کے طور پر استعمال کرنے لگا۔

○

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پہلے تو اس نے اتر پردیش کے وزیر اعلی کو پھنسایا اور لڑکیوں کا نشہ پلا کر وہ خود وزیر بن گیا اس کے بعد اس نے صوبائی وزارت سے نکل کر سینٹرل گورنمنٹ میں آنے کے لیے دہلی پر اپنی نگاہیں جما دیں۔ پھر سینٹرل کے ایک سینئر وزیر کو لڑکیاں سپلائی کر کے اس نے اسے مٹھی میں کر لیا۔ بس پھر کیا تھا؟ اس نے دہلی کی منسٹری پر بھی قدم جما لیے اور اپنے آپ کو اس قدر مضبوط بنا لیا جیسے زندگی بھر کے لیے وزیر بن گیا ہو۔ اس طرح پچیس سال گزر گئے اس درمیان نہ جانے کتنے ہی وزیر آ آ کر چلے گئے لیکن اس کی کرسی اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمی رہی۔"

رام چندر ایک سانس میں اتنی ساری باتیں کہہ کر ہانپنے لگا۔ وہ سانس لینے کے لیے رکا تو وجے کی بے چینی قابو سے باہر ہو گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جلد سے جلد فائل مل جائے تو وہ اس کا نام جان سکتا تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ رام چندر نے اسے ایک اور جھٹکا لگایا۔ "لیکن پرشورام جی آپ نے لوگوں کی پیاس بڑھا کر انہیں پیاسا رکھ دیا۔ پڑھتے پڑھتے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ اس درندہ صفت آدمی کا نام جاننے کے لیے جلدی سے آخری صفحہ دیکھ لوں لیکن چون کہ میں جاسوسی اور سسپنس قسم کی کہانیوں کا پڑھنے والا ہوں اس لیے درمیان میں کہانی کو چھوڑ دینا مجھے پسند نہیں آیا۔ پھر آخری صفحے تک تو پڑھنے میں مزہ آتا ہے مگر جب آخری فقرہ آیا کہ اس درندے کا نام ہے۔ تو بس وہیں اس آخری صفحے کا ایک ٹکڑا پھٹ گیا تھا۔" رام چندر اپنا منہ بگاڑ کر بولا "کاغذ کو عین اسی جگہ سے پھٹا ہوا دیکھ کر میرا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب تو جناب آپ ہی مجھے اس شیطان کا نام بتا دیں۔"

یہ سنتے ہی وجے کی کمر ڈھیلی ہو گئی۔ وہ خود جس کے منہ سے اس درندے کا

نام سننے کے لیے بے تاب تھا وہی الٹا اس سے پوچھ رہا تھا "آخر فائل میں سے نام کا ٹکڑا کس نے کاٹ لیا ہو گا؟ اور اب وہ رام چندر کو کیا جواب دے؟ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یکایک رام چند کی آواز پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی۔" ویسے آپ نے اس کے نام والا ٹکڑا پھاڑ کر اچھا ہی کیا ہے کیونکہ اگر فائل کسی اور کے ہاتھ میں چلی جاتی تو وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور ایسا ہو جاتا تو وہ کہانی کتابی صورت میں کبھی بھی شائع نہیں ہو سکتی تھی۔"

"پہلے اس کا نام میں نے قلم سے کاٹ دیا تھا۔ اب وجے کو اپنا جھوٹ جاری رکھنا پڑا۔ "پھر خیال آیا کہ اس کو پڑھ لینا بھی آسان ہو سکتا ہے اس لیے کاغذ کا ٹکڑا ہی پھاڑ ڈالا۔ مگر اس وقت یہ کہاں معلوم تھا کہ۔

فائل سچ مچ ہی کھو جائے گی۔"

"لیکن رام چندر جی یہ بات بڑی اچھی ہوئی کہ وہ فائل ایک جاہل صادق علی کے ہاتھ لگی اور اس نے آپ جیسے پڑھے لکھے اور شریف آدمی کے ہاتھ میں اسے سونپ دیا۔" کافی دیر بعد رگھوپتی نے کچھ کہنا ضروری سمجھا۔ اس لیے بول پڑا۔ "آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ فائل واپس ہی نہ کرتا۔"

"ارے ایسا ہو سکتا ہے؟" رام چندر سیٹھ کے اس جملے نے انہیں خاصی الجھن میں ڈال دیا۔ ایک پل کے لیے تو دونوں کو ہی یوں لگا تھا کہ رام چندر ابھی اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ فائل ان کے حوالے کر دے گا لیکن اس کی اگلی بات نے ان دونوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ رام چندر اپنے مخصوص لہجے میں کہہ رہا تھا "دیوی دیوتاؤں کے درشن کر لینے کے بعد آدمی کا دل بہت پاک صاف ہو جاتا ہے اس لیے یاترا سے واپس آتے ہی میں نے سب سے پہلا کام بھی یہی کیا کہ وہ فائل جس کی تھی اسے لوٹا دی۔"

یہ سنتے ہی وجے کو یوں لگا کہ وہ جس کاغذ کے بنڈل پر بیٹھا ہے اس کے اندر کوئی زور دار بم پھٹا ہو۔ مگر اس سے زیادہ زور دار جھٹکا تو رگھوپتی نے محسوس کیا تھا۔ رام چندر کسی اور ہی خیال میں کھویا ہوا تھا۔ اس لیے وہ ان دونوں کی طرف دھیان نہیں دے سکا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"پہلے تو یہ بات میری سمجھ میں ہی نہیں آئی کہ میں فائل کا کیا کروں؟" تھوڑی دیر بعد رام چندر نے پھر کہا۔ "تب میں نے فائل کے آخری صفحے پر لکھا ہوا نام پڑھا وہاں لکھا تھا "بسواس پبلشرز۔"

اتنا سنتے ہی وجے کا نعینہ دھونکنی کی طرح اونچا نیچا ہونے لگا اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر رام چندر کے چہرے کو گھور رہا تھا۔ چند لمحوں کی تاخیر کے بعد رام چندر آگے بولا۔ "چاندنی چوک کے پتے کے نیچے ٹیلیفون نمبر بھی لکھا ہوا تھا اڑتیس' اٹھاسی اٹھاسی...."

یہ بسواس پبلشرز کے مالک بی کے اگروال کا فون نمبر تھا۔ اور اگروال کا خیال آتے ہی وجے کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا۔ اس کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے بالکل کنارے پر آکر اس کی کشتی ڈوب گئی ہو۔

"پھر جب میں نے وہ فون ملایا تو دوسری جانب سے کسی عورت کی آواز سنائی دی۔" رام چندر نے آگے بتایا۔ "میں نے اسے بتایا کہ مجھے پرشورام سے کام ہے تو اس نے کام کی نوعیت جاننے کی کوشش کی۔ تب میں نے اس سے اتنا ہی کہا کہ ان کی ایک امانت میرے ہاتھ میں آگئی ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ وہ بے چین سی ہو گئی اور کہنے لگی..... بھائی صاحب آپ کے لاکھ لاکھ احسانات ہوں گے فائل کے گم ہو جانے کے بعد سے تو میرے بھائی پرشورام کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی ہے آپ جہاں کہیں گے وہیں آکر میں خود فائل لے جاؤں گی۔"

"تب تو وہ آکر فائل لے گئی ہو گی؟" وجے نے ڈوبتی اور کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اور آپ نے فائل اسے دی دے؟"

رام چندر سیٹھ نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تو وجے کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا اور پھر اس کے منہ سے نکل گیا "تو ہمیں دیر ہو گئی۔"

"کیا مطلب؟" رام چندر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "کیا مجھے وہ فائل آپ کی بہن کو نہیں دینی چاہیے تھی؟ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ...."

"نہیں نہیں سیٹھ جی... آپ بے فکر رہیں۔" وجے کو اپنے آپ پر قابو پا کر حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ "فائل آپ نے محفوظ ہاتھوں میں ہی پہنچائی ہے۔ لیکن اگر

مجھے یہ بات ذرا پہلے معلوم ہو جاتی تو یہاں آکر میں آپ کا وقت نہ برباد کرتا۔"

"ارے جناب میرا وقت کہاں برباد ہوا ہے۔" وجے کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھ کر رام چندر نے اس کے دونوں ہاتھ احترام سے تھام لیے اور التجا آمیز لہجے میں بولا۔ "لیکن جانے سے پہلے مجھے اس درندے کا نام ضرور بتاتے جائیں.."

وجے کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی اسے یہ آخری لمحہ بھی کسی نہ کسی طرح سنبھالنا ہی تھا اس لیے وہ بولا۔ "سیٹھ جی آپ یہ اطمینان رکھیے کہ کتاب شائع ہونے سے پہلے اس شخص کا نام آپ کو سب سے پہلے بتا دوں گا مگر ابھی نہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" رام چندر نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ "واقعی کتاب شائع ہونے تک اس نام کو خفیہ رکھنے میں ہی سلامتی اور بہتری ہے۔"

اس وقت تک رگھوپتی اپنے دل کی بے چینی کو چھپاتا ہوا رام چندر ردی والے کی دکان سے باہر نکل چکا تھا لیکن وجے نے جاتے جاتے دھیمی آواز میں رام چندر سے پوچھ ہی لیا۔ "فائل لینے کے لیے وہ اکیلی ہی آئی تھی یا کوئی اور بھی...؟"

"وہ اکیلی ہی تھی۔" رام چندر نے جواب دیا۔ "ٹیکسی میں آئی تھی اور ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے ہی اس نے مجھ سے فائل لی تھی مگر ہاں آپ کی بہن بھی آپ کی طرح شرمیلی سی تھی۔ مجھے بخشش دینا اسے اچھا نہیں لگا ہو گا اس لیے مندر کے چندے کے طور پر سوا سو روپے مجھے دے گئی تھی۔ آپ میری طرف سے اس کا شکریہ ادا کر دیجئے گا۔"

یہ سن کر وجے نے ایک آخری سوال بھی پوچھ لیا۔ "رام چندر جی وہ دیکھنے میں کیسی تھی؟"

"کیا مطلب؟" رام چندر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر اچانک ہی بول اٹھا۔ "ارے ہاں اس کے چہرے کے خدوخال بالکل آپ جیسے ہی تھے اس کی شکل و صورت بہت ملتی تھی آپ سے۔"

وجے اس قدر تیزی سے باہر نکل گیا جیسے رام چندر کی بات نے اسے بہت زور سے دھکا دیا ہوا۔ اس کے نکل جانے کے بعد بھی دیر تک رام چندر ان دونوں کو دور جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

○

"لیکن جولی یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟" جولی کو ساری بات بتا دینے کے بعد وجے نے اپنی الجھن کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اس رام چندر ردی والے نے جب بسواس پبلشر کے مالک اگروال کا نمبر ملایا تھا تو دوسری جانب سے فون اٹھانے والی روکھی کیسے ہو سکتی تھی؟"

فائل کی جانب سے ناامید ہو کر واپس آنے والے وجے کو اس راز نے بہت زیادہ پریشان کر رکھا تھا۔ اسی لیے وہ سوچ کر کہتا جا رہا تھا۔ "پیر کے روز جب میں نے فون پر روکھی سے بات کی تھی تو اس نے مجھے پرشورام ہی سمجھا تھا اور اسی حیثیت سے اس نے مجھے اگروال سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا تھا اور اب وہ خود اگروال کے دفتر میں کیا کرنے گئی ہو گی؟"

"فرض کر لو کہ وہ کسی کام سے وہاں گئی ہو گی لیکن اگروال کا فون اس نے کیوں اٹھایا؟" جولی نے دلیل پیش کرتے ہوئے پوچھا۔ "مگر کیا تمہیں اس کا یقین ہے کہ وہ نمبر اگروال کے دفتر کا ہی تھا؟"

"یقین؟ وجے اپنا سر کھجانے لگا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "فائل کے کور کے آخری صفحے پر بسواس پبلشر کا نام لکھا ہوا تھا۔ جس کے نیچے وہ ٹیلیفون نمبر درج تھا اور اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بسواس پبلشر کا ہی فون نمبر ہے؟" وجے بولتے بولتے اچانک اس طرح اٹک گیا جیسے اس کی نظریں اگروال کے دفتر میں پہنچ گئی ہوں۔ تھوڑی دیر تک اس کی آنکھوں کی پتلیاں گردش کرتی ہوئیں اگروال کے دفتر کا منظر تازہ کرتی رہیں۔ پھر اچانک اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے اور وہ کھوئی کھوئی سی آواز میں بولا۔؟" تمہارا اندازہ درست ہے جولی میں دوبارہ اگروال کے دفتر میں جا چکا ہوں لیکن اس کی میز پر یا میز کے آس پاس مجھے کہیں بھی کوئی فون نظر نہیں آیا تھا۔"

"تب تو پھر وہ نمبر اس کے گھر کا ہی ہو گا۔" جولی نے کہا۔" اور پرشورام نے یاد رکھنے کے لیے اسے فائل پر نوٹ کر لیا ہو گا۔"

"تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے۔" وجے نے ٹیلیفون کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔" میں نمبر ملاتا ہوں ابھی پتا چل جائے گا کہ دوسری جانب سے اگروال کی آواز سنائی دیتی ہے یا کسی اور کی؟"

تھری ایٹ.... ڈبل ایٹ ڈبل ایٹ ڈائل کرنے کے بعد وجے نے ریسیور کان سے لگا لیا اور دوسری جانب سے آنے والی آواز انتظار کرنے لگا۔ لیکن مسلسل ا گیج کی ٹون سن کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور ایک بار پھر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بولا" صرف آدھے گھنٹے کی تاخیر ہوئی تھی اور اس عرصے میں بازی پلٹ گئی۔ ہم اگر آدھے گھنٹے قبل رام چندر کے پاس پہنچ جاتے تو اس وقت فائل ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔"

"کیا خبر.... یہ ہمارے فائدے میں ہی ہو؟" جولی نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کیا اس سندھی سیٹھ نے تمہارا چہرہ دیکھنے کے بعد کہا تھا کہ ٹیکسی میں آنے والی لڑکی کی صورت شکل تم سے ملتی جلتی تھی؟"

"ہاں جولی.... اس نے تو یہ بھی مان لیا کہ میں پرشورام ہوں اور وہ لڑکی پرشورام کی بہن تھی۔" اتنا کہہ کر وجے نے ہاتھ بڑھا کر پھر ریسیور اٹھا لیا اور نمبر ملانے کے بعد جولی سے بولا۔" اگروال بہت چالاک آدمی ہے۔ ممکن ہے اس نے کسی کو پرشورام کی بہن بنا کر فائل لانے کے لیے بھیج دیا ہو گا۔" وجے نے یہ کہہ تو دیا لیکن اسے جولی کا جواب سننے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ ٹھیک اس وقت دوسری طرف کی گھنٹی بجنے لگی تھی اور پھر" ہیلو" کی آواز سن کر وہ بدحواس ہو گیا آواز کسی عورت کی ہی تھی اور بالکل ویسی ہی آواز تھی جیسی اس نے پیر کے روز فون پر سنی تھی۔

"ہیلو..." کہہ کر اس نے پوچھا۔ "تھری ایٹ ڈبل ایٹ ڈبل ایٹ...؟"

"جی ہاں..." بہن کی آواز سن کر وجے بے چین سا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے اور کیا پوچھے؟ آخر وہ بڑے ہی جذباتی لہجے میں بولا... "مجھے پہچانا؟"

"آواز تو کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔" روکھی کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "مگر یاد نہیں آرہا ہے آپ کون ہیں؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"جی ..... میں ....." وجے کوشش کے باوجود اپنی بات مکمل نہ کر سکا اور دوسری جانب سے "سوری رانگ نمبر" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

"وہی تھی۔" وجے نے ریسیور کو کریڈل پر رکھتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔ "وہی آواز اور اس کے لہجے میں وہی بنارسی انداز ....."

"اس کا مطلب کیا ہوا؟ کچھ سمجھ میں آیا؟" جولی نے دھیان سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا؟"

"یہی کہ ہمیں روکھی کا پتا مل گیا ہے۔"

"ارے ہاں۔" وجے کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ "تب یقیناً" روکھی نے ہی ہماری فائل کو بچا لیا ہے۔ سندھی سیٹھ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اس کی شکل مجھ سے ملتی تھی۔"

"میں نے کہا تھا نا کہ بازی پلٹ گئی ہے تو شاید اپنے فائدے میں ہی ہو گی۔" جولی نے دھیرے سے اس کے قریب آکر اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا دروازہ کھلا چھوڑ کر پیار کر رہے ہو۔" یہ آواز سن کر دونوں چونک پڑے۔ کمرے کے دروازے پر رگھوپتی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ واپس چلا جاؤں یا اندر آ جاؤں؟"

"آجائیں۔ جولی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کافی بنانے کے لیے میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی۔"

جولی جھوٹ بول رہی ہے رگھوپتی۔" وجے مذاق کے موڈ میں آکر بولا۔ "یہ فائل کھو دینے کی وجہ سے مجھ سے جھگڑ رہی تھی۔"

"آسٹریلیا کی لڑکیاں جھگڑنے کے لیے بھی پیار و محبت کا سہارا لیتی ہیں۔ یہ تو میں نے آج پہلی بار ہی دیکھا ہے۔" رگھوپتی صوفے پر بیٹھنے کی بجائے اندر والے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ "جولی فائل بھلے گم ہو گئی لیکن فائل لے کر جانے والی کا سراغ ہمیں لگ گیا ہے۔"

"سراغ" وجے اور جولی نے ایک ساتھ ہی پوچھا۔ "کیسا سراغ؟"

"کیوں؟ کیا اس سندھی سیٹھ نے فائل لے جانے والی لڑکی سے جس فون نمبر پر بات کی تھی وہ نمبر یاد نہیں ہے؟ تھری ایٹ ڈبل ایٹ ڈبل ایٹ بس اب "ون نائن سیون" پر آپریٹر کو یہ نمبر دے کر گھر کا پتا پوچھ لو تو اپنی دوڑ بھاگ ختم۔" رگھوپتی نے کہا اور باتھ روم میں گھس گیا۔

وجے اور جولی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہی رہ گئے۔ جیسے ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں ہم نے تو رگھوپتی کو روکھی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور نمبر کے ذریعہ پتا چلانے کے بعد وہ سیدھے وہیں چلنے کی ضد کرے گا۔

رگھوپتی نے باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے اپنے لونگ بوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر اپنا پستول نکال لیا اور پھر جلدی سے اسے اپنی پتلون کی جیب میں سرکا دیا وہ چیانگ سے ملنے پستول ساتھ لے کر گیا تھا اور اس کی خبر اس نے وجے کو نہیں ہونے دی تھی۔

"کیوں؟ فون نہیں لگ رہا ہے کیا؟" ڈرائنگ روم میں واپس آکر رگھوپتی نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر آگے کہا۔ "آج فائل کا پتا لگائے بغیر چین سے بیٹھوں گا بھی نہیں اور کسی کو بیٹھنے بھی نہیں دوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے خود ہی آپریٹر سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ڈائل گھمایا تو وجے اور جولی کو یوں لگا کہ اگر پتے کے ساتھ رگھوپتی کو روکھی کا نام معلوم ہو گیا تو کیا ہو گا۔ ممکن ہے روکھی نے اپنا نام بدل لیا ہو لیکن اس کا پتا معلوم ہو جانے کے بعد تو وہ وہاں جانے کی ضد ضرور کرے گا۔ رگھوپتی کی یہ خاصیت تھی کہ اگر وہ کسی بات پر اڑ جاتا تو اسے روکنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔

"ہیلو انکوائری" دوسری طرف سے کسی نے فون اٹھایا تو رگھوپتی نے جلدی سے کہا۔ "پلیز مجھے تھری ایٹ ڈبل ایٹ ڈبل ایٹ کا پورا پتا آپ دے سکتے ہیں؟" دوسری طرف سے ہولڈ کرنے کے لیے کہا گیا تو اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "تھینک یو آئی ایم ہولڈنگ۔"

اس کے بعد وہ پتا نوٹ کرنے کے لیے بک اور بال پین تیار رکھ کر بیٹھ گیا۔

"سوری جناب..." تھوڑی دیر بعد اس نے آپریٹر کی آواز سنی..." یہ نمبر ہماری

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لسٹ میں نہیں ہے اس لیے ہم پتا نہیں بتا سکتے..."

"لسٹ میں نہیں ہے؟" رگھوپتی نے ذرا اونچی آواز میں ناراضگی کا اظہار کیا اور ریسیور رکھ کر وجے سے بولا۔ "آپریٹر نے معذرت کی ہے وہ پتا نہیں بتا سکتا کیونکہ فون ان کی لسٹ پر نہیں ہے۔"

"ڈونٹ وری.." جولی نے اطمینان کا سانس لے کر اسے تسلی دی۔ "کل میں ایمبسی سے اس نمبر کا پتا معلوم کر لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" وجے نے فوراً ہی اس کی تائید کر کے بات کا رخ موڑنے کی غرض سے کہا۔ "اب یہ بتاؤ رگھوپتی تم تو اس چینی سے ملنے گئے تھے کیا ہوا وہاں؟ چیانگ سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟ بات کچھ آگے بڑھی؟"

"ہاں" رگھوپتی پھر جوش میں آگیا۔ "ہم جتنی غرض اسے بھی ہے۔ ٹیلیفون خراب ہونے کی وجہ سے ملاقات میں جو ایک روز تاخیر ہو گئی تھی اس کے لیے اس نے بھارت کے تمام سرکاری محکموں کو خوب خوب گالیاں سنائی ہیں۔"

"سلطانہ بیگم کی موجودگی میں؟ جولی نے پوچھا۔

"ہاں" رگھوپتی ہنس کر بولا۔ "تمہاری سلطانہ بیگم کو اس کی گالیاں سننے میں بڑا مزاہ آرہا تھا۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ کہ آگے کیا ہوا؟" وجے نے پوچھا۔

"کل ایک لاکھ روپے لے کر جانا ہے.."

"صرف یہی طے کرنے کے لیے تمہیں بلایا تھا؟" وجے نے اسے ٹٹولنے کے غرض سے پوچھا۔ "اس چینی کے پاس واقعی کچھ ہے بھی؟ اور کیا کہا اس نے؟"

"اس کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔" رگھوپتی نے کہا۔ "لیکن نوٹوں کی شکل دیکھے بغیر وہ شاید اپنا منہ نہیں کھولے گا.."

"اور فرض کرو کہ وہ ہمارے لاکھ روپے ہڑپ کر کے غائب ہو گیا تو؟ اس اجنبی ملک میں ہم کیا کر سکیں گے؟" وجے نے کہا تو جواب میں رگھوپتی تھوڑی دیر تک وجے کو گھورتا رہا پھر اچانک اپنی پتلون کی جیب سے پستول نکال کر بولا۔ "یہ دیکھو وجے.... میں ہمیشہ اسے ساتھ لے کر ہی گھومتا ہوں.."

پستول دیکھ کر وجے اور جولی دونوں ہی چونک پڑے۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ پوچھتا رگھوپتی خود بول پڑا.. "نیپال سے چلتے وقت ہی میں نے طے کر لیا تھا کہ ضرورت پڑ جائے تو دوسرے کی زندگی کے ساتھ بھی جوا کھیل لیا جائے گا۔"

یہ سن کر وجے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے زیادہ بحث کی تو کہیں رگھوپتی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ اسے لاکھ روپیا دینے سے گھبرا رہا ہے۔ اسی لیے اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے رگھوپتی میں کل ہی بینک سے روپیا نکال کر لے آؤں گا۔ کتنے بجے روپے پہنچانے ہیں؟"

"جگہ اور وقت کے بارے میں کل فون پر بتائے گا۔" کہہ کر رگھوپتی نے جولی کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تمہاری وہ سلطانہ بیگم چینی زبان میں چیانگ سے کہہ رہی تھی کہ آج کل میری پینگ گیسٹ شام کے وقت یہاں نہیں ہوتی ہے پھر بھی میں اس سے معلوم کر لوں گی اس کے بعد ہی تم اسے وقت دینا۔" اتنا کہہ کر رگھوپتی مسکرا دیا پھر آگے بولا۔ "اسے شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ تھوڑی بہت چینی میں بھی سمجھ لیتا ہوں.."

"اچھا تو یہ بات ہے؟" جولی گھمبیر لہجے میں بولی۔

"کیا؟" وجے نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آج کل میں گھر دیر سے جاتی ہوں تو وہ مجھ سے کیوں پوچھ گچھ نہیں کرتی؟"

کہہ کر جولی نے آگے کہا۔ "اب تو کل صبح میں خود ہی کہہ دوں گی کہ شام سے لے کر آدھی رات تک میں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ رہوں گی.."

"ویری گڈ.." رگھوپتی بولا۔ "تب تو وہ مجھے شام کو ہی بلا لیں گے..."

"بس تو اسی بات پر کافی ہو جائے۔" وجے نے کہا تو جولی ہنستی ہوئی کھڑی ہو گئی اور تب ہی رگھوپتی نے دھماکہ کرتے ہوئے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"وجے ایک بات تو کہنا بھول ہی گیا تھا.."

"کیا"

"میں نے رانا کو یہاں دیکھا ہے..." رگھوپتی بولا۔

"رانا؟" وجے نے حیرت سے پوچھا.. "کون رانا؟"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"وہی جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیپال رائل بینک کا کیش لوٹنے کے لیے ہوائی جہاز کو ہائی جیک کیا تھا۔" رگھوپتی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔" تمہیں میں نے کھٹمنڈو سے فون پر بتایا تو تھا کہ بینک کا کیش لوٹنے والے بھارت میں کہیں ہیں۔"

"تو اس کا مطلب ہے ابھی وہ لوگ گرفتار نہیں ہوئے ہیں؟" وجے نے پوچھا۔

"نہیں ... اپنی گرفتاری سے پہلے وہ لوگ تمہیں پکڑنا چاہتے ہیں۔" رگھوپتی بولا۔"

"کیا؟" وجے بری طرح اچھل پڑا اس پر اس بات کا گہرا اثر ہوا تھا۔

"وہ لوگ .... مجھے.... مگر کیوں؟"

"کھٹمنڈو سے تمہارے جانے کے بعد وہ مجھے فون کرتے رہتے تھے۔"

"مگر کیوں؟ کیا پوچھتے تھے وہ؟" وجے پریشان سا ہو گیا۔

"وہ مجھ سے پوچھتے تھے کہ تمہارا دوست وجے بھارت میں کہاں ہے؟"

"میں نے انہیں بتایا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے مگر آپ کو اس سے کیا کام ہے؟"

تو جواب میں ان کی دھمکیاں سننے کو ملتیں کہ کوئی بات نہیں ہے ہم خود ہی اسے ڈھونڈ لیں گے۔"

"لیکن مجھے پکڑ کر انہیں کیا ملے گا؟" یہ بول کر وجے رک گیا اور پھر کچھ سوچ کر بولا" اچھا تو اب سمجھا۔ الہ آباد کی پولیس نے مجھے بینک کا کیش لوٹنے والے ڈاکو کی حیثیت سے ایک رات حوالات میں رکھا تھا مجھے کھٹمنڈو سے آیا دیکھ کر پولیس کو شک ہو گیا تھا۔ اور شاید اسی بات کی ان لوگوں کو خبر ہو گئی ہو گی اور شاید اس لیے وہ لوگ مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ پولیس نے مجھ سے ان کے بارے میں کیا کیا سوالات پوچھے تھے؟ میں نے کسی کا نام ظاہر تو نہیں کیا یہی جاننے کے لیے انہیں میری تلاش ہو سکتی ہے" وجے نے یہ بات کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش تو کی تھی لیکن اس کا دل ایک انجانے خوف سے کانپنے لگا تھا۔

بدھ کی رات کو دیر تک رگھوپتی اور وجے باتیں کرتے رہے اور سوچتے رہے۔ وجے نے تو اپنے دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ رگھوپتی کے لیے کل بینک میں سے لاکھ روپیا نکلوانے کے ساتھ ساتھ وہ شوبھا کو دینے کے لیے بھی ایک لاکھ روپے نکلوا لے گا۔ وہ شوبھا کو روپیا دیتے وقت کہے گا کہ اب تم مجھے میری بہن کا پتا بتا دو میں تمہیں اس کی قیمت دے رہا ہوں۔ اس رقم کا جو جی میں آئے کرو انتقام لینا ہے تو انتقام لو اور کاروبار کرنا ہے تو کاروبار کر لو۔

مگر دوسری طرف رگھوپتی یہ سوچ رہا تھا کہ لاکھ روپیا وصول کرنے کے بعد بھی وہ چینی چیانگ اسے روکھی تک نہیں پہنچائے گا کیونکہ اس نے تو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ گم ہو جانے والی کس کا شکار بنی ہیں اور میں اسی شخص کی جانب اشارہ کرنے کی قیمت لے رہا ہوں لڑکیاں کہاں ہیں؟ اور ان کی کیا حالت ہوئی ہے اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا..."

"رگھوپتی تمہیں نیپال سے آئے ہوئے تین روز ہو چکے ہیں۔" اچانک وجے نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے وہاں کی کوئی خیر خیریت نہیں بتائی..."

"میں کہنا تو چاہتا تھا وجے لیکن تم نے پوچھا ہی نہیں۔" رگھوپتی نے دھیرے سے کہا۔

"میں پوچھنا تو چاہتا تھا لیکن جان بوجھ کر ٹال رہا تھا۔" وجے بھاری اور گھمبیر آواز میں بولا..." کہ اگر کوئی افسوس ناک بات سننے کو مل گئی تو دل کی بے چینی اور بڑھ جائے گی اور جب تک آدمی کا دل و دماغ ٹھکانے پر نہ ہو وہ کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔" اتنا کہہ کر وجے خاموش ہو گیا تب رگھوپتی نے اس کی جانب کروٹ بدل لی اور بولا" ویسے تو ان دس دنوں میں تمہارا سوتیلا بھائی کپل دو تین بار مجھے پاس آکر کہہ گیا تھا کہ میری ماں نے آپ کو گھر بلایا ہے ان سے آکر ضرور مل جایئے گا لیکن پھر بھی میرا جی نہیں چاہتا تھا۔ مگر یہاں آنے سے قبل میں ان سے جا کر مل آیا تھا۔"

"پتا جی سے ملاقات ہوئی؟" وجے کی آواز میں تھرتھراہٹ تھی۔ "مجھے تو انہی کی خیریت معلوم کرنی تھی۔"

"اتوار کے روز جب میں گھر پہنچا تو کپل مجھے فوراً ہی تمہاری سوتیلی ماں کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پاس لے گیا۔" رگھوپتی نے اس کے پتاجی کے بارے میں کچھ کہنے کی بجائے اس کی سوتیلی ماں کے بارے میں ہی کہنا جاری رکھا۔ "میرا خیال تھا کہ تمہاری سوتیلی ماں تمہاری پیٹھ پیچھے تمہاری شکایتوں کا دفتر کھول کر بیٹھ جائے گی لیکن اس نے تو خلاف توقع ہی کہاں ہے میرا وجے؟ کیا حال ہے اس کا ؟ وہ خیریت سے تو ہے نا؟ جیسے سوالات شروع کر دیے۔ اس لیے میں سمجھ گیا کہ اس کی اس محبت کے پیچھے ضرور اس کا کوئی مطلب پوشیدہ ہے۔

"لیکن اب بھلا اس کو مجھ سے کیا مطلب ہو سکتا ہے؟" وجے نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "میں نے گھربار چھوڑ کر اس کے بیٹے کپیل کے لیے تو راستہ صاف ہی کر دیا ہے اب تو پتاجی کے بعد راج پروہت کی گدی کپیل کو ہی تو ملے گی..."

"لیکن اس کے باوجود بھی اس کام کے لیے انہیں تمہاری ضرورت پیش آگئی ہے.." رگھوپتی نے اسے سمجھایا.. "تمہارے پتا جی نے راج پروہت کی گدی سے اپنا استعفی راج محل بھجوا دیا ہے.."

"ایں..." وجے ایک جھٹکے سے چونک پڑا.. "پتا جی نے استعفی کیوں بھیج دیا؟"

"دنیا سے اب ان کی دلچسپی ختم ہو گئی ہے تمہارے جانے کے بعد انہوں نے گھر سے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ کسی سے ملتے بھی نہیں چوبیس گھنٹے بند کمرے میں بیٹھے رہتے ہیں.." رگھوپتی نے بتایا۔

"آہ..." وجے ایک گہرا سانس لے کر بولا۔ "میری وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے... پھر کیا ہوا؟ ماں نے تم سے کیا کہا؟"

"یہی کہ استعفی واپس لینے کے لیے پتا جی کو صرف وجے ہی رضا مند کر سکتا ہے۔" رگھوپتی نے کہا.. "انہوں نے تم سے یہ کہلوایا ہے کہ تم اپنے پتاجی کو ایک خط لکھ کر ان سے معافی مانگو۔ تم اپنے خط میں انہیں یہ لکھ دو کہ پاپ کی دولت کو خیرات کر کے میں اس پاپ سے آزاد ہو گیا ہوں... اس لیے آپ مجھے معاف کر دیں اور پھر آگے تم یہ لکھنا کہ راج پروہت کا عہدہ کئی پشتوں سے ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے اس لیے اس عہدے کو نہ چھوڑیے۔ میری ایک بھول کی سزا آنے والی نسل کو کیوں دی جائے؟ وغیرہ وغیرہ.."

"تو کیا میری سوتیلی ماں یہ سمجھتی ہے کہ اپنے جس پتا جی کا دل میں نے اس حد تک دکھایا ہے وہ پتا جی صرف میرے ایک خط سے مجھے معاف کر کے اپنا دیا ہوا استعفی واپس لے لیں گے؟" بولتے بولتے وجے ایک پل کے لیے رکا پھر آگے بولا" مگر ایسا کرنے کی بجائے وہ کپیل کو راج پروہت کی گدی پر بیٹھانے کی بات کیوں نہیں سوچتے؟"

"وہ ایسا ہی سوچ رہے ہیں.." رگھوپتی نے جلدی سے کہا.." لیکن کپیل ابھی صرف بائیس سال کا ہے اور راج پروہت کی گدی پر بیٹھنے کے لیے یہ عمر کافی نہیں ہے۔ تمہاری سوتیلی ماں تو صرف اتنا چاہتی ہے کہ تمہارے پتا جی کسی طرح دو تین سال اور اس گدی کو سنبھالے رہیں پھر جب کپیل کی عمر اس لائق ہو جائے تو اسے گدی پر بیٹھا دیا جائے.."

"رگھوپتی میں پتا جی کو ضرور خط لکھوں گا.." وجے نے تھوڑی دیر بعد جواب دیا.. "میں ان سے معافی مانگوں گا عاجزی کروں گا کہ راج پروہت کی گدی کو نہ چھوڑیں کپیل کے ساتھ نا انصافی نہ کریں۔ لیکن میں یہ جھوٹ بولنے کا گناہ کیسے کروں کہ میں پاپ کی دولت کو خیرات کر کے اس کے بوجھ سے آزاد ہو گیا ہوں؟"

رگھوپتی تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ وجے سے اس بات پر لڑ پڑے کہ جس سوتیلی ماں نے تمہیں اپنا گھربار چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہو اس کی بات ماننے کی اب ضرورت ہی کیا ہے؟ لیکن یہ بات کہنے کی بجائے اس نے وجے کی سوتیلی ماں اندرانی کی کہی ہوئی ایک دوسری بات وجے کو بتا دی۔ وہ بولا.. "تمہاری سوتیلی ماں گناہ اور ثواب پر کب یقین رکھتی ہے وجے؟"

"کیا مطلب؟" وجے نے چونک کر پوچھا.."

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں.." رگھوپتی بولا... "اس نے تو تمہاری پاپ کی دولت میں سے اپنے بیٹے کپیل کا بھی حصہ مانگا ہے.."

"میری پاپ کی دولت؟"

"ہاں... مہاراجا کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے کر تم لکھ پتی بن چکے ہو نا... بے چاری تمہاری سوتیلی ماں رو رو کر مجھ سے کہہ رہی تھی کہ جا کر وجے کو سمجھانا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور کسی کو خبر نہ ہو اس طرح آدھی رقم بھیج دے وہ تو اکیلا آدمی ہے اتنی ساری دولت کا کیا کرے گا؟"

"ماں نے ایسا کہا تھا؟" وجے کی آواز اس کے حلق میں ہی پھنس گئی.. "پاپ کی جس دولت کو قبول کرنے پر میرے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا اسی پاپ کی دولت کا آدھا حصہ وہ گھر لانا چاہتی ہے؟ اگر پتا جی کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ اس کی زبان کاٹ کر پھینک دیں گے رگھوپتی؟"

"شاید تمہاری سوتیلی ماں کو اب تمہارے پتاجی کی عزت سے زیادہ اپنی ضرورتوں سے دلچسپی ہے.." رگھوپتی نے جواب دیا۔

"یہ دل جلانے والی باتیں نہ کرو رگھوپتی.." وجے بے حد اداس لہجے میں بولا۔ "مجھے تم یہ بتاؤ کہ میرے پتا جی نے میرے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟"

یہ سن کر رگھوپتی کا جی چاہا کہ وہ اس کی طرف سے منہ پھیر کر جواب ہی گول کر جائے لیکن وجے کی آنکھیں اندھیرے میں بھی اس کے چہرے کو تاک رہی تھیں۔ اس لیے اسے کہنا ہی پڑا.. "میں نے کپیل سے کہا تھا کہ جا کر اپنے پتا جی کو بتا دو کہ رگھوپتی کل دہلی جا رہا ہے وہاں وجے سے ملاقات ہو گی۔ اسے کچھ کہنا ہے۔ جا کر پوچھ لو۔"

"تو پتا جی نے کیا کہا؟" وجے نے بے چینی سے پوچھا۔

"انہوں نے کہا" نہیں پھر پوچھا.... وجے؟ کون وجے؟" رگھوپتی کے یہ الفاظ وجے کا کلیجہ چھلنی کر گئے اور وہ سوچنے لگا کہ اس کے پتاجی کو اپنے منہ سے ایسے الفاظ نکالتے وقت کتنے گہرے صدمے سے گزرنا پڑا ہو گا؟ پتا جی کی حالت کا خیال آتے ہی اس نے رگھوپتی سے کچھ اور پوچھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ رشتوں کا ایک کنارا تو چھوٹ گیا تھا جب کہ دوسرا کنارا ابھی ہاتھ میں نہیں آیا تھا۔ جب تک روکھی مل نہیں جاتی اس وقت تک تو اسے منجدھار میں ہی ڈولتے رہنا تھا۔ اس کا تھکا ہوا جسم اور بجھا ہوا دل جانے کہاں کھو گیا تھا۔ اسے کچھ ہوش ہی نہیں تھا بس کو یاد کرتے کرتے اسے نیند آ گئی تھی اور پھر خواب میں اسے روکھی دکھائی دی۔ اس نے روکھی کو ایک سڑک پر جاتے ہوئے دیکھ کر اسے آواز دی.." روکھی.... آواز سن کر روکھی نے پلٹ کر اس

کی طرف دیکھا لیکن بھائی پر نظر پڑتے ہی وہ گھبرا کر دوڑ پڑی۔ اسے دوڑتے دیکھ کر وہ خود بھی اس کے پیچھے لپکا.." رک جاؤ روکھی رک جاؤ۔

اس کی آواز تیز ہوتی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ روکھی کی رفتار بھی بڑھتی گئی اور پھر سڑک ختم ہو گئی اور روکھی ایک ریت کے میدان میں دوڑنے لگی۔ پاؤں ریت میں دھنستے جا رہے تھے لیکن روکھی کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آ رہی تھی اور وہ خود اسے پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ اجاڑ اور ویران سے ریت کے میدان کا کوئی کنارا ہی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہانپتے ہانپتے اسے لگا کہ اب اس کا سینہ پھٹ جائے گا اور سانس رک جائے گی اس لیے اس نے ایک آخری چیخ ماری" رو... کھی.."

"کیا ہوا؟ کیا ہوا وجے...؟" اس کے برابر میں سویا ہوا رگھوپتی اس کی آواز سن کر چونک کر اٹھ بیٹھا اور وجے کے قریب جا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور تب اسے محسوس ہوا کہ وجے کا سارا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا ہے اور وہ بری طرح ہانپ رہا ہے... "وجے .... کیا ہو رہا ہے تمہیں؟" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہوں..." وجے کے منہ سے نکلا اور وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ رگھوپتی پر نظر پڑتے ہی اس کے خوف زدہ چہرے پر اطمینان کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی تو اسے لگا کہ اس نے کوئی خواب ہی دیکھا تھا۔

"میں نے خواب دیکھا تھا رگھوپتی..." کہہ کر اس نے اپنے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ دیا اور آگے بولا... "ایسا خواب تو مجھے کبھی بھی نہیں آیا تھا.."

"خواب میں ہی تم شاید روکھی کو پکار رہے تھے؟"

"ہاں رگھوپتی..." وجے سر جھکا کر دھیرے سے بولا.." روکھی مجھے دیکھ کر بھاگ رہی تھی میں نے دور تک اس کا پیچھا کیا لیکن وہ کھڑی ہی نہ رہی۔ وہ دور بہت دور بھاگتی جا رہی تھی.."

"مگر وجے مجھے تو وہ کبھی خواب میں بھی دکھائی نہیں دیتی۔" رگھوپتی ایک سرد سی آہ بھر کر بولا.." کیا خبر ہم اس سے کتنے قریب ہیں یا کتنے دور ہیں؟"

"ہم اس سے بہت ہی قریب ہیں رگھوپتی.." وجے پرجوش لہجے میں بول گیا.." روکھی اب ہم لوگوں سے بہت زیادہ دور نہیں ہے.."

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ سن کر رگھوپتی اس کے چہرے کو تکتا رہا۔ جیسے آنکھوں کے ذریعہ ہی وہ اس کا دل پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وجے بھی اب اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ اب رگھوپتی سے کچھ چھپانا بے کار ہے۔ اب بھی اگر اس نے رگھوپتی کو کچھ نہ بتایا تو شاید وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اس بات کا خیال آیا تو اس نے رگھوپتی سے کہا "رگھوپتی میں نے یہاں آکر روکھی کو روبرو تو نہیں دیکھا ہے۔ البتہ میں نے ٹیلیفون پر اس کی آواز ضرور سنی ہے۔"

چونک جانے کی بجائے رگھوپتی تو حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وجے نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹالیں اور آگے بولا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں رگھوپتی جس روز تم کھٹمنڈو سے یہاں پہنچے تھے اس سے آدھے گھنٹے قبل ہی شوبھا نے میری اس سے فون پر بات کرائی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر تم سے یہ بات چھپائی تھی مگر میں اب وہ ساری بات تمہیں بتا رہا ہوں۔" لیکن رگھوپتی خاموش ہی رہا اور تب وجے نے شوبھا سے اپنی ملاقات سے لے کر تھری ایٹ ڈبل ایٹ ڈبل ایٹ نمبر پر کی ہوئی آخری بات کی تفصیل بھی رگھوپتی کو کہہ سنائی۔ رگھوپتی چپ چاپ اس کی بات سنتا رہا پھر جب وجے چپ ہو گیا تو رگھوپتی اپنی بھاری اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "شاید تم نے یہ سمجھا ہو گا وجے کہ روکھی کی ناپاک زندگی کے بارے میں سن کر مجھے صدمہ پہنچے گا۔" رگھوپتی کے لہجے میں ہمدردی اور محبت کی جھلک تھی۔ "تم نے یہ بھی سمجھ لیا ہو گا کہ میں تمہاری بہن سے نفرت کرنے لگوں گا۔"

"نہیں۔ نہیں۔۔" وجے جلدی سے درمیان میں ہی بولا پڑا۔ "مجھے تو تم سے صرف اسی ایک بات کا ڈر تھا کہ تم بے صبری میں روکھی سے ملنے کے لیے چل پڑو گے اور تب ہم کبھی بھی روکھی سے مل نہیں پائیں گے۔"

"کیوں؟" رگھوپتی نے پوچھا۔

"اس لیے کہ یہ ناپاکی کے گڑھے میں اتر جانے کے بعد بھی جب بھائی کو اپنے سامنے دیکھے گی تو اس کے کندھے پر سر رکھ کر اپنا دکھ ہلکا کرنے کی کوشش کرے گی لیکن وہ اپنے محبوب کو اپنا منہ دکھانے سے بہتر خود کو دھرتی کے اندر چھپا لینا پسند کرے گی۔" اتنا کہہ کر وجے پھر آگے بولا۔ "اسی لیے میں روکھی سے پہلے اکیلا ہی ملنا

چاہتا تھا۔"

"کب؟"

"آج..." وجے پھر جوش میں آگیا۔ "میں تمہارے اس چیانگ کو دینے کے لیے بینک سے لاکھ روپیا لانے کے لیے جاؤں گا اور ساتھ ساتھ شوبھا کو دینے کے لیے بھی لاکھ روپے لیتا آؤں گا۔ اور شوبھا سے اس کے گھر کا پتا لے کر میں فوراً ہی اس سے ملنے کے لیے چلا جاؤں گا... لیکن..."

"لیکن کیا؟" رگھوپتی نے چونک کر پوچھا۔

"لیکن یہ خواب؟ مجھے دیکھ کر روکھی کا مجھ سے دور بھاگنا.... بہت ہی خراب خواب تھا۔" وجے اٹک اٹک کر خوفزدہ سی آواز میں بولا۔

"خواب آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔" رگھوپتی اٹھ کر بالکونی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں اس ابھرتے ہوئے سورج کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں تم روکھی کو میرے سامنے لا کر دیکھنا میری ایک ہی نظر اسے یقین دلا دے گی کہ چھ سال سے وہ جیسی بھی ہو اسے دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ترس رہی ہیں۔" بولتے بولتے رگھوپتی اچانک رک گیا۔ بالکونی پر سے اس کی نظر باغیچے کے ایک کونے میں ایک پودے پر جم گئی جہاں اوشا کھڑی تھی۔ اوشا کو دیکھتے ہی رگھوپتی کی آنکھوں کے سامنے ماضی کا ایک منظر گھوم گیا۔ اور ٹھیک اسی وقت اوشا نے بھی گردن اٹھا کر بالکونی کی طرف دیکھا تھا مگر رگھوپتی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ کانپ گئی۔ پودوں کو پانی دینے کے لیے جو جگ اس نے ہاتھ میں تھام رکھا تھا وہ جگ اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ اور وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی اپنے گھر کے اندر غائب ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد بھی رگھوپتی وہاں سے نظریں نہیں ہٹا سکا۔ وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔۔۔ تو یہ ہے وجے کی پڑوسن... ہری پرشاد جی کی بیوی؟

○

شام کو چھ بجے رگھوپتی جولی اور وجے تینوں ایک ساتھ نیچے اترے انہوں نے جان بوجھ کر ٹیکسی کو گھر کے پاس نہیں بلوایا تھا۔ ایک بریف کیس وجے کے ہاتھ میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تھا اور ایک چھوٹا سا بیگ رگھوپتی نے اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ جولی ان دونوں کے درمیان میں چل رہی تھی۔ جب وہ صدر دروازے تک پہنچ گئے تو اندر سے پرشاد جی کا گھریلو ملازم جنگا بہادر دوڑتا ہوا آگیا اور بولا۔ "لائیے صاحب یہ بیگ میں اٹھالوں اور کہیں تو ٹیکسی بلا کر یہاں لے آؤں"

لیکن وجے نے ہنس کر اسے منع کر دیا۔ "رہنے دو جنگا.... آگے چل کر ٹیکسی لے لیں گے اور یہ بیگ بھی زیادہ وزنی نہیں ہے" اتنا کہہ کر اس نے نیچے کے دروازے کو بند دیکھ کر جنگا سے پوچھا۔ "کیا میم صاحب کہیں باہر گئی ہیں؟"

"ہاں... شاید وہ فلم دیکھنے گئی ہیں۔" جنگا نے بتایا۔ "کہہ رہی تھیں کہ نو بجے کے بعد آئیں گی۔"

"ہم بھی دیر سے واپس آئیں گے۔" وجے نے کہا تو جنگا نے رگھوپتی پر نظریں جما کر وجے سے پوچھا۔ "صاحب کیا یہ آپ کے مہمان جا رہے ہیں؟"

"نہیں بھئی۔" وجے سمجھ گیا کہ ان کے ہاتھوں میں بریف کیس اور لیدر بیگ دیکھ کر جنگا کو بخشش ملنے کی امید پیدا ہو گئی ہے "ابھی یہ کچھ اور ٹھہریں گے لیکن جب جائیں گے تو تمہارا ہاتھ خالی نہیں رہے گا۔"

اس کا یہ جواب سن کر جنگا چپ چاپ واپس چلا گیا۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچ کر رگھوپتی اور وجے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑے رہ گئے۔ یہاں سے دونوں کے راستے الگ الگ ہونے والے تھے۔ رگھوپتی کو مغرب کی سمت جانا تھا اور وجے اور جولی کو مشرق کی جانب روانہ ہونا تھا۔ وجے نے اپنا بریف کیس اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا اور رگھوپتی سے ہاتھ ملانے لگا رگھوپتی اس سے کہنا چاہتا تھا۔ کہ روکھی سے ملنے کے لیے دل تو میرا بہت بے چین ہے لیکن کیا کیا جائے میرے نصیب میں تو کم بخت چینی چیانگ ہی آیا ہے۔ اور وجے یہ کہنا چاہتا تھا کہ دیکھو رگھوپتی اگر چیانگ کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کرے تو لاکھ روپے کی خاطر زندگی کو داؤ پر مت لگا دینا اور پستول کو بھرا ہوا ہی واپس لانا۔

لیکن دونوں میں سے کوئی بھی کچھ نہیں بولا ایک دوسرے کو ہاتھ دھیرے سے دبانے کے بعد وہ دونوں الگ الگ دو ٹیکسیوں میں بیٹھ گئے۔ وجے کی ٹیکسی مخالف

سمت میں آگے بڑھ گئی تو وجے نے گردن گھما کر پیچھے کی جانب دیکھا تو دور جاتی ہوئی دوسری ٹیکسی میں سے رگھوپتی بھی اسے اسی طرح مڑ کر دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو وجے؟" جولی نے دھیرے سے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھا۔ "شاید رگھوپتی کی فکر ہو رہی ہے تمہیں؟"

"نہیں جولی۔" وجے اپنے خیالوں سے چونک کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ اب گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی دونوں ہی طرف کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اور اس پر ہم تینوں کے مستقبل کا بھی دارو مدار ہے۔"

"شوبھا نے تو روکھی کا پتا تیار ہی رکھا ہو گا۔ پھر بھی۔" تھوڑی دیر بعد وجے نے پھر کہا مگر اپنی بات کو ادھورا چھوڑ کر وہ جولی کا چہرہ تکنے لگا۔ وہ جولی سے یہ کہہ نہیں پا رہا تھا کہ رات والے خواب نے اس کے اعتماد کو ڈگمگا دیا ہے۔ ٹیکسی شوبھا کے گھر والی سڑک پر آچکی تھی اس لیے دونوں میں سے کوئی بھی کچھ نہیں بولا۔ جولی کے ہاتھ میں بریف کیس تھما کر وجے نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کر دیا۔ ٹیکسی کے دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آواز سن کر شوبھا نے بھی اپنے فلیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔

"آیئے میں آپ لوگوں کی ہی منتظر تھی۔" دروازے پر ان دونوں کا استقبال کرتے ہوئے شوبھا نے کہا۔

"ہمارا؟" وجے نے جولی کے ہاتھ سے بریف کیس لے کر شوبھا کے سامنے رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "یا پھر اس کا انتظار تھا آپ کو؟"

یہ سن کر شوبھا نے اس کی بات کا ذرا بھی برا نہیں منایا اور خود بھی مسکرا کر بولی "شاید میں آپ کو بہت زیادہ کاروباری لگ رہی ہوں ... ہے نا؟"

"نہیں شوبھا۔" صوفے پر بیٹھ کر وجے نے کہا۔ "مجھے تو تم انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی ایک بپھری ہوئی شیرنی لگ رہی ہو۔"

"تب تو آپ مجھے خوب اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔" کہہ کر شوبھا نے وجے کی جانب ہاتھ بڑھایا اور کہا۔ "بریف کیس کی چابی..."

"شوبھا..." جولی بول اٹھی۔ "اب تو تم پکی بیوپاری لگ رہی ہو کہ بغیر روپے لیے ہوئے آگے نہیں بڑھو گی۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

وجے نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی کے بجائے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکال کر شوبھا کے ہاتھ میں رکھ دیا تو شوبھا بری طرح چونک پڑی۔۔ "یہ کیا ہے؟"

"بریف کیس لاک نہیں ہے اس لیے چابی کی ضرورت نہیں ہے۔" وجے نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔"لیکن تم یہ فون نمبر ذرا پڑھ لو۔"

شوبھا نے کاغذ کے اس ٹکڑے پر نظر ڈالی اور اس پر لکھا ہوا نمبر پڑھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ جولی اور وجے چپ چاپ اس کی حیرت زدہ آنکھوں کو دیکھ رہے تھے۔

اس کے ہونٹ پھڑ پھڑائے "تھری ایٹ۔ ڈبل ایٹ ڈبل ایٹ.... یہ تو .... یہ تو"

"روکھی کے نمبر ہیں..." وجے نے مستحکم لہجے میں کہا.. ٹھیک ہے نا؟"

"مگر یہ نمبر آپ کو کیسے ملا؟" شوبھا کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"شوبھا.... یہ نمبر کل سے میرے پاس ہے اور میں نے یہ نمبر ملا کر روکھی کی آواز بھی سنی ہے۔" وجے نے کہا۔

"اوہ...." شوبھا کے منہ سے نکلا اور وجے کو اس طرح دیکھنے لگی جیسے پوچھ رہی ہو۔ تو پھر میرے لاکھ روپے گئے؟

"تم چپ کیوں ہو گئیں شوبھا؟ فکر مت کرو۔ میں یہ بریف کیس لے کر تمہاری قیمت چکانے ہی تمہارے پاس آیا ہوں۔" وجے نے گھمبیر آواز میں کہا۔"یہ نمبر ڈائیکٹری میں نہیں ہے پھر بھی ٹیلیفون ایکسچینج میں کسی کی بھی جیب میں سو روپے کا ایک نوٹ ڈال کر میں اس نمبر کا پتا حاصل کر سکتا تھا۔"

"تو پھر بھی..." شوبھا کی نظروں میں وجے کے لیے احترام کی جھلک تھی..." آپ سو روپے کی بجائے لاکھ روپے خرچ کرنے کے لیے تیار ہو گئے؟"

"ہاں.... اس لیے کہ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا..."وجے نے کہا..." اور مجھے اپنے دیے ہوئے قول کا تو پاس رکھنا ہی تھا۔"

"قول...؟" شوبھا نے ایک گہرا سانس لیا"کال گرل کا دیے ہوئے قول کا پاس کون رکھتا ہے؟"

وجے نے کوئی جواب نہیں دیا اور بریف کیس کے بٹن دبا کر اس کا ڈھکنا اٹھا دیا اور اسے شوبھا کے سامنے کر کے بولا۔ "گن لیجئے پورے لاکھ روپے ہیں۔" لیکن شوبھا نے بریف کیس میں رکھے ہوئے سو سو کے نوٹوں کے بنڈلوں کی طرف نظر نہیں ڈالی "آپ کو اپنی بہن کا پتا چاہیے نا؟" کہہ کر اس نے اپنے پرس سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا اور اس کے ہاتھ میں دے کر بولی "لیجئے اور ساتھ ساتھ نوٹوں سے بھرے ہوئے اس بریف کیس کو بھی لیتے جائیں۔" اس نے بریف کیس وجے کی جانب سرکا دیا پھر آگے کہا۔ "میں قیمت ضرور وصول کرتی ہوں لیکن خیرات نہیں لیتی۔۔"

"میری بات بری لگ گئی شوبھا؟" کہہ کر وجے نے کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا ہوا پتا پڑھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر شوبھا سے بولا۔ "خیرات تو اپنی نیک کمائی میں سے کی جاتی ہے شوبھا۔ جب کہ یہ دولت تو میرے باپ کی دولت ہے۔ اسے کسی کو دے کر میں کسی پر کوئی احسان نہیں کرتا۔ میں تو ایک طرح سے اپنا بوجھ کم کر رہا ہوں۔" پھر اس نے جولی کے ہاتھ میں وہ کاغذ کا ٹکڑا دے دیا اور کہا۔ "چلو جولی ورنہ یہ شوبھا غصے میں آکر کہیں بریف کیس ہمارے سر پر نہ دے مارے۔۔"

جولی کھڑی ہو گئی۔ لیکن پھر بھی شوبھا گم سم سی اپنی جگہ پر بیٹھی ہی رہی اور تب وجے نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔" تم نے مجھے میری بہن کا پتا دے تو دیا ہے۔ اب ہمارے لیے دعا بھی کرو۔" بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی۔" پورے چھ سال بعد آج بچھڑے ہوئے بھائی بہن کی ملاقات ہونے والی ہے۔"

شوبھا ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اپنا ٹھنڈا ہاتھ وجے کے ہاتھ میں دے دیا اور انتہائی جذباتی لہجے میں بولی۔ "اس بات کا خیال رکھیے گا مسٹر وجے کہ ہم بدنام عورتیں محبت کی بھوکی ہوتی ہیں۔ آپ کو دیکھ کر کہیں روکھی کا دل دکھی نہ ہو جائے۔" وجے نے اس کی بھیگتی ہوئی آنکھوں پر سے اپنی نظریں ہٹا لیں اور جولی کے ساتھ اس کے گھر سے باہر نکل گیا۔

○

"یہ سامنے والا آئیڈیل اپارٹمنٹ ہے۔" ایک اونچی عمارت کے سامنے ٹیکسی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

روک کر ڈرائیور نے پوچھا۔ "کیا پھاٹک کے اندر لے لوں؟"

"نہیں .... بس گیٹ پر ہی اتر جائیں گے.." دونوں ٹیکسی سے اتر کر تھوڑی دیر تک اس عمارت کو دیکھتے رہے... پانچ منزلہ اس عمارت کی دونوں جانب گلیاں پڑتی تھیں اور سامنے کی جانب ایک چھوٹا سا کمپاؤنڈ بھی تھا۔ باہر سے عمارت کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے چار پانچ سال قبل ہی اس کی تعمیر مکمل ہوئی ہو۔ عمارت کے اگلے حصے میں دکانیں اور اسٹور وغیرہ نظر آرہے تھے۔

"سات بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔" وجے نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر جولی سے کہا۔ "کیوں نہ ہم اس کولڈ اسپاٹ پر جا کر ایک ایک گلاس جوس پی لیں؟ اس کے بعد میں جاؤں گا۔"

جولی کو یہ بات بڑی عجیب سی لگی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک تو وجے اپنی بہن سے ملنے کے لیے بہت ہی بے چین تھا اور اب اس کے گھر تک آجانے کے بعد وہ اندر جانے کے لیے اتنی تاخیر کیوں کر رہا ہے؟"

جوس پینے میں بھی وجے نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی دیر کر دی۔ جوس کا ایک ایک گھونٹ بھرنے کے بعد وہ اس عمارت کی پانچویں منزل کو گھورنے لگتا تھا۔ شاید وہ یہ سوچنے لگتا تھا کہ اس میں سے وہ کون سا فلیٹ ہے جس میں روکھی رہتی ہو گی؟ اکیلی رہتی ہے یا کسی کے ساتھ؟ اچانک اس کی نظر کولڈ اسپاٹ کے ایک کونے پر رکھے ہوئے ٹیلیفون پر پڑی تو اس نے جولی سے کہا۔" جولی میں ایسا کرتا ہوں کہ یہاں سے روکھی کے فلیٹ میں فون کر کے یہ معلوم کرتا ہوں کہ وہ گھر پر ہے یا نہیں ہے؟ اگر وہ موجود نہ ہوئی تو اوپر تک جانے کا فائدہ ہی کیا ہے؟"

جولی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن جب وجے نے روکھی کے فلیٹ کا نمبر ملایا تو دوسری جانب سے کسی نے فون اٹھا کر کچھ کہے بغیر ہی لائن کاٹ دی۔ اس نے دوسری بار نمبر ملایا تو انگیج کی ٹون سنائی دی۔ اس ٹون سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ کسی نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیا ہو گا۔ وجے کو یہ بات بڑی عجیب سی لگ رہی تھی۔ آخر ایسا کیوں کیا گیا؟ کیا روکھی فلیٹ میں کسی اور کے ساتھ ہو گی؟ کہیں خلل اندازی کی وجہ سے ریسیور اٹھا کر تو الگ نہیں رکھ دیا گیا ہوگا؟ اگر ایسی بات ہے

تو اس وقت میرا اس کے فلیٹ میں جانا کچھ مناسب نہیں ہو گا۔ کیونکہ کسی کی موجودگی میں تو وہ اسے پہچاننے کے لیے بھی تیار نہیں ہو گی۔

جوس کا دوسرا گلاس پینے میں وجے نے مزید پندرہ منٹ گزار دیے شوبھا کے گھر سے نکل کر ٹیکسی میں یہاں آتے آتے وجے نے جولی کو سمجھا دیا تھا کہ پہلے میں اکیلا ہی جا کر روکھی سے ملوں گا۔ تم میرے ساتھ نہیں چلو گی۔ بلکہ تمہیں نیچے ہی کہیں میری واپسی تک انتظار کرنا پڑے گا اور جولی نے بھی اس کا یہ مشورہ مان لیا تھا اور ایسا کرتے وقت اس نے کہا تھا۔ "روکھی سے ملنے کی خواہش تو مجھے بھی ہے مگر پھر بھی میں چاہتی ہوں کہ پہلے تم اکیلے ہی جاؤ۔" لیکن اب نہ جانے کیوں گھر کے بالکل نزدیک آکر بھی وجے اکیلا جانے میں ڈر محسوس کر رہا تھا۔ بار بار کل آدھی رات کا دیکھا ہوا خواب اس کی امیدوں پر دھند کی طرح چھاتا جا رہا تھا۔ مگر آخر کار دل کو مضبوط کر کے وہ وہاں سے اٹھا اور جولی سے بولا۔ "اب تمہیں اکیلے ہی وقت گزارنا پڑے گا۔ مجھے نہیں معلوم وہاں مجھے کتنی دیر لگ جائے گی شاید ایک منٹ میں ہی واپس آجاؤں اور شاید ایک گھنٹا بھی لگ جائے۔"

"کوئی بات نہیں وجے۔" جولی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم دیر سے آؤ گے تو مجھے خوشی ہو گی۔ میں یہ سمجھ لوں گی کہ بچھڑے ہوئے بھائی بہن باتوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔"

"اچھا اب میں جا رہا ہوں۔" کہہ کر وجے نے قدم بڑھائے تو جولی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ وجے کے قدم پہلے آہستہ آہستہ اور پھر تیز تیز اٹھنے لگے اور جولی بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر کے اس کی کامیابی کے لیے دعائیں کرنے لگی۔

کمپاؤنڈ پار کر کے لابی میں داخل ہوتے ہی وجے کو لفٹ کا جالی دار دروازہ دکھائی دیا۔ لیکن لفٹ اوپر گئی ہوئی تھی۔ اس کے آنے کا انتظار کرتے کرتے وہ اس عمارت میں رہنے والے لوگوں کے نام کی تختی پڑھنے لگا۔ پانچویں منزل کی چوکور سی تختی پر لکھے ہوئے تیسرے نام پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ روما دیوی فلیٹ نمبر 506 بس اتنا ہی لکھا تھا۔ روما دیوی کے آگے نہ تو مس کا لفظ تھا اور نہ ہی مسز کا۔ یہ نام پڑھ لینے کی بعد اس نے ایک بار پھر آگے جا کر لفٹ کا بٹن دبایا۔ لیکن پھر بھی لفٹ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے نیچے آنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے تو وہ زینے کے ذریعے اوپر جانے کے بارے میں سوچنے لگا۔ لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ لفٹ کے آس پاس اوپر جانے کے لیے کوئی زینہ ہی نہیں تھا۔

"کمال ہے لفٹ ہے اور سیڑھیاں نہیں ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔ پھر اس کی نظر سامنے کی دیوار پر پڑی جہاں ایک تختی پر لکھا تھا۔ "عمارت کی سیڑھی پچھلی طرف ہے۔ اس نے عمارت کی پچھلی طرف جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ عمارت کا چوکیدار اس کے سامنے آگیا۔ "کہاں جانا ہے صاحب؟"

"پانچویں منزل پر۔ "کہہ کر وجے نے پوچھا۔" لفٹ چل نہیں رہی کیا؟"

"چالو ہے جناب۔" چوکیدار نے جواب دیا اور لفٹ کا بٹن دبانے لگا۔ پھر اس نے گھنٹی کا بٹن دبا کر دیکھا۔ لیکن تھوڑی دیر تک جب اسے لفٹ کے نیچے آنے کی کوئی آواز سنائی نہیں دی تو بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ "صاحب کبھی کبھی تو یہاں ایسے اناڑی لوگ آجاتے ہیں کہ اوپر جانے کے بعد لفٹ کا دروازہ بھی ٹھیک سے بند نہیں کرتے۔"

"لیکن مکان کی سیڑھی پچھلی طرف کیوں ہے؟" وجے نے پوچھا۔

"چھوڑیں صاحب... اس مکان کی ہر بات بے ڈھنگی ہے۔" چوکیدار نے منہ بنا کر کہا۔ "یہ مکان پہلے صرف تین منزلہ تھا اس وقت لفٹ نہیں ڈالی گئی تھی مگر جب دو اور منزلیں بڑھائی گئیں تو لفٹ کی ضرورت بھی پیش آگئی۔ یہاں چونکہ لفٹ کے لیے جگہ تھی اس لیے عمارت کا صدر دروازہ پیچھے سے ہٹا کر یہاں لے آیا گیا۔ مگر آپ کو پانچویں منزل پر کس کے پاس جانا ہے؟"

"روما دیوی کے یہاں" اس نے جواب دیا۔

یہ سن کر چوکیدار اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وجے اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ روما دیوی گھر میں موجود ہوں گی نا؟ لیکن تب ہی لفٹ نیچے آگئی اس کا دروازہ کھلا اور اندر سے ایک آدمی جلدی سے باہر نکل کر تیزی سے نکلتا چلا گیا۔ اسے اس طرح بدحواسی کی حالت میں جاتے دیکھ کر چوکیدار بڑبڑایا "جانے کیسے کیسے لوگ یہاں آجاتے ہیں...؟"

چوکیدار کا فقرہ اس شخص کے لیے تھا یا اس کے لیے تھا؟ یہ بات وجے سوچ نہیں سکا اس نے لفٹ کے اندر گھس کر پانچویں منزل کا بٹن دبا دیا اوپر پہنچتے ہی اس کا دل دگنی رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔

پانچویں منزل پر لفٹ کے دونوں جانب تین تین فلیٹ تھے۔ دائیں جانب کے فلیٹ نمبر پڑھتا ہوا وہ 506 کے فلیٹ کے دروازے پر آکر رک گیا۔ اتنی دیر میں تو اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے۔ سانس روک کر اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دس سیکنڈ... بیس سیکنڈ... تیس سیکنڈ تک بھی کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا تو وجے بے چین سا ہو گیا اور اسی کیفیت میں اس نے پے در پے دو تین بار کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ اندر کال بیل کی آواز گونج رہی تھی لیکن اس کے باوجود کوئی دروازے تک نہیں آیا۔ اچانک اس نے ہاتھ سے دروازے پر دستک دینے کے لیے بند دروازے پر ہاتھ مارا ہی تھا کہ یکایک دروازہ خود بخود ہی کھل گیا۔ وجے پہلے تو چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا ایک خیال تیزی سے اس کے ذہن میں ابھرا۔ "کیا دروازہ پہلے سے ہی کھلا تھا؟ اس نے پھنسی ہوئی سی آواز میں پکارا.. "روما دیوی۔ روما دیوی۔"

لیکن جب اسے کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے دروازے کے اندر منہ ڈال کر پوچھا۔ "کوئی اندر ہے.."

مگر اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے ہمت کر کے قدم اٹھا دیے۔ اندر داخل ہو کر دھیرے دھیرے چلتا ہوا وہ ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہاں بھی کوئی دکھائی نہیں دیا۔ لیکن پھر بھی پنکھا چل رہا تھا۔ اور اس پنکھے کو دیکھ کر اس کی امید بندھ گئی تھی کہ یقیناً گھر میں کوئی موجود ضرور ہے۔

برابر کے کمرے میں جھانک کر وہ آواز لگانے ہی والا تھا کہ اچانک اس کے منہ سے دبی دبی سی ایک چیخ نکل گئی۔ وہ کسی پتھر کی مورت کی طرف چند لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں بھی حرکت کرنا بھول گئی تھیں۔ جو منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اس منظر کو اس کی آنکھیں برداشت نہیں کر پا رہی تھیں لیکن وہ اس پر سے نظر بھی نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

چھت سے ایک انسانی جسم لٹک رہا تھا اور دروازے سے اسے کمر تک حصہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے لباس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کوئی عورت ہی ہے۔ پھر بھی وہ دل کو یہ سمجھاتا ہوا دو قدم آگے بڑھا کہ یہ روما دیوی ... عرف روکھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال کر چھت سے لٹک جانے والی لاش کا چہرہ دیکھتے ہی وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔ بچھڑی ہوئی بہن سے ملنے کی وہ امیدیں جو پچھلے چھ سال سے اس کے سینے میں پرورش پا رہی تھیں وہ سب آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہی تھیں اور وہ دردناک لہجے میں بول رہا تھا۔ "روکھی میری بہن یہ تو نے کیا کیا؟"

سسک سسک کر روتے ہوئے وجے کو اچانک خیال آیا کہ یہ رونے کا وقت نہیں ہے دل پر ہاتھ رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آنسو پونچھ کر اس نے ایک بار پھر اپنی بہن کا چہرہ دیکھا۔ پھر لٹکتے ہوئے ہاتھ کی نبض ٹٹولنے لگا۔ لیکن نبض بیٹھی ہوئی تھی اب کیا کرنا؟ پہلے روکھی کے جسم کو نیچے اتارا جائے یا کسی کو اس کی خبر دی جائے؟ وجے کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ مگر پھر فوراً ہی اسے جولی کا خیال آگیا۔ لیکن اس نے فوراً" ہی اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جولی یہ بھیانک منظر دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔

یکایک اس کی نظر ٹیلیفون پر پڑی۔ فون کا ریسیور ایک جانب پڑا ہوا دیکھ کر اس کے دماغ میں بجلی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ پندرہ بیس منٹ پہلے جب اس نے باہر سے یہاں فون کیا تھا تو کسی نے ریسیور اٹھایا تھا مگر کہا کچھ نہیں تھا اور ریسیور الگ رکھ دیا گیا تھا۔ اس نے سوچا تو کیا اسی وقت روکھی خودکشی کرنے کی تیاری کر رہی تھی؟

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور اسے زور زور سے دبانے لگا کاش وہ ٹیکسی سے اترتے ہی سیدھا اوپر آجاتا تو ایسا ہرگز نہ ہوتا... بیس پچیس منٹ کی اس تاخیر نے اس کی بہن کو موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا کاش وہ جوس پینے کے بہانے دیر نہ کرتا تو شاید روکھی خودکشی کا ارادہ ہی نہ کرتی... مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟ اس نے دیوار سے سر لگایا اور اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگا..... تھوڑی دیر بعد وہ ٹیلیفون سیٹ کے پاس پہنچ گیا اور پولیس کو فون کرنے کے لیے ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اچانک اسے خیال آگیا کہ پولیس نے اس سے پوچھ لیا کہ تم کون بول رہے ہو تو وہ کیا جواب دے گا؟ روکھی کی موت کے صدمے کے ساتھ ساتھ خاندان کی عزت کا جنازہ نکلنے کا منظر بھی اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ نیپال کے راج پروہت کی بیٹی رکمنی جو دہلی کی کال گرل روما دیوی کے نام سے مشہور تھی کی پراسرار خودکشی۔۔۔ اخباروں میں جب اس طرح کی سرخیاں لگیں گی تو اس کے پتاجی یہ دہرا صدمہ کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ان کے دل کی دھڑکن تو کال گرل کا لفظ سنتے ہی بند ہو جائے گی۔ "نہیں نہیں..." وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا ..." میری یہاں موجودگی کا کسی کو بھی علم نہیں ہونا چاہیے۔ کیا کروں؟ بھاگ جاؤں؟"

اس نے ایک بار پھر روکھی کی بے جان لٹکتی ہوئی لاش پر نظر ڈالی۔ جیسے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ "چھ سال تک اتنا کچھ برداشت کرنے کے بعد تمہیں یہ راستہ کیوں اختیار کرنا پڑا روکھی؟ جہاں اتنے سال گزار دیے تھے وہاں آدھا گھنٹا اور زندہ رہ جاتیں تو شاید اس کمرے کا منظر ہی کچھ اور ہوتا.."

اچانک اس کی نظر روکھی کی گردن میں پڑے ہوئے لاکٹ پر گئی اور وہ چونک کر بڑبڑایا..... "ارے یہ لاکٹ تو روکھی کو رگھوپتی نے پہنایا تھا اس لاکٹ پر تو پشپتی ناتھ کے مندر کی تصویر کھدی ہوئی ہے..."

چند لمحوں تک وہ اس لاکٹ کو گھور گھور کر دیکھتا رہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے اس لاکٹ کو اپنی مٹھی میں لے لیا اور دانت پیس کر بولا۔ "پشپتی ناتھ تم بھی میری بہن کی حفاظت نہیں کر سکے۔" اس نے غصے میں اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو لاکٹ اس طرح اس کی مٹھی میں آگیا جیسے سوکھے ہوئے درخت سے کوئی سوکھا ہوا پتا ٹوٹ کر گر جاتا ہے۔

پہلے تو غصے میں اس کا جی چاہا کہ وہ لاکٹ کو زور سے فرش پر دے مارے لیکن ایسا کرنے کی اس میں ہمت نہیں ہوئی وہ لاکٹ کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر بڑبڑانے لگا "اب تو روکھی کی یہی ایک آخری نشانی ہے جو ساتھ رہے گی۔"

اس نے جلدی سے لاکٹ کو اپنی جیب میں سرکا دیا اور یہ سوچ کر کمرے سے باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھا کہ کم از کم پاس پڑوس والوں کو تو اس کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اطلاع کر دینی چاہیے۔

دروازے سے باہر نکل کر وہ برابر والے فلیٹ کی جانب آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر نیچے سڑک پر جا کر اٹک گئی۔ پولیس کی ایک جیپ اور اس کے پیچھے ایک ایمبولینس عمارت کے گیٹ میں داخل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ وجے پولیس کی جیپ اور ایمبولینس کو دیکھ کر چونک پڑا۔ پولیس کو کس طرح خبر ہو گئی کہ اس عمارت میں کوئی لاش پڑی ہے؟ پولیس کے ساتھ ایمبولینس بھی ہے اور اس کا مطلب صاف ہے کہ کسی نے پولیس کو پوری معلومات فراہم کر دی ہیں مگر وہ کون ہو سکتا ہے؟

اچانک دماغ میں لگنے والے ایک زور دار جھٹکے سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں اور ایک خیال بڑی تیزی سے اس کے ذہن میں دوڑ گیا..... اس واقعے میں ملوث کرنے کے لیے کسی نے کوئی چال تو نہیں چلی ہے؟

اس خیال کے آتے ہی وہ سر سے لے کر پیر تک کانپ گیا۔ کون اس کا دشمن ہو سکتا ہے؟ یہ سوچنے کا اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ کیونکہ پولیس لفٹ کے ذریعہ اب اوپر پہنچنے والی تھی۔ اگر پولیس اوپر آگئی تو وہ بھاگ نہیں سکے گا اس نے جلدی سے سوچ لیا کہ اس کا جو چاہے حشر ہو لیکن یہ راز تو کسی بھی قیمت پر ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ روما دیوی حقیقت میں نیپال کے راج پروہت گوری شنکر کی بیٹی روکھی تھی۔

اور پھر اس نے سیڑھیاں تلاش کرنے کے لیے دبے پاؤں دوڑ لگا دی۔ بائیں جانب کے سرے پر پہنچا تو وہاں سیڑھی دکھائی نہیں دی۔ اس لیے وہ تیزی سے واپس پلٹا۔ لفٹ کے قریب آیا تو اوپر آتی ہوئی لفٹ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اس کا دم گھٹنے لگا اور دماغ چکرانے لگا۔ اور تب ہی اسے لفٹ کی داہنی جانب ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دیا۔ وہ وہاں چھپنے کے لیے تیزی سے لپکا۔ ابھی وہ دس قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اسے سیڑھیاں نظر آگئیں۔ لفٹ کے دروازے کے کھلنے کی آواز سنتے ہی اس نے آنکھیں بند کر کے ایک ساتھ دو دو تین تین زینے پھلانگنے شروع کر دیے۔

پچیس سیکنڈ میں وہ پانچ منزلہ عمارت سے نیچے اتر کر بری طرح ہانپنے لگا تھا اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ دونوں

ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر وہ ایک سیکنڈ کے لیے سانس لینے کے لیے رک گیا۔ پھر دبے پاؤں وہ عمارت کے پچھلے دروازے کی جانب سرکنے لگا۔ وہ دروازے تک پہنچ گیا اور اندھیرے میں چاروں طرف دیکھ کر اطمینان کرنے لگا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ آس پاس کوئی موجود نہیں ہے تو اس نے دروازے کے باہر پاؤں رکھ دیے۔

مگر ٹھیک اسی وقت پیچھے سے کسی نے اس پر کوئی موٹا کپڑا ڈال کر اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا۔ وجے کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ مگر اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ آدمی اسے دبوچ کر آگے کی جانب لے جا رہے ہیں اور پھر انہوں نے اسے کسی کار کے اندر دھکیل دیا اور پھر وہ کار تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی تھی۔

○

"گوپی ہم نے گھر کی ایک ایک جگہ اور ایک ایک چیز دیکھ ڈالی لیکن ہمارا مال کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔" ڈرائنگ روم میں آکر رانا نے گوپی ناتھ سے کہا۔ جو بڑے سکون سے ایک صوفے پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ رانا ایک لمحے تک اس کے گمبھیر چہرے کو تکتا رہا پھر اپنی الجھن کا اظہار کرتے ہوئے آگے بولا۔ "میرا خیال ہے بینک کی لوٹی ہوئی رقم اس نے کسی اور جگہ چھپا دی ہو گی۔"

لیکن گوپی ناتھ نے اس کی یہ بات سننے کے باوجود اپنے ہونٹوں میں دبا ہوا سگار نہیں ہٹایا وہ ابھی تک چپ چاپ بیٹھا رانا کے چہرے کو ہی گھور رہا تھا۔ رانا کو اس کی یہ پراسرار سی خاموشی بری طرح کھٹک رہی تھی اسی لیے تھوڑی سی تاخیر کے بعد وہ پھر بولا۔ "وجے نے اپنی زبان بالکل ہی بند کر رکھی ہے۔ اور تم سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے یہاں بیٹھے ہو؟ اس کے ساتھ جب تک سختی نہیں ہو گی اس وقت تک وہ مال اگلنے والا نہیں ہے اگر ہم نے جلد ہی کوئی فیصلہ نہیں کیا تو اس طرح ساری رات گزر جائے گی اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

اچانک گوپی ناتھ نے ایک جھٹکے سے سگار اپنے ہونٹوں سے کھینچ لیا اور بولا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"رانا میں یہ سوچ رہا تھا کہ پولیس کی جیپ کو آتے دیکھ کر ہم لوگ تو اپنی جیپ پچھلے گیٹ کی جانب لے گئے تھے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وجے پولیس سے ڈر کر پچھلے دروازے سے کیوں بھاگ رہا تھا؟ اسے پولیس سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ممکن ہے بینک ڈکیتی کے سلسلے میں جس طرح دہلی کی پولیس ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اسی طرح وہ وجے کے پیچھے بھی لگ گئی ہو۔" رانا نے کہا تو اس کی دلیل سن کر گوپی ناتھ نے بڑی تیز نظروں سے اسے گھورا اور بولا۔ "تم ہمیشہ جواب دینے میں جلد بازی کرتے ہو۔ ذرا سکون سے سوچ کر بولنا سیکھو۔ وجے کو آئیڈیل اپارٹمنٹ کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے میں نے دیکھا تھا۔ پھر میں نے تمہیں بھی دکھایا تھا۔"

"ہاں"

"جب وہ اندر جا رہا تھا تو اس کی چال میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی کہ وہ پولیس سے ڈر کر بھاگ رہا ہو۔ وہ بڑے سکون سے قدم اٹھاتا ہوا اندر جا رہا تھا اور اس نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ جب تک لفٹ نیچے نہیں آئی اس وقت تک وہ خود کو چھپائے بغیر لفٹ کے انتظار میں وہیں کھڑا رہا تھا اور چوکیدار سے بھی بے دھڑک پوچھ گچھ کر رہا تھا۔"

"تو پھر یہ کیوں نہ سوچا جائے گوپی ناتھ کے اس نے ہماری لوٹی ہوئی رقم کو آئیڈیل اپارٹمنٹ کے ہی کسی کمرے میں چھپا کر رکھا ہو گا؟" رانا نے جواب دیا" تمہاری طرح پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا۔" گوپی ناتھ مسکرا کر بولا۔ "لیکن آدمی نے جس جگہ لاکھوں روپے چھپائے ہوں اس جگہ وہ پہلی بار کس طرح جاتا ہوا دکھائی دے گا؟ تم نے دیکھا نہیں وہ تو چوکیدار سے کسی کے بارے میں پوچھ کر اوپر گیا تھا۔"

گوپی ناتھ کی یہ بات سن کر رانا کے چہرے پر الجھن کی لکیریں اور گہری ہو گئیں اور وہ جھنجلائی ہوئی آواز میں بولا.. "تب تو پھر الٹی سیدھی باتیں سوچنے سے یہی بہتر ہے کہ جا کر اس کے پیٹ میں دو چار گھونسے لگا دو تاکہ وہ سب کچھ فٹافٹ اگل دے۔"

گوپی ناتھ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور سگار پر جمی ہوئی راکھ کو جھاڑ کر پھر سے سگار کا دھواں اڑانے لگا۔ وہ پچھلے چار روز سے اپنے ساتھیوں کے

ساتھ وجے کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ اتنے بڑے شہر میں ایک اجنبی شخص کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا اور ایسی حالت میں تو یہ اور بھی ناممکن تھا جب کہ انہیں خود بھی پولیس کے خوف سے چھپ چھپ کر چلنا پڑتا تھا۔ پھر بھی اس نے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر وجے کی تلاش جاری رکھی ہوئی تھی وہ اور اس کے تینوں ساتھی الگ الگ سینما ہالوں میں جا کر فلم کے تینوں شو دیکھ لیتے تھے اور رات کو الگ الگ ہوٹلوں میں جا کر کھانا کھاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ چونکہ وجے بالکل اچانک ہی لاکھوں روپے کا مالک بن گیا ہے اس لیے وہ عیش و عشرت کے لیے کبھی بھی کسی ہوٹل اور تفریح گاہ میں جا سکتا ہے۔ اس نے نیپال بھون سے اتنی معلومات تو حاصل کر ہی لی تھیں کہ وجے تین روز تک وہاں قیام کر چکا تھا اور نیپال ایمبسی سے اس نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ "کوٹا کھانا" کے سلسلے میں رقم کی جو ہنڈی اسے دی گئی تھی وہ بھی اس نے کیش کرا لی تھی۔ یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اشوکا جیسے فائیو اسٹار ہوٹل سے لے کر کناٹ سرکس کے ٹو اسٹار اور تھری اسٹار ہوٹلوں کو بھی چیک کر لیا تھا لیکن کسی نے بھی وجے کمار کا نام سن کر اس کی موجودگی کی حامی نہیں بھری تھی اور چوتھے روز وہ تھک ہار کر اس کی تلاش کا ارادہ ملتوی کر کے دماغ کا بوجھ ہلکا کرنے کی نیت سے جیپ میں بیٹھ کر گھومنے نکل پڑے تھے۔ اور یہ اتفاق ہی تھا کہ گوپی ناتھ کی نظر وجے پر پڑ گئی تھی جو آئیڈیل اپارٹمنٹ کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا اور تب وہ بہت جوشیلے لہجے میں اپنے ساتھیوں سے بولا تھا۔" وہ.... دیکھو.... وہ رہا وجے۔ کم بخت کو جب ہم پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہے تھے تو اسکا کہیں پتا نہیں چل رہا تھا۔ اور اب جب کہ ہم گھومنے نکلے ہیں تو یہ ہمارے سامنے آگیا ہے۔"

اس نے آئیڈیل اپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر اپنی جیپ روک دی تھی۔ اور اپنے ساتھی شیرا کو بلڈنگ کے چاروں طرف چکر لگانے بھیج دیا تھا اور تب ہی یہ بات اسے معلوم ہوئی تھی کہ لفٹ کے ذریعہ اوپر جانے کا راستہ بلڈنگ کے اگلے حصے میں ہے۔ جب کہ زینے کا راستہ بلڈنگ کی پچھلی جانب ہے۔ ان حالات میں اس نے دونوں راستوں پر نظر رکھنے کے لیے جیپ کو ایک ایسی جگہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا تھا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جہاں سے وہ اور اس کے ساتھی دونوں راستوں سے آتے جاتے ہوئے لوگوں کو د
سکتے تھے۔ اور جب وہ چاروں وجے کے واپس آنے کے انتظار میں بیٹھے تھے اچانک
انہیں پولیس کی ایک جیپ وہاں آتی ہوئی دکھائی دی۔ پولیس کی جیپ کو دیکھ کر پہلے
وہ یہی سمجھے کہ پولیس انہیں گرفتار کرنے کے لیے ان کے پیچھے آئی ہے۔ انہوں نے
اپنی جیپ کو وہیں چھوڑ کر پیدل ہی بھاگ جانے کے بارے میں سوچ لیا تھا۔ لیکن
جب انہوں نے پولیس جیپ کو آئیڈیل اپارٹمنٹ کے کمپاؤنڈ میں مڑتے دیکھا تو انہوں
نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ اور پھر جب انہیں پولیس کی جیپ کے پیچھے ایک
ایمبولینس نظر آئی تو انہیں پورا یقین ہو گیا کہ عمارت کے اندر ضرور کوئی ایسا واقعہ
رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے پولیس اور ایمبولینس کو وہاں آنا پڑا ہے۔

○

تھوڑی دیر بعد جب وجے نے پانچویں منزل سے جھانک کر نیچے دیکھا تھا تو ایک بار پھر گوپی ناتھ کی نظر اس پر پڑ گئی تھی۔ اس وقت وجے پولیس کی جیپ کو دیکھ کر بہت زیادہ گھبرایا ہوا سا دکھائی دیا تھا۔ اس کی گھبراہٹ کو محسوس کرنے کے بعد ہی اس نے اپنی جیپ بلڈنگ کی پچھلی جانب والے راستے پر لا کر کھڑی کر دی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اب وجے بلڈنگ سے نکلنے کے لیے پچھلا زینہ ہی استعمال کرے گا' اس کا یہ اندازہ بالکل درست ثابت ہوا تھا۔ وجے بلڈنگ کے اگلے حصے میں پولیس کی جیپ کو رکتے دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ اس لیے جب اس نے پولیس کی نظروں سے بچ کر پچھلی جانب کے زینے سے اتر کر بھاگنے کی کوشش کی تھی تو گوپی ناتھ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اسے دبوچ لیا تھا۔ انہوں نے جب اس کے سر پر کپڑا ڈال کر اسے جیپ میں بٹھایا تھا تو وجے تھوڑی دیر تک آزاد ہونے کی جدوجہد کرتا رہا لیکن جب اسے اپنی کامیابی کی امید نظر نہیں آئی تو اس نے خود کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ پھر جب ایک سنسان سی جگہ پر جیپ روک کر انہوں نے اس کے منہ پر سے کپڑا ہٹایا تو وجے پولیس کے بجائے چند نیپالی چہرے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ یہ چہرے اس کے جانے پہچانے چہرے تھے۔ اس لیے اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے صرف اتنا ہی کہا تھا۔ "اوہ... تو یہ تم لوگ ہو؟"

پھر اس نے ان لوگوں سے یہ تک نہیں پوچھا تھا کہ تم لوگ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟

اور تب گوپی ناتھ کو خود ہی کہنا پڑا تھا۔ "وجے میرا خیال ہے کہ اب تم یہ سمجھ ہی گئے ہو گے کہ ہم لوگ تمہیں اٹھا کر یہاں کیوں لائے ہیں؟ شاید تم یہ بھی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سوچ رہے ہو گے کہ پولیس کے ہاتھوں سے بچنے کی کوشش میں تم بینک سے لوٹی ہوئی رقم کے اصلی حقداروں کے ہتھے چڑھ گئے ہو..."

لیکن وجے اس کی یہ بات سن کر بھی خاموش رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی گہری اداسی چھائی ہوئی تھی اور چہرے پر افسردگی کی بے شمار آڑی ترچھی لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔

"تمہیں ہم لوگوں کو اپنے ساتھ اپنے ٹھکانے پر لے جانا ہو گا وجے۔" وجے کو خاموش دیکھ کر گوپی ناتھ نے کہا تھا۔ "وہاں ہم سکون سے اپنا کام کر سکیں گے۔ لے جاؤ گے نا؟"

لیکن وجے نے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے صرف گردن کے اشارے سے اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا تھا اور پھر جب تک جیپ چلتی رہی وہ چپ رہ کر اشارے سے انہیں راستہ دکھاتا جا رہا تھا۔ اس کی اس پراسرار خاموشی نے گوپی ناتھ کو اور بھی زیادہ چوکنا کر دیا تھا اس لیے اس نے کہا تھا "دیکھو وجے ہمیں اس طرح اپنے گھر کے اندر لے جانا جیسے ہم تمہارے دوست ہوں۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ اس کا انجام برا ہو گا۔ کیونکہ ہم لوگ ہر قیمت پر اپنا کام ختم کر کے ہی یہاں سے واپس جائیں گے۔"

لیکن گوپی ناتھ کی اس دھمکی کے باوجود بھی وجے نے اپنے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا اور انہیں چپ چاپ اپنے گھر لے آیا تھا۔ مکان کے اوپر والے حصے میں آنے کے بعد گوپی ناتھ نے پورے گھر کا ایک چکر لگا کر یہ اطمینان کر لیا تھا کہ گھر میں ان کے علاوہ کوئی اور موجود تو نہیں ہے۔ جب وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا تو پھر اس نے وجے سے پوچھا تھا "اب بتاؤ وجے بینک کے دو بکسوں کا روپیا تم نے کہاں چھپایا ہے؟" اتنا کہہ کر اس نے اپنی جیب سے اپنا پستول نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ لیکن وجے کے سپاٹ چہرے پر اسے پستول کا بھی کوئی خوف نظر نہیں آیا تھا۔ اس وقت وجے کو اپنی طرف اجنبی نظروں سے گھورتے دیکھ کر اس کے جی میں آیا تھا کہ وہ ایک زور دار گھونسا اس کے جبڑے پر رسید کر دے۔ لیکن وجے کی آنکھوں میں چھائی ہوئی اداسی کی گہری لکیروں کو دیکھ کر اس کا سارا غصہ دم توڑ کر رہ گیا تھا اور

جب رانا نے آگے بڑھ کر وجے کو گردن سے پکڑ کر جھٹکا دینے کی کوشش کی تھی تو گوپی ناتھ نے اسے بھی روک کر نرمی سے کام نکالنے کی کوشش کی تھی اور وجے سے کہا تھا۔ "تم کچھ بولتے کیوں نہیں وجے؟ تم کچھ بتاؤ گے جب ہم فیصلہ کر سکیں گے کہ ہمیں تمہارے ساتھ کس حد تک آگے جانا چاہیے؟"

اس بات پر پہلی بار وجے کے چہرے پر کچھ تبدیلی کے آثار نظر آئے۔ اس نے پہلے تو ایک گہرا سانس لیا پھر اپنے حلق سے تھوک اتارتے ہوئے بہ مشکل بولا۔ "برائے مہربانی اس وقت آپ لوگ مجھ سے کچھ مت پوچھیں۔" اتنا کہہ کر اس نے خود کو پلنگ پر گرا دیا تھا اور تکیے میں منہ چھپا کر بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

ٹھیک اسی وقت شیرا کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس نے گوپی ناتھ کے پاس آ کر کہا۔ "گوپی یہ دیکھو بنک کی چیک بک مجھے یہ میز کی دراز میں سے ملی ہے۔" گوپی ناتھ نے سگار کی راکھ جھاڑی اور شیرا کے ہاتھ سے چیک بک لے کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔ "ہوں.... تو آج ہی اس نے بینک سے دو لاکھ روپے نکلوائے ہیں۔"

یہ سن کر بالکونی میں کھڑا ہوا رانا بھی ان کے قریب آ گیا اور بولا۔ "تب تو یقیناً" وجے دو لاکھ روپے لے کر آئیڈیل اپارٹمنٹ میں کوئی سودا کرنے گیا ہو گا۔"

گوپی ناتھ نے ایک جھٹکے سے گردن اٹھا کر اس طرح اسے گھورا جیسے اپنی تیز نظروں سے اس کا جسم چھلنی کر دے گا۔ "پھر تم بلا سوچے سمجھے بول گئے؟" وہ کرخت لہجے میں بولا "تمہیں یاد ہے ہم لوگوں نے وجے کو آئیڈیل اپارٹمنٹ میں خالی ہاتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا؟"

"اوہ..." رانا اپنا سر کھجانے لگا پھر آگے بولا۔ "تب اس نے بینک سے نکلوائے ہوئے دو لاکھ روپے کہاں رکھے ہوں گے؟ اس گھر میں سے تو کچھ بھی ہاتھ نہیں لگا ہے..."

"رانا ہم لوگوں نے بینک کی تقریباً" پچپن یا ساٹھ لاکھ کی رقم لوٹی تھی اور ہمیں اس کی تلاش ہے۔" گوپی ناتھ گھمبیر لہجے میں بولا "ممکن ہے وجے نے بینک سے جو دو لاکھ روپے نکلوائے ہوں وہ اس کے "کوٹا کھاتا" والے روپے ہوں۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" شپرا اس طرح بولا جیسے اس کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ "پون گھنٹے سے ہم اس گھر کی تلاشی لے رہے ہیں۔ لیکن کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا ہے اور وجے تو اس طرح پلنگ پر گرا پڑا ہے جیسے اسے ہماری موجودگی کی کوئی پرواہ ہی نہ ہو... میری تو سمجھ میں نہیں آتا گوپی ناتھ کہ آج تم اتنے رحم دل کیوں بن گئے ہو؟"

"یہ بات تو خود میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔" گوپی ناتھ نے گہری سنجیدگی سے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا پھر آگے بولا۔ "مجھے تو اس کی خاموشی کے پیچھے کوئی بہت بڑا راز نظر آرہا ہے۔ وہ اتنا زیادہ گھبرایا ہوا ہے جیسے کوئی بہت بڑا گناہ کر کے اندر ہی اندر پچھتا رہا ہو۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اس طرح کی اداکاری کر کے وقت گزرانے کی کوشش کر رہا ہو؟" شپرا نے اپنے شک کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے وہ کسی کے آنے کی راہ دیکھ رہا ہو۔"

"ایسا تو..." گوپی ناتھ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے کی گھنٹی اسی طرح بج اٹھی جیسے وہ شپرا کی کہی ہوئی بات پر سچ کر مہر لگا رہی ہو۔ گوپی ناتھ آگے کچھ نہ بول سکا اور وہ تینوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ کون ہو گا؟ ایک ساتھ تینوں نے اپنے اپنے پستول نکال لیے۔ یکایک گوپی ناتھ لپک کر اس کمرے کے دروازے کی جانب سرک گیا جہاں وجے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو وجے اسی طرح پلنگ پر اوندھا پڑا تھا جیسے اس نے دروازے پر بجنے والی گھنٹی کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ وجے کو اس قدر بے خبر دیکھ کر اس کا پہلی بار یہ جی چاہا کہ وہ مار مار کر وجے کا حلیہ بگاڑ دے۔ مگر اب اس کا موقع نہیں تھا۔ کیونکہ کوئی دروازے پر کھڑا گھنٹی بجا رہا تھا۔ دوسری گھنٹی کی آواز سنتے ہی گوپی ناتھ کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ لیکن پھر بھی اس نے رانا کو اشارے سے سمجھایا کہ تم سنبھل کر دروازہ کھول دو ہم ہوشیاری سے دیوار کے ساتھ چپکے کھڑے ہیں۔

رانا اس کی بات سمجھ گیا اور پھر دوسرے ہی پل وہ دبے پاؤں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ پہلے تو وہ ایک لمحے کے لیے دروازے کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر اس نے

اپنا پستول والا ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے موڑ لیا اور دوسرا ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا اور گوپی اور شپرا سانس روکے دروازے کے قریب ہی ہر قسم کی صورت حال سے نپٹنے کے لیے دیوار سے چپکے ہوئے کھڑے تھے۔ یکایک انہیں رانا کی آواز سنائی دی "ارے رگھوپتی تم؟" رانا کی آواز میں پہلے تو خوشی اور حیرت کی جھلک سی محسوس ہوئی تھی مگر پھر اس کے لہجے میں گھبراہٹ اور خوف کی کپکپاہٹ سی آگئی۔ "تم... تم یہاں کیسے؟ اور یہ تمہارے ساتھ.... کون ہے؟"

لیکن گوپی اور شپرا کو اس کے سوال کے جواب میں گھر میں داخل ہونے والوں کے قدموں کی آہٹ ہی سننے کو ملی۔ رگھوپتی رانا کی بات کا جواب دیے بغیر بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے جولی بھی اندر آگئی۔ دروازے کے اندر دو قدم آگے بڑھ کر یکایک رگھوپتی پلٹا تو اس کی نظر دیوار سے چپک کر کھڑے ہوئے گوپی اور شپرا پر پڑی جو پستول تانے کھڑے تھے۔ یکایک گوپی ناتھ کی گردن اکڑ گئی اور وہ ہونٹ بھینچ کر بولا "تو اس کا مطلب ہے رائل نیپال بینک کو لوٹنے والا پورا گروہ اس گھر میں گھس آیا ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے رانا کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا۔

"وجے کہاں ہے؟"

رانا نے کوئی جواب نہ دے کر گوپی ناتھ کی طرف دیکھا۔ جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا جواب دوں؟

"وہ اندر پلنگ پر پڑا ہے۔" گوپی ناتھ نے جواب دیا۔

"کیا؟" جولی چیخ پڑی اور دوڑتی ہوئی وجے کے کمرے کی طرف بھاگی۔

لیکن رگھوپتی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں اس نے گھور گھور کر باری باری ان تینوں کو دیکھا اور دانت پیس کر بولا "تو تم لوگوں نے.... اسے..."

سوچ میں ڈوب گئے۔

"اب تم ہی کہو گے گوپی ایسے شیطانی کام کرنے والے کو اس کے انجام تک پہنچانا بھی بھلائی کا کام ہے نا؟"

رگھوپتی نے پوچھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔" گوپی ناتھ بولا۔ لیکن اس کا پتا کیسے چلے گا؟"

"پتا تو نہیں۔ البتہ اس کا ثبوت مل گیا ہے۔"
رگھوپتی بولا۔
"کیسا ثبوت؟" رانا نے پوچھا۔
"یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔" رگھوپتی بولا۔ "پہلے تم لوگ یہ فیصلہ کر لو کہ اس کام میں ہمارا ساتھ دو گے یا نہیں"
"یہ تمہاری شرط ہے؟"
جس طرح یہ میری شرط ہے۔ اس طرح یہ تمہارا فرض بھی ہے۔" رگھوپتی نے انہیں آمادہ کرنے کی کوشش میں کہا۔" دشمن اگر ایک دو ہوں تو میں اور وجے ہی کافی ہوں گے۔ اور اس کے لیے لاکھ دو لاکھ خرچ ہوتے ہیں تو اتنی رقم ہمارے پاس ہے ورنہ یہ طے ہے کہ تم لوگوں کو ہمارے اس کام میں حصے دار بننا ہو گا۔"
اب گوپی ناتھ نے اپنے دونوں ساتھیوں رانا اور شپرا کی طرف دیکھا تو رگھوپتی سمجھ گیا کہ وہ ان سے کچھ مشور کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ اٹھ گیا۔ اور کمرے کے دروزاے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں دو منٹ میں آتا ہوں جب تک تم لوگ سوچ لو۔"
"رانا مجھے تو اس میں کچھ گڑبڑ نظر آرہی ہے۔" گوپی ناتھ نے دھیرے سے کہا۔
"میرا بھی یہی خیال ہے۔" شپرا دبی آواز میں بولا۔" یہ رگھوپتی ہمیں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔"
"لیکن ساری باتیں سننے کے بعد بھی انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟" رانا نے درمیانی راستہ اپناتے ہوئے کہا۔" اس کی مدد کے بغیر اپنی کھوئی ہوئی رقم واپس نہیں لا سکتے۔ اور دادا گیری کے آگے رگھوپتی جھکنے والا نہیں ہے۔"
"تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ہی جھکنا پڑے گا؟" گوپی ناتھ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑاتے ہوئے بولا۔" کس کو معلوم اس کا کام ختم ہونے میں کتنے دن لگ جائیں؟"
"اس کی مدت ہم خود طے کر لیں گے پھر تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟" رانا نے مفاہمت کی راہ سجھائی لیکن اس کی یہ بات ڈرائنگ روم میں داخل ہونے والے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رگھوپتی نے سن لی اور وہ دروازے پر سے ہی بولا۔" رانا کی بات مجھے منظور ہے۔ آج کی رات یا کل دن تک ان چوبیس گھنٹوں میں صحیح صورت حال سامنے آجائے گی۔"
یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر ریسیور کان سے لگا کر رانا سے بولا۔" میں ابھی پوچھ لیتا ہوں۔"
"ہیلو۔" دوسری جانب سے کسی نے ریسیور اٹھایا تو رگھوپتی نے کہا۔ "ریگن"
وہ یہ ایک لفظ کہہ کر چپ ہو گیا تو وہ تینوں حیرت میں پڑ گئے یہ ریگن کون ہے؟"
چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف سے جواب ملا۔" آج رات دس بجے میں پتا لکھواتا ہوں وہیں پہنچ جانا۔"
"ٹھیک ہے۔" رگھوپتی نے کہا اور پھر قلم نکال کر پتا نوٹ کرنے لگا۔ جب وہ پتا نوٹ کر چکا تو دوسری طرف سے کہا گیا۔ "گاڑی کو گلی کے موڑ پر ہی چھوڑ دینا۔ اور گلی میں فلیک دوسرے سے اونچی آواز میں باتیں نہ کرنا۔ آگے چل کر جو سامنے سے آتا ہوا شخص ملے تو اس سے پوچھنا ریگن ہاؤس کہا ہے۔ بس میرے آدمی سمجھ جائیں گے۔ اس کے بعد تم لوگ اس کے پیچھے چلے آنا۔"
"مگر ہم تین نہیں چار ہیں ریگن۔" پھر اس سے پہلے کے دوسری طرف سے چاروں پر کوئی اعتراض ہوتا وہ خود ہی جلدی سے بول پڑا۔" چوتھے کے بغیر ایک بڑی رقم کا انتظام نہیں ہو سکتا۔"
"ٹھیک ہے چار ہی آنا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ "لیکن یاد رکھو اگر کوئی پانچواں بھی تمہارے ساتھ ہوا تو کوئی تمہیں ریگن ہاؤس کا پتا نہیں بتائے گا۔ اس لیے کہ اس گلی میں ریگن ہاؤس نام کا کوئی گھر ہی نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا رگھوپتی نے ریسیور رکھا تو وہ تینوں سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔
"بات پکی ہو گئی ہے گوپی۔" رگھوپتی ان کی طرف دیکھ کر بولا۔ "آج رات دس بجے ہمیں جانا ہے۔ وجے جولی میں اور تم۔"
"اور ہم دونوں؟" رانا نے بے صبری سے پوچھا۔
"تم اور شپرا یہیں رہو گے۔" رگھوپتی نے فیصلہ سنایا۔ "اور اس فیصلے میں رد و

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بدل کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

○

"جاؤ اب گھر میں جا کر چپ چاپ سو جاؤ۔"

وہ چھ بجے ایک ریسٹورنٹ میں رات کا کھانا کھا کر واپس آئے تو وجے کے گھر سے کچھ فاصلے پر جیپ روک دی گئی۔ شپرا اور رانا کو جیپ سے اترنے کا اشارہ کر کے گوپی ناتھ نے انہیں تاکید کی اور آگے بولا۔ "اور دیکھو رانا رات کو پینے کے لیے کہیں ادھر ادھر مت نکل جانا۔ نشے میں تم ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہو اس لیے واپسی میں تم وجے کا گھر بھی بھول جاؤ گے۔"

رانا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شپرا اور وہ جیپ سے اتر گئے۔ تو جیپ آگے بڑھ گئی۔ وہ دونوں اس وقت تک وہیں کھڑے رہے جب تک جیپ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ "چلو شپرا کہیں نزدیک میں سے ایک بوتل لے آتے ہیں۔" رانا آگے قدم بڑھاتے ہوئے بڑبڑایا۔ "ایک تو ہمیں ساتھ نہیں لے گئے اور اوپر سے پینے کو بھی منع کر گیا ہے۔ آج کل مے بغیر چین کہاں پڑتا ہے؟"

"نہیں رانا رات کے ساڑھے نو بج چکے ہیں اور یہ علاقہ بھی ہمارے لیے اجنبی ہے ایسی حالت میں ہمیں بوتل ڈھونڈنے نہیں جانا چاہیے۔" شپرا نے رانا کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔ "اور پھر کھانا کھانے کے بعد یہ پینے کی کیا تک ہے؟"

لیکن مکان کے کمپاؤنڈ میں آکر رانا پھر رک گیا اور شپرا سے بولا۔ "شپرا تم جاؤ میں اس نوکر کو پکڑتا ہوں وہ کہیں سے بھی بوتل لا دے گا۔"

"یہ کہہ کر تم واپس جانا چاہتے ہو۔" شپرا نے ذرا غصے میں کہا۔ "اگر تم کو اس نوکر نے منع کر دیا تو خود بوتل ڈھونڈنے کے لیے نکل پڑو گے میں تمہیں جانتا ہوں۔"

"نہیں شپرا... میں تمہاری قسم کھاتا ہوں۔" رانا نے کہا لیکن پھر اس نے سوچا کہ شپرا محض اتنی سی یقین دہانی پر نہیں مانے گا اس لیے وہ ذرا اور بڑی قسم کھاتے ہوئے آگے بولا۔ "مجھے بھگوان کرشن جی کی قسم ہے کہ میں کمپاؤنڈ سے باہر قدم نہیں رکھوں گا... بس۔"

"ٹھیک ہے۔" مجبوراً شپرا کو اپنی ضد چھوڑنی پڑی۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ کرشن بھگوان کی قسم کھانے کے بعد رانا وعدہ خلافی نہیں کرے گا "مگر جلدی واپس آجانا میں اوپر جا رہا ہوں۔"

شپرا جب زینے چڑھنے لگا تو رانا جلدی سے چلتا ہوا کمپاؤنڈ کے کونے میں بنے ہوئے سرونٹ کوارٹر کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن گھر کے نوکر جنگا بہادر کو آواز دینے کی بجائے اس نے دروازے پر دستک دینے کیلئے ہاتھ بڑھایا مگر وہ دستک نہیں دے سکا کیونکہ دروازے پر تالا لگایا ہوا تھا۔ "سالا یہ تو خود ہی کہیں نشہ کرنے چلا گیا ہے۔" وہ تالے کو دیکھ کر بڑبڑایا اور غصے میں زمین پر پاؤں پٹخ کر واپس چل پڑا وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا رہا تھا کہ "اگر میں نے کرشن بھگوان کی قسم نہ کھائی ہوتی تو..." وہ پاؤں پٹختا ہوا غصے میں وہیں لان میں ہی ٹہلنے لگا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ وہ اسی جگہ جنگا بہادر کے آنے کا انتظار کرے گا' چاہے شپرا اوپر پڑے پڑے سو ہی کیوں نہ جائے۔

"کون ہے؟" یکایک نچلے حصے کی کھڑکی میں سے نکلتی ہوئی ایک آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو اس نے زینے کی جانب بڑھنے کے لیے اپنے قدم بڑھائے اور ٹھیک اسی وقت "کون ہے؟" کی دوسری آواز کے ساتھ باہر کی ٹیوب لائٹ جل اٹھی اور وہ پوری طرح سے روشنی کے حصار میں آگیا۔

کھڑکی کا پٹ کھل چکا تھا اور اس کے پیچھے کھڑی ہوئی عورت پر نظر پڑتے ہی رانا گھبرا گیا پھر بولا۔ "میں ہوں.... وجے کا مہمان کھانا کھانے کے بعد یوں ہی ذرا چہل قدمی کر رہا تھا۔"

"ارے.... اگر مجھ سے غلطی نہیں ہو رہی ہے تو تم یقیناً" سنگرام ہو۔" یکایک اس عورت نے کہا تو رانا اور زیادہ بوکھلا گیا اور اسی وقت اسے یاد آگیا کہ اس مکان کے نچلے حصے میں نیپالی سفارت خانے کا کیشیر پرشاد جی رہتا ہے لیکن اس کی بیوی اس کے پورے نام سے کیسے واقف ہو گئی؟"

"تم سنگرام رانا ہی ہو نا؟" اندر سے اس عورت نے پر یقین لہجے میں پوچھا تو رانا کو کھڑکی کے قریب بڑھنا پڑا وہ سوچ رہا تھا کہ اب اسے بڑی احتیاط سے کام لینا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پڑے گا ورنہ نہ معلوم یہ عورت کون ہے اور اسے کیسے پہچانتی ہے؟ لیکن کھڑکی کے قریب آکر اس عورت کا چہرہ دیکھتے ہی اس کے منہ سے نکل گیا۔ "ارے.... آشا.... تم یہاں؟"

"میں تو یہیں رہتی ہوں۔ لیکن تم یہاں کب آئے؟" آشا کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی لیکن اس کا سوال سن کر وہ اندر ہی اندر گھبرا کر سوچ رہا تھا کہ کاش یہاں کوئی جان پہچان والا نہ ملتا تو اچھا تھا۔

"اندر آجاؤ سنگرام" آشا نے ہنس کر کہا۔ "میں تو یہ سمجھی تھی کہ کوئی چور مکان میں گھس آیا ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ روشنی میں تمہارا چہرہ نظر آگیا اور میں نے تمہیں پہچان لیا۔ ورنہ میں تو چیخ پڑی ہوتی۔"

وہ دونوں کھٹمنڈو کالج میں ایک ساتھ پڑھ چکے تھے مگر اس زمانے کی دبلی پتلی اور شرمیلی سی لڑکی آشا اب رانا کو بہت بدلی بدلی سی نظر آرہی تھی۔ بھرا بھرا جسم خوبصورت صراحی دار گردن رس بھرے ہونٹ اور مستی بھری آنکھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو تم؟" آشا نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "گھر میں اس وقت میں تنہا ہوں پرشاد جی تو پچھلے پانچ دنوں سے کھٹمنڈو گئے ہوئے ہیں اور تمہارے میزبان وجے صاحب بھی اوپر نہیں ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکی پھر آگے بولی۔ "آجاؤ دو گھڑی بیٹھ کر باتیں کریں گے... اپنے کالج کی باتیں اپنے وطن کی باتیں۔"

آشا کی آواز میں اس قدر مٹھاس تھی کہ رانا کو بن پیے ہی نشہ آنے لگا تھا اور اس کے دل میں لالچ بھی زور کرنے لگی کہ نیپالی سفارت خانے کے کیشیر کے گھر میں ایک آدھ بوتل وہسکی کی تو ضرور ہی ہو گی اور وہسکی کے اس خیال نے اس کے بدن میں پھرتی سی پیدا کر دی۔ "آرہا ہوں۔" وہ بولا اور اندھیرے میں آگے بڑھ کر دروازہ تلاش کرنے لگا تو آشا نے ہنس کر کہا۔ "تمہیں اس دوسرے دروازے سے اندر آنا پڑے گا۔ کیونکہ مکان تو یہ ایک ہی ہے لیکن دروازے دونوں پورشن کے الگ الگ ہیں۔" آشا کے ہنسنے کی آواز سن کر رانا کی ہمت اور بڑھ گئی۔ وہ خوش ہو گیا کہ ایک تو جوان عورت کا ساتھ اور اس پر شراب کا نشہ؟ پورے پندرہ دنوں کی تھکان اتر جائے گی۔ دوسرے دروازے سے داخل ہو کر رانا چار زینے چڑھ کر اوپر آیا تو آشا

دروازہ کھول کر اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھی "کافی عرصے کے بعد تمہیں دیکھا ہے لیکن پھر بھی تمہیں پہچان گئی۔" آنکھیں نچاتی ہوئی آشا اسے کمرے کے اندر لے آئی اور پھر بولی۔ "یقین کرو اس وقت مجھے ایسی خوشی ہو رہی ہے جیسے میرا اپنا کوئی آگیا ہو۔"

"واہ.... ویری گڈ...." ڈرائنگ روم کو دیکھتے ہی رانا بول پڑا۔ "تم تو یہاں بہت ٹھاٹ سے رہ رہی ہو۔ جب تمہاری شادی ہوئی تھی تو کسی نے بتایا تھا کہ تمہارا شوہر کسی بینک میں کلرک ہے۔"

"ہاں اس وقت وہ کلرک ہی تھا" آشا ہنس کر بولی۔ "لیکن مجھ سے شادی کے بعد وہ دھیرے دھیرے کیشیئر کے عہدے پر پہنچ گیا۔"

تب تو اس خوشی میں تمہیں مجھے کوئی خاص چیز پلانی چاہیے۔ "رانا اپنے مطلب پر آگیا۔

"ایسی چیز جو گلاس میں ہو تو ٹھنڈی لیکن پیٹ میں جائے تو گرم۔" رانا ہنس کر بولا۔

"اوہ سمجھی... تم وہسکی کی بات کر رہے ہو؟" آشا خوش ہو کر بول اٹھی۔ "تب تو میں بھی تمہارا ساتھ دوں گی کیونکہ اکیلے پینے کا مزہ ہی نہیں آتا۔" بولتے بولتے اس نے ایک ادا سے جسم کو جھٹکا دیا اور پھر بولی۔ "تم یہاں بیٹھو میں پرشاد جی کی رکھی ہوئی بوتل ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔" وہ اندر والے کمرے کی طرف جانے کے لیے مڑی اور رانا اس کی تھرکتی ہوئی کمر کو دیکھ کر ایک زور دار انگڑائی لے کر وہیں بیٹھ گیا۔

آشا نے الماری کھول کر بوتل نکالنے سے پہلے ایک ایک آٹو میٹک کیمرا نکالا اور اسے اپنے پلنگ کے قریب چھپا کر رکھا دیا پھر وہسکی کی بوتل ہاتھ میں لے کر وہ نچلا ہونٹ دبا کر دھیرے سے بڑبڑائی۔ "آخر ایک شکار پھنس ہی گیا۔"

○

چیانگ نے جس گلی کا پتا بتایا تھا.... وہاں آکر جیپ رک گئی وجے اور جولی کے اترنے کے بعد رگھوپتی بھی نیچے اتر آیا اور گوپی ناتھ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"آس پاس سے گزرنے والوں پر ہمیں یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم کوئی فلم دیکھ کر واپس آرہے ہیں تاکہ ہم لوگوں پر کسی کو کوئی شک نہ ہو۔

"بالکل ٹھیک۔" گوپی ناتھ بولا۔

"ہاں تو پھر کیا نام بتایا تھا تم نے فلم؟" رگھوپتی نے پوچھا۔

"مقدر کا سکندر۔" گوپی ناتھ بولا۔

"کمال کی فلم تھی۔" رگھوپتی اونچی آواز میں بولا اور اس طرح جھومتا ہوا گلی میں داخل ہو گیا جیسے بہت زیادہ نشے میں ہے۔ اس نے گوپی ناتھ کا بازو تھام رکھا تھا۔ خود گوپی ناتھ کی چال میں بھی ہلکی سی لڑکھڑاہٹ آگئی تھی وجے اور جولی ان دونوں کے پیچھے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اندھیری گلی میں داخل ہو گئے تھے۔

"جولی... یہ گلی ہے یا گٹر؟" وجے نے جیب سے رومال نکال کر اپنے ناک پر رکھتے ہوئے کہا۔ "شراب کی بو سے مہک رہی ہے۔"

"اور وہ بھی دیسی شراب کی بو سے۔" کہہ کر جولی نے دھیرے سے اس کے کندھے پر چٹکی بھری۔ "کبھی چکھی ہوتی تو دیسی اور ولایتی کے فرق کا پتا چلتا نا؟"

"ارے ہم تو دیسی فلم کی بجائے دیسی شراب کی باتیں کرنے لگے۔" وجے نے جولی کو یاد دلایا اور ٹھیک اسی وقت رگھوپتی کی آواز سنائی دی جو گوپی ناتھ سے اونچی آواز میں کہہ رہا تھا "ارے یار کیا زبردست فلم تھی نام بھی بہت اچھا تھا فلم کا۔ سکندر کا مقدر..."

"ارے سکندر کا مقدر نہیں...." گوپی ناتھ نے بھی اونچی آواز میں اس کی غلطی سدھاری "بھائی..... مقدر کا سکندر..."

"ارے سب ایک ہی ہے۔" رگھوپتی نے اپنے داہنی جانب گھومتے ہوئے کہا۔ "سکندر چاہے اپنی فوج کے آگے ہو یا پیچھے جیت تو اس کی ہی ہونی ہے۔" یکایک وہ بولتے بولتے رک گیا۔ کسی نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پھینکی تھی لیکن رگھوپتی سے زیادہ گوپی ناتھ چونک پڑا تھا۔ "کون ہے؟" وہ جلدی سے پوچھ بیٹھا۔

"بھائی ہم تو یہاں اجنبی ہیں۔" رگھوپتی گوپی ناتھ کے کندے سے ہاتھ ہٹا کر بولا "یہاں اس گلی میں کہیں کوئی ریگن ہاؤس ہے۔ ہمیں وہیں..." ٹھیک اسی وقت وجے

اور جولی بھی ان کے نزدیک آگئے تو وہ شخص انہیں دیکھ کر گوپی ناتھ سے بولا۔ "کیا تم چاروں ہی ریگن ہاؤس میں جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں بائی ہم چاروں ہی سکندر کا... ارے نہیں مقدر کا سکندر دیکھ کر آئے ہیں۔" گوپی ناتھ ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔

"تو میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ میں راستہ دکھاتا ہوں۔" ٹارچ والے شخص نے کہا اور مڑ کر ان کے آگے آگے چل پڑا اور اپنی ٹارچ روشن کر دی۔ ٹارچ کی روشنی کا دائرہ زمین پر پڑ رہا تھا اور وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ اس بدبو دار گلی میں چلتے ہوئے رگھوپتی سوچ رہا تھا کہ چیانگ اس دوزخ میں کہاں آکر بیٹھ گیا؟ چند قدم چلنے کے بعد وہ سب بائیں جانب مڑ گئے پھر ایک موٹر گیراج کے سامنے رک کر اس آدمی نے اس کے شٹر گیٹ پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ شٹر گیٹ بند تھا لیکن روشنی پڑتے ہی وہ تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا اور تب رگھوپتی کو لگا کہ واقعی چیانگ نے اس خفیہ کام کے لیے جگہ بھی خفیہ ہی ڈھونڈی ہے۔

جب وہ چاروں اندر داخل ہو گئے تو ان کے ساتھ آنے والے شخص نے جلدی سے کوئی بٹن دبا کر شٹر گیٹ دوبارہ بند کر دیا۔ شٹر گیٹ بند ہوتے ہی رگھوپتی کو اچانک لگا کہ وہ سب پھنس گئے ہیں۔ اس بات کا خیال آتے ہی اس کا ہاتھ چمڑے کی جیکٹ کے اندر رینگتا ہوا پستول پر جم گیا وجے اور جولی چپ چاپ رگھوپتی کو دیکھ رہے تھے جیسے پوچھ رہے ہوں کہ یہ تم ہمیں کہاں لے آئے ہو؟"

ٹنگ سے گیراج میں ایک زیرو پاور کا بلب جل رہا تھا جس کی دھندلی روشنی میں رگھوپتی نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی لیکن اسے گتے کے چند کاٹن اور ٹین کے چند کنستروں کے سوا وہاں اور کچھ دکھائی نہیں دیا۔

"میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔" ٹارچ والا شخص بولا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ان کی گھبراہٹ محسوس کر چکا ہو اس نے ٹارچ کی روشنی سامنے کی دیوار پر پھینکی تو وہاں انہیں اس دیوار کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیا۔ ٹارچ والے شخص نے ہاتھ بڑھا کر دیوار پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا اور اس کے ساتھ ہی پتھر کی دیوار کا ایک حصہ سرکنے لگا۔ وہ سب اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے تو اندر اتنی تیز روشنی تھی کہ سب

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ تھوڑی دیر تک وہ سب اس بہت بڑے کمرے کے خالی پن کو تک رہے تھے۔ پھر رگھوپتی نے اس شخص سے پوچھا۔ "کیا یہی ریگن ہاؤس ہے!"

لیکن اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ شخص ہنس کر مڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی گیراج کی آدھی دیوار پھر برابر ہو گئی۔ خفیہ اور خود کار دروازے پھر سے بند ہو چکے تھے۔

"یہ ہمیں بند کر کے کہاں چلا گیا؟" رگھوپتی کی طرف دیکھ کر گوپی ناتھ نے گھبراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ "یہاں تو کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔"

"ہاں .... رگھوپتی دس تو بج گئے ہیں۔" وجے کی آواز میں بھی گھبراہٹ شامل تھی۔ "ہمیں تو یہاں سے باہر جانے کا راستہ بھی نہیں معلوم ہے۔"

لیکن رگھوپتی کے چہرے پر کسی پریشانی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ سامنے کی دیوار پر تنے ہوئے ایک چوکور سفید پردے کو تاکتے ہوئے بولا۔ "ہم بالکل ٹھیک جگہ پر ہی آئے ہیں یہ کسی بہت بڑے مکان کا تہہ خانہ لگتا ہے۔ پیچھے گیراج ہے لیکن آگے کوئی بڑی عمارت ہو گی اور وہ چینی اگلے راستے ہی سے دیوار کا کوئی خفیہ دروازہ کھول کر اندر آئے گا۔"

"مگر میں تو تم لوگوں سے پہلے بھی یہاں آچکا ہوں۔" یہ آواز سنتے ہی سوائے رگھوپتی کے وہ تینوں چونک پڑے۔ رگھوپتی چیانگ کی آواز پہچان چکا تھا لیکن وہ کہاں چھپا بیٹھا تھا یہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔ جب چیانگ اسے نظر نہیں آیا تو وہ بولا۔ "مگر تم کہاں ہو ریگن؟ اپنا درشن تو کراؤ۔"

"جس چیز کے درشن کے لیے تم لوگ یہاں آئے ہو وہ میں ابھی سامنے والے پردے پر دکھاتا ہوں۔" نظر نہ آنے والے چینی کی آواز پھر سنائی دی۔ "اس لیے مجھے اپنا درشن کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی وہ چاروں آگے بڑھے اور پردے کے سامنے پڑی ہوئی چار کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔ "وہ ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن ہم اسے نہیں دیکھ سکتے۔" رگھوپتی نے دھیمی آواز میں سرگوشی کی اور اس کے ساتھ ہی پچھلی دیوار کی جانب سے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ ان

چاروں نے اپنی اپنی گردن گھما کر دیوار کی طرف دیکھا۔ دیوار پر انہیں ایک چوکور سوراخ دکھائی دیا جہاں ہلکی سی روشنی نظر آرہی تھی۔ اب ان کی سمجھ میں آگیا کہ فلم پروجیکٹ کرنے کے لیے چیانگ اوپر کہیں بیٹھا ہوا ہے....

اچانک اس سوراخ میں سے تیز روشنی نکلی اور پردے پر پھیل گئی۔ تھوڑی دیر تک اندھیرے اور اجالے میں کشمکش ہوتی رہی پھر سفید پردے پر فلم کا ایک منظر ابھر آیا اس منظر میں نظر آنے والا شخص دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی "ذرا صبر کرنا میں فوکس درست کر رہا ہوں اصل میں یہ کام بہت خفیہ رکھنا ہے۔ اس لیے سب کچھ مجھے خود ہی کرنا پڑ رہا ہے۔" تھوڑی دیر تک وہ چاروں اس دھندلی اور ساکت تصویر کو پردے پر دیکھتے رہے پھر اس میں ذرا حرکت ہوئی اور وہ دھندلی سی پرچھائیں آہستہ آہستہ صاف دکھائی دینے لگی۔ پھر وجے اور رگھوپتی ایک ساتھ بول اٹھے۔ "روکھی۔" پردے پر روکھی کا خوف زدہ چہرہ دکھائی دے رہا تھا وہ چیخ مار کر اپنے سامنے موجود کسی سے بچنے کی کوشش میں پیچھے سرک رہی تھی یہ فلم بے آواز تھی لیکن رگھوپتی اور وجے اس طرح بے چین ہو گئے جیسے انہوں نے بے بس روکھی کی دردناک چیخ سن لی ہو۔ دوسرے ہی لمحے روکھی کا چہرہ پردے پر سے غائب ہو گیا اور اس کی جگہ ایک دوسری لڑکی کا چہرہ دکھائی دیا وہ فرش پر پڑی تھی اس کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے اور وہ اپنی آنسو بھری آنکھوں کو اوپر اٹھائے اپنے سامنے کھڑے ہوئے کسی شخص سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر درد کے ایسے شدید آثار نمایاں نظر آرہے تھے کہ دیکھنے والے کا دل دہل جائے۔

"یہ تو بنسری ہے...." رگھوپتی کی دبی دبی سی چیخ ابھری.... "میرے محلے میں رہتی تھی۔" اور چار پانچ سال قبل یہ اچانک گم ہو گئی تھی۔ آج تک اس کا کوئی پتا بھی نہیں چلا۔" اب پردے پر ایک تیسری لڑکی نظر آرہی تھی۔ جو ایک پلنگ پر دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے پڑی تھی۔ اس لیے رگھوپتی اور وجے اسے پہچان نہیں سکے لیکن چوتھی لڑکی کو وجے نے پہچان لیا اور رگھوپتی سے بولا۔ "یہ تو وہی لڑکی ہے جو ڈیڑھ برس کے بعد پاگل ہو کر واپس آئی تھی۔" پردے پر سے اس لڑکی کا خوف زدہ چہرہ دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ ابھی پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگے گی۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور پانچویں لڑکی کو دیکھتے ہی رگھوپتی اور وجے کے ساتھ گوپی ناتھ بھی چیخ پڑا۔

"یہ تو... وہی کنواری دیوی .... نندا ہے۔"

"گوپی میں نے تم سے کہا تھا نا...." رگھوپتی غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔ "اس درندے نے ایک کنواری دیوی رہنے والی لڑکی کو بھی نہیں چھوڑا۔"

دوسرے منظر میں نندا کی ننگی پیٹھ نظر آ رہی تھی اور اس کی گردن کے پچھلے حصے سے خون کی ایک لکیر سی بہہ رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے نوکیلے دانتوں سے اسے جھنجھوڑا ہو یہ منظر دیکھ کر رگھوپتی اس قدر جذباتی ہو گیا کہ غصے میں اس نے اپنا پستول بھی کھینچ نکالا۔ لیکن تب ہی فلم کا منظر پردے پر سے غائب ہو گیا اور پورے کمرے میں تیز روشنی کا بلب جل اٹھا اس تیز روشنی میں وہ چاروں ایک دوسرے کا چہرہ تکنے لگے۔

"یہ تو تھا ٹریلر۔" نظر نہ آنے والے چینی کی آواز نے ایک بار پھر ان چاروں کو چونکا دیا۔ "اب بارہ منٹ گیا اور ان کی آنکھیں پردے پر مرکوز ہو گئیں۔

پردے پر ابھرنے والے منظر میں ایک بہت بڑی آئل پینٹنگز دکھائی دے رہی تھی دیوار پر لگی ہوئی اس تصویر میں بہت ساری نوجوان لڑکیوں میں ایک مرد گھرا ہوا دکھائی دیا تھا جو نشے میں چور تھا اور اس کی آنکھوں میں ہوس کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔

"وجے... یہ تصویر تو میں نے کہیں دیکھی ہے۔" یکایک اتنی دیر سے خاموش بیٹھی ہوئی جولی نے وجے کا شانہ پکڑ کر دھیرے سے کہا۔ "ارے ہاں... یاد آگیا وجے تم "کوٹا کھانا" کی رسم سے پہلے جس سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے یہ تو اس کا کمرا ہے تمہیں یاد ہے؟ تم ہی نے مجھے اندر لے جا کر دیوار پر لگی ہوئی یہ پینٹنگز دکھائی تھیں؟"

اتنی دیر میں چار دیواری کا منظر پردے پر سے گزر گیا تھا۔

"ہاں جولی... یہ تو وہی جگہ ہے۔.... نیپال نریش کا شاہی مہمان محل..." وجے نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ پردے پر کسی مرد کا دیوہیکل سایہ دکھائی دیا۔ اپنے قد آور جسم کے ساتھ دھیرے دھیرے آگے بڑھتے ہوئے اس شخص کا چہرہ ایک سیاہ نقاب میں

چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کے آگے دو گول سوراخ بنے ہوئے تھے جس میں سے آنکھوں کی دو کالی پتلیاں گردش کرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے جب ہاتھ اٹھایا تو پتا چلا کہ بائیں ہاتھ میں اس نے سفید دستانہ پہن رکھا تھا اور دائیں ہاتھ میں سیاہ دستانہ.... اس سیاہ دستانے کے اوپر اس نے لوہے کی باریک زنجیر بھی لپیٹ رکھی تھی۔ آگے بڑھتا ہوا وہ دیواروں کے کونے تک پہنچ گیا جہاں روکھی سمٹی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ خوف سے تھر تھر کانپتی ہوئی روکھی کبھی دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی کرتی اور کبھی دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھ کر خود کو بچانے کی کوشش میں کمرے کے کونے میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ شیر کے پنجے جیسے سیاہ نوکیلے دستانے والے ہاتھ سے خود کو بچانے کی وہ پوری کوشش کر رہی تھی لیکن یکایک اس درندے کا فولادی پنجہ روکھی کے شانے پر پڑا اور پھر اسے بازو سے پکڑ کر اس شیطان نے پلنگ پر دھکیل دیا۔ روکھی دھم سے پلنگ پر گری لیکن اپنی عصمت بچانے کے لیے وہ پھرتی سے فرش پر گری اور سینے کے بل زمین پر کسی پتھر کی مورت کی طرح لیٹ گئی۔ اس کے چہرے پر ناامیدی اور بے بسی کے گہرے سائے پھیلے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر بہہ رہا تھا۔

تب ہی اس کی پیٹھ پر اس درندے کا سیاہ اور بھاری بھرکم فولادی پنجہ پھسلا اور روکھی کا جسم زخمی ہو گیا۔ روکھی کی اپنی پیٹھ پر جب اس فولادی پنجے کی نوکیلی انگلیاں دھنسیں تو اس کے منہ سے درد ناک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ لیکن پھر اپنے بے پردہ جسم کا خیال آتے ہی وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کی پیٹھ سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ پھر وہ انسان نما درندہ آہستہ آہستہ اس کی پیٹھ پر جھکا اس کا ایک ہاتھ دھیرے دھیرے اپنے چہرے پر پڑے ہوئے سیاہ نقاب پر گیا لیکن اس نے صرف اپنے ہونٹ ہی کا حصہ کھولا تھا۔ ہونٹوں پر سے نقاب کا کپڑا اٹھتے ہی ہونٹوں کے اندر سے اس کی زبان باہر نکلی اور وہ روکھی کی پیٹھ پر جھک کر اس کے بہتے ہوئے لہو کو دھیرے دھیرے اپنی زبان سے چاٹنے لگا۔

"نہیں.....شیطان.... نہیں.." رگھوپتی اس درندگی کو برداشت نہیں کر سکا۔ وہ غصے کی حالت میں پستول سے پردے پر ہی فائر کرنے والا تھا کہ اس وقت وجے نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جھپٹ کر اس کی کلائی پکڑلی اور بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو تم؟"

ٹھیک اسی وقت کمرا پھر روشن ہو گیا رگھوپتی کے غصے میں سرخ چہرے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے اور غصے میں اس کی پیشانی کی نسیں تک ابھر آئی تھیں۔ اس کی سانسیں اتنی تیز تیز چل رہی تھیں جیسے کوئی خوفناک زہریلا سانپ پھنکا رہا ہو۔

"مسٹر۔" نظر نہ آنے والے پراسرار چینی کی آواز پھر کمرے میں گونج گئی۔ "اگر فلم کا اتنا ہی حصہ دیکھ کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو تو میں اسے بند کرتا ہوں ....پستول کے فائر کی آواز باہر تو نہ سنی جاتی لیکن ساؤنڈ پروف دیوار سے ٹکرا کر گولی واپس آتی اور تم میں سے کسی کو زخمی کر سکتی تھی۔"

یہ س کر رگھوپتی نے جلدی سے اپنے چہرے کا پسینا پونچھا اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوا اونچی آواز میں بولا۔ "آئی ایم سوری مسٹر ریگن میں تھوڑی دیر کے لیے خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔ لیکن اب میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میں اس درندہ کو زندہ زمین میں دفن کر دوں گا۔"

"یہ تمہارا نجی معاملہ ہے۔" پراسرار آواز گونجی اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں پھر اندھیرا چھا گیا۔ پردے پر فلم آگے چلنے لگی نقاب پوش درندے کے مضبوط بازوؤں میں دبی ہوئی روکھی پلنگ پر تڑپتی ہوئی اور آخر میں بے ہوش اور بے حس و حرکت پڑی ہوئی روکھی...

اس کے بعد ایک کے بعد ایک لڑکیاں بدلتی رہیں لیکن نقاب پوش اور قد آور مرد وہی کا وہی رہا۔ کسی کی پیٹھ پر سے لہو بہتا تھا اور کسی کی ٹانگوں پر سے خون بہنے لگتا۔ لیکن ہر جگہ اس نقاب پوش درندے کی زبان گھومتی رہتی اس کے بائیں ہاتھ سفید دستانہ اگر لڑکی کے گال سہلاتا تھا تو دائیں ہاتھ کا کھردرا اور فولادی پنجہ اس کے جسم کو نوچنے لگتا... درد۔ کرب اور رحم کی بھیک مانگتی ہوئی لڑکی آخر میں تھک جاتی اس کے کنوارے پن کی چادر تار تار ہو جاتی لیکن اس نقاب پوش کا چہرہ کہیں نظر نہیں آتا۔ صرف سیاہ قاب پر دو سوراخ اور اس میں ناچتی ہوئی دو پتلیوں کے سوائے۔ نندا جس کی کبھی کنواری دیوی کی حیثیت سے پوجا کی جاتی تھی اس کا آخری منظر دوسری لڑکیوں سے ذرا مختلف تھا۔ اس درندے کی درندگی سے قبل اس نے بڑی ہمت اور پوری طاقت سے اس شیطان کو پلنگ سے نیچے اچھال دیا تھا اور تب وہ درندہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح اٹھ کر اس پر جھپٹا تھا اور پھر اس کے فولادی پنجے نے نندا کے جسم کے ایک حصے کو لہولہان کر دیا۔ نندا خون میں لت پت پڑی تھی اور اس نقاب پوش کی زبان کتے کی زبان کی طرح اس کے خون آلود جسم کو چاٹ رہی تھی۔

یہ آخری منظر دیکھ کر جولی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور وجے رگھوپتی اور گوپی کی آنکھوں میں خون کے سرخ ڈورے تیرنے لگے۔ کمرے کی بتی روشن ہو چکی تھی لیکن وہ چاروں اس طرح چپ بیٹھے ہوئے تھے جیسے ان کی زبان تالو سے چپک گئی ہو۔

"کھیل ختم ہو گیا۔" اس بوجھل سناٹے میں چیانگ کی پاٹ دار آواز گونجی تو وہ چاروں اپنے اپنے خیالوں سے چونک پڑے پھر یکایک رگھوپتی انتہائی جوشیلے لہجے میں چیانگ کو مخاطب کر کے بولا۔ "نہیں ریگن نہیں کھیل تو ابھی ختم نہیں ہوا ہے کھیل تو اب شروع ہونے والا ہے۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے... تم جانو" کمرے میں چیانگ کی آواز گونجی۔

"لیکن تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ درندہ کون ہے؟" رگھوپتی کے لفظ لفظ سے غصہ ٹپک رہا تھا۔ "بس مجھے ایک بار وہ منظر دکھا دو جس میں اس کے چہرے پر نقاب نہ ہو.... اس کے لیے جو تم مانگو گے وہ قیمت میں دوں گا۔"

"ناممکن...." چیانگ کی گرج دار آواز کمرے میں پھیل گئی۔ "یہ کبھی نہیں ہو سکتا اس کے لیے تم کروڑوں روپے بھی خرچ کرنا چاہو تو بھی یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔"

چیانگ کی یہ فیصلہ کن بات سن کر رگھوپتی تلملا گیا۔ دانت پیس کر اس نے غصہ ضبط کرنے کے لیے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تو اس کے ہونٹ پر خون جم گیا اور اس کے ہاتھ کی گرفت پستول پر سخت ہو گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتا چیانگ کی خوف ناک آواز سنائی دی "میرے دوست۔ اس ہتھیار سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" چیانگ اتنا کہہ کر ہنس پڑا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خود نظروں سے اوجھل رہ کر ان کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک ہنستا رہا پھر آگے بولا۔ "میں جانتا تھا کہ تم ایسی کوئی حرکت کر بیٹھو گے اور اسی لیے میں نے خود کو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

احتیاط کے طور پر پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ لیکن جوش میں آکر اگر تم مجھ پر ہتھیار اٹھا بھی لیتے ہو تو تمہیں بھلا کیا ملے گا؟"

"مجھے اس درندے کا نام جاننا ہے۔" رگھوپتی غصے میں پیر پٹخ کر بولا۔ "تم اس کی قیمت بتاؤ ریگن۔"

"نام جاننے کی قیمت؟" چیانگ نے پوچھا اور چپ ہو گیا پھر چند لمحوں کی تاخیر کے بعد بولا۔ "میں سوچ کر کل جواب دوں گا۔"

"کل کی پرسوں تو نہیں ہو گی نا؟" رگھوپتی کے لہجے میں بے چینی کی جھلک تھی۔

"تم نہیں جانتے ریگن میرے لیے ایک ایک لمحہ بھی گزارنا مشکل ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے کل کی بات پرسوں پر نہیں ٹلے گی۔"

چیانگ کی سپاٹ اور بھاری آواز سنائی دی۔ "لیکن اس سے پہلے ایک اور سودا طے کرنا باقی ہے۔"

"کیسا سودا؟"

"اس فلم کے نیگیٹو خریدنے کا سودا۔" چیانگ نے اور اونچی آواز میں کہا۔ "دس لاکھ کا سودا..."

"مگر نیگیٹو ہمیں کیا کرنا ہے؟" گوپی ناتھ جلدی سے بول گیا لیکن رگھوپتی نے فوراً ہی اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر اسے آگے بولنے سے روک دیا اور خود ہی بولا "ریگن سودا طے ہو جائے گا لیکن دس لاکھ کی رقم چکانے کے لیے ہمیں دس روز کی مہلت درکار ہو گی۔"

"اس کا جواب بھی کل دوں گا" کہہ کر چیانگ نے گفتگو کے اس سلسلے کو بند کرنے کی غرض سے کہا "بس اب کوئی سوال نہ پوچھنا میرے پاس وقت نہیں ہے۔اب تم لوگ جس راستے سے آئے تھے اس راستے سے باہر نکل جاؤ۔ گڈ نائٹ..."

اس کی آواز بند ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی دیوار کا خفیہ دروازہ کھل گیا

مگر.... دروازہ کھلتے ہی کمرے کی روشنی غائب ہو گئی اور وہ چاروں اندھیرے میں ہی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"چلئے..... میں آپ لوگوں کو باہر تک چھوڑ آتا ہوں۔" دروازہ کے باہر وہی شخص ہاتھ میں ٹارچ لیے کھڑا تھا جو انہیں یہاں لایا تھا اس نے ٹارچ جلا کر انہیں راستہ دکھایا اور وہ چاروں اس کے پیچھے گیراج کے شٹری دروازے سے باہر نکل آئے۔

○

ہوس کی آگ سرد پڑ چکی تھی۔ رانا آشا کے پاس سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "اپنے ساتھیوں کے واپس آنے سے پہلے مجھے یہاں سے چلا جانا چاہیے" پلنگ کے کونے میں پڑی ہوئی اپنی شرٹ کو پہنتے ہوئے وہ بولا" نہیں تو مجھے ان کے الٹے سیدھے سوالوں کے جواب دینے پڑیں گے۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ وہ لوگ فلم دیکھنے گئے ہیں؟" آشا نے نائٹ گاؤن کے بٹن بند کر کے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" ابھی تو ساڑھے دس ہی بجے ہیں۔"

"ان کا کیا بھروسا" رانا بولا "اگر انہیں فلم پسند نہ آئی تو وہ انٹرویل سے پہلے بھی اٹھ کر آسکتے ہیں" اتنا کہہ کر وہ آشا کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا اور پھر آگے بولا "اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ وہ لوگ روز اسی طرح فلم کا آخری شو دیکھنے چلے جایا کریں۔"

"تاکہ روزانہ میرے پہلو میں آکر بیٹھ جاؤ ہے نا؟" کہہ کر آشا نے پھر اسے دبوچ لینے کی کوشش کی۔ لیکن رانا ذرا پیچھے ہٹ گیا اور ہاتھ اٹھا کر جلدی سے بولا "ارے آشا اپنا پستول لینا تو بھول گیا۔"

"اسے میں نے سنبھال کر رکھ دیا ہے۔" آشا نے اپنی انگلیوں سے اس کے بال بکھیر دیے اور بڑے ناز سے بولی "عورت کا پہلو چھوٹا تو پستول کی یاد آگئی؟"

جواب دینے کی بجائے رانا اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارنے لگا اور آشا اسے دھیان سے دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رانا سے پوچھا۔

"ارے ہاں..... رانا تم لوگوں کے آنے سے قبل وجے کا ایک دوست نیپال سے یہاں آیا تھا..... وہ کون ہے؟"

"تم شاید رگھوپتی کے بارے میں پوچھ رہی ہو" رانا موزے پہنتا ہوا بولا "وہ نیپال رائل کاسینو میں کام کرتا تھا۔"

"اور وجے کے ساتھ جو گوری چمڑی والی لڑکی گھومتی ہے وہ بھی رات گزارنے یہاں آنے لگی ہے" کہہ کر آشا اس کے پاس آکر کھڑی ہوئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دونوں کا پڑنے والا عکس دیکھنے لگی۔ پھر تھوڑی تاخیر کے بعد بولی "وہ دو دوستوں کے درمیان تنہا رہتی ہے۔ اس لیے کوئی گڑ بڑ نہیں ہے نا؟"

ارے کوئی گڑ بڑ نہیں ہے آشا" رانا نے تنگ آئے ہوئے لہجے میں جواب دیا "اصل میں جولی اور وجے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور رگھوپتی جولی کو بھابی کی طرح مانتا ہے۔"

"بھابی تو مجھے بھی بہت سے لوگ کہتے ہیں" آشا نے کہا "لیکن کبھی کبھی وہ بھی تمہاری طرح میرے پاس آجاتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی رانا کی گردن ایک جھٹکے سے تن گئی "اس کا مطلب ہے کہ تم اور بھی بہت سے لوگوں کے....." بولتے بولتے رانا اس طرح رک گیا جیسے اسے آگے پوچھنے میں شرم آرہی ہو۔" میں تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارا شوہر بہت دنوں سے باہر ہے اس لیے ...."

"ہری پرشاد اگر میرے پاس بھی ہو تو بھی بہت دور جیسا ہے" آشا کی آواز میں درد کے ساتھ ساتھ طنز بھی تھا "مجھ سے شادی کرنے کے بعد اس کی جلدی جلدی ترقی ہونے لگی۔ اس لیے وہ مجھے خوش کرنے کے لیے سب سے کہنے لگا کہ مجھے بیوی بہت اچھی ملی ہے۔ شی از ویری لکی گرل..... یہ سن کر مجھے ہنسی آجاتی تھی اور اس پر غصہ بھی آتا تھا۔"

"لیکن میری مہمان نوازی کرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا آشا" رانا ہنس کر بولا "ہرپرشاد جی کو ترقی کے اوپری زینے تک چڑھانے کے لیے میرے بڑے

لوگوں سے تعلقات نہیں ہیں۔" اتنا کہہ کر رانا نے آشا کی طرف دیکھا لیکن جب وہ کچھ نہیں بولی تو وہ پھر دھیرے سے بولا "یا پھر تمہیں ہی یہ عادت پڑ گئی ہو اور کسی فائدے کی امید رکھے بغیر بھی...." جواب دینے کی بجائے آشا نے ایک جھٹکے سے الماری کھولی۔ تو اچانک رانا کو اپنا پستول یاد آگیا اور وہ بولا "پھر پستول کو بھول گیا۔ باتوں میں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ جلدی یہاں سے نکل جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن جانے سے پہلے اسے ذرا دیکھتے جاؤ۔" کہہ کر آشا نے اس کے ساتھ ایک رنگین تصویر رکھ دی اور کہا "ہمارے آج کے ملن کی ایک یادگار تصویر..."

تصویر پر نظر پڑتے ہی رانا کی ٹانگیں کانپ گئیں۔ اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی گئیں تصویر میں وہ آشا کی پہلو میں لیٹا ہوا تھا۔ "ارے..... یہ تصویر تم نے کیسے کھینچ لی؟"

"میں نے نہیں کھینچی.... میں تو تمہارے ساتھ ہوں" آشا بڑے شاطرانہ انداز میں مسکرائی۔

"یہ کیمرا آٹو میٹک ہے مسٹر سنگرام رانا۔ تصویر خود بخود کھنچ گئی۔"

رانا کے چہرے کا رنگ بدل گیا وہ کبھی تصویر کو دیکھتا اور کبھی آشا کے چہرے کو تکنے لگتا۔"

"اب میں سمجھا کہ تم درمیان میں بار بار سوئچ آن کر کے روشنی کیوں کر دیا کرتی تھیں؟ تم نے مجھے بے وقوف بنایا ہے آشا..... جب میں نے بار بار روشنی کرنے کی وجہ پوچھی تھی تو تم نے کہا تھا کہ اپنے ساتھ لیٹے ہوئے مرد کا چہرہ دیکھ لینے سے امنگیں بیدار ہو جاتی ہیں۔" بولتے بولتے رانا کا چہرہ تنگ ہو گیا۔ وہ غصے میں آکر تصویر کو پھاڑنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک آشا نے اس پر اس کا پستول تان لیا اور مسکراتی ہوئی سفاک لہجے میں بولی "میری نظروں کے سامنے ملن کی اس یادگار تصویر کو پھاڑنے کی اتنی جلدی کیا ہے مسٹر رانا؟ تم شاید یہ بھول گئے رانا سنگرام کے ابھی پستول میرے ہاتھ میں ہے۔"

رانا اس کے کھیل کو نہیں سمجھا۔ اس نے آشا کے ہاتھ سے پستول چھین لینے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے لیے اس پر جھپٹا مارا تھا۔ لیکن آشا اس سے بھی زیادہ چالاک اور پھرتیلی نکلی۔ اس نے پیچھے ہٹ کر اسے پستول تک پہنچنے ہی نہیں دیا۔

"تم خود ہتھیار رکھتے ہو۔ لیکن اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کی چھینا جھپٹی کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے؟" بولتے بولتے وہ اچانک ہنس پڑی اور بولی "اس چھینا جھپٹی میں اگر گولی چل گئی اور اس کی آواز سن کر کوئی اندر آگیا تو اس اجنبی دیش میں تم پھنس جاؤ گے۔"

یہ سن کر رانا اوپر سے نیچے تک تھر تھرا گیا۔ اسے احساس ہو گیا کہ وہ پوری طرح سے پھنس چکا ہے۔ نہ جانے اس عورت نے ایسی کتنی تصویریں کھینچ ڈالی ہوں گی؟ بینک کی رقم کے ڈاکے میں تو وہ مجرم تھا ہی اور قانون کی نظر سے چھپنے کے باوجود آج ایک حماقت کر بیٹھا تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو آشا؟" آخر وہ تھوک نگل کر بولا "کیا ارادہ ہے تمہارا؟"

"ارادہ تو بہت سادہ اور بہت ہی سیدھا ہے" آشا ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی "اصل میں پچھلے پانچ روز سے میں مسلسل جوئے میں ہار رہی ہوں۔ جس کے نتیجے میں پرشاد جی کے پچیس ہزار روپے میں اب تک گنوا چکی ہوں اس لیے میں چاہتی ہوں کہ ان کے آنے سے قبل وہ روپے ان کی جگہ پر رکھ دوں"

"پچیس ہزار؟" رانا کے سر پر جیسے ہتھوڑا لگا ہو جوئے میں ہاری تم ہو اور جرمانہ میں ادا کروں؟"

"تو کیا تم نے مجھے پانچ دس یا پچیس پچاس جتنی سستی عورت سمجھ رکھا تھا؟"

رانا کا جی چاہا کہ وہ جھپٹ کر اس کا گلا دبا دے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ جس کے انگ انگ کو چوم رہا تھا وہی خوبصورت عورت اسے اس وقت ایک زہریلی ناگن جیسی لگ رہی تھی۔ وہ چند لمحوں تک تو اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اور فرض کرو کہ میں یہ رقم تمہیں دینے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو..." آشا بڑے بھیانک انداز میں ہنستی ہوئی اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی "رقم اگر نہیں ملی تو یہ پستول میرے پاس رہے گا اور جو تصویر تمہارے ہاتھ میں ہے ایسی دو تصویریں میرے پاس اور بھی ہیں وہ میں تمہارے دوست رگھوپتی اور مسٹر

وجے کو دکھا دوں گی۔"

"لیکن آشا تم ذرا یہ تو سوچو میں یہاں بالکل اجنبی ہوں" رانا ذرا گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا "اور پچیس ہزار کی اتنی بڑی رقم مجھے یہاں کون دے گا؟"

"یہ بتانا میرا کام نہیں ہے" آشا نے کہا "لیکن تم چونکہ میرے کالج کے ساتھی ہو اس لیے ہمدردی کی خاطر بتا رہی ہوں کہ جس کے گھر مہمان ہو اس وجے کے لیے یہ پچیس ہزار کی رقم کوئی بہت بڑی نہیں ہے..."

"لیکن اتنی بڑی رقم وہ مجھے کیوں دے گا؟" رانا نے کہا۔

"دیکھو رانا۔ اس سے پہلے کہ تمہارے ساتھی آجائیں تمہیں اوپر جانے کی جلدی بھی ہے۔ اور مجھے بھی یہ سودا طے کر لینے کی جلدی ہے" کہہ کر وہ ذرا دیر کے لیے رکی "دو روز قبل وجے نے بینک میں سے دو لاکھ روپے نکلوائے تھے۔ اگر مانگنے پر تمہیں پچیس ہزار کی رقم نہ ملے تو اوپر جا کر جہاں وہ رقم رکھی ہو۔ اس میں سے پچیس ہزار نکال لو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں چوری کروں؟" رانا غرا کر بولا۔

"تھوڑی دیر قبل جو حرکت تم نے میرے ساتھ کی ہے کیا وہ نیک کام تھا؟" آشا دانت پیس کر بولی "یہ تو ڈاکا تھا.... ڈاکا..."

رانا ہار گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ آشا جیسی چالاک اور مکار عورت کو سمجھانا اس کے لیے ناممکن ہے۔ لیکن آشا وجے کی دولت پاپ کی دولت ہے۔"

لیکن آشا اس کی یہ بات سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑی پھر بولی "ارے سنگرام رانا میں بھی تو تم سے تمہارے پاپ کی ہی قیمت مانگ رہی ہوں۔"

اس جواب کے بعد رانا کے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا پھر بھی وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنا آخری پانسہ بھی پھینک دینے کی لالچ کو نہ روک سکا اور دھیمی آواز میں بولا "اور فرض کر لو کہ میں خود ہی یہ تصویر تمہارے شوہر ہری پرشاد جی کو دکھا دوں تو؟"

"تو..." آشا بے تحاشا ہنس پڑی "ارے وہ تو ایسی کئی تصویریں کئی مردوں کے ساتھ دیکھ چکا ہے۔ اس نے تو میری ان تصویروں کا ایک خوبصورت البم بنا رکھا ہے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ایسی ہر تصویر کے لیے بہت قیمتی ہوتی ہے اور سنگرام تمھاری معلومات کے لیے میں تمہیں یہ بھی بتاتی چلوں کہ میں جس آٹو میٹک پولو رائیڈ کیمرے سے ایسی تصویریں اتارتی ہوں وہ کیمرا بھی خود مجھے پرشادجی نے ہی لا کر دیا ہے۔"

رانا کا چہرہ اس طرح لٹک گیا جیسے کوئی جواری اپنی تمام پونجی ہار چکا ہو۔ اگر اسے اس وقت گوپی ناتھ وغیرہ کے واپس آجانے کا خوف نہ ہوتا تو وہ رات بھر آشا کو باتوں میں لگا کر اس کے ہاتھ سے پستول چھین لیتا۔ لیکن حالات اسے چھکے مار کر باہر نکالنے پر تلے ہوئے تھے۔ بوجھل قدموں سے ذرا آگے بڑھ کر وہ بہ مشکل اتنا ہی کہہ سکا "میں کوشش کرتا ہوں۔ اگر رقم ہاتھ لگی تو ابھی واپس آکر تمہیں دے جاتا ہوں۔ لیکن تب مجھے اپنا پستول واپس چاہیے۔"

"یہ تمھیں ضرور واپس دوں گی سنگرام" کہہ کر آشا دھیرے سے ہنسی "محنت کرو گے تو ضرور رقم تمھارے ہاتھ لگ جائے گی۔ دو لاکھ جیسی بڑی رقم وجے جیسا کنجوس آدمی صرف دو روز میں خرچ نہیں کر سکتا۔ میں یہ مان ہی نہیں سکتی۔"

رانا نے اس کے آخری الفاظ سنے اور تیزی سے کمرے کے باہر نکل گیا چلتے چلتے وہ خود کو گالیاں دے کر بڑبڑا رہا تھا "بے وقوف رانا یہ تو نے کیا کیا؟"

جب وہ اوپر پہنچا اور اس نے شپرا کو گہری نیند میں خراٹے لیتے ہوئے دیکھا تو اپنی پہلی بھول پر پردہ ڈالنے کے لیے دوسری بھول کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے دو لاکھ روپے کی تلاش شروع کر دی جو آشا کے کہنے کے مطابق وجے نے دو روز قبل ہی بینک سے نکلوائے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ایک ناکام کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر وجے کے پاس اتنی بڑی رقم ہو بھی تو بھی وہ اسے ایسی جگہ رکھنے کی حماقت تو نہیں کرے گا کہ وہ رقم آسانی سے کسی کے ہاتھ لگ جائے۔

اس نے کپڑوں کی الماری چھان ماری پھر رگھوپتی اور وجے کے سوٹ کیسوں کی تلاشی بھی لے لی۔ ہر کمرے کی وہ ساری جگہ بھی دیکھ ڈالیں جہاں رقم چھپانے کی امید بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ لیکن کہیں بھی رقم کا پتا نہیں لگا۔ آخر تھک ہار کر وہ وجے کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ لیکن بیٹھتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا وہ جسے تکیہ سمجھ کر بیٹھنے جا

رہا تھا وہ تو کوئی سخت سی چیز تھی گدے کے نیچے ایسی کیا چیز ہو گی؟ اس نے فوراً" ہی گدا اٹھا کر دیکھا تو ایک پلاسٹک کا چھوٹا آفس بیگ اس کے ہاتھ میں آگیا اس نے فوراً" ہی بٹن دبا کر اسے کھولا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

سو سو کے نوٹ کی کئی گڈیاں اس بیگ میں پڑی تھیں۔ اس نے دس دس ہزار کی دس گڈیوں کو گن لیا اور پھر دھیرے سے بڑبڑایا "یہ تو پورے لاکھ روپے ہیں اس میں سے اگر پچیس ہزار کم ہو گئے تو فوراً" ہی پتا نہیں چلے گا۔"

اس خیال کے آتے ہی اس نے جلدی سے تین گڈیاں اٹھائیں اور اپنی جیب میں سرکا دیں۔ پچیس ہزار کے بدلے اس نے تیس ہزار روپے اڑا لیے تھے۔ لیکن پانچ ہزار واپس رکھ دینے کی نیت اس کے دل میں ضرور تھی۔

پھر اس نے روپے کی بیگ کو اسی طرح بستر کے نیچے رکھ دیا اور اپنا پسینا پونچھ کر جلدی سے نیچے پہنچ جانے کے لیے دوڑ پڑا۔ لیکن ابھی اس نے پہلے زینے پر ہی قدم رکھا تھا کہ کمپاؤنڈ سے سیڑھی کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر چونک پڑا۔ پھر یکایک اپنے سر پر ہاتھ مار کر اسے واپس لوٹ جانا پڑا..... آنے والے چار آدمی رگھوپتی، گوپی ناتھ، جولی اور وجے ہی تھے۔

○

"تم جواب کیوں نہیں دیتے رانا" گوپی ناتھ نے اپنا سوال پھر دہرایا تو رانا نے دروازے کی طرف مڑی ہوئی گردن کو سیدھی کر کے اس کی طرف دیکھا لیکن اس کے کان پڑے ہوئے دماغ میں کوئی جواب ہی نہیں آیا۔ بیس منٹ پہلے گوپی ناتھ وغیرہ فلم دیکھ کر جب واپس آئے تھے تو وہ وجے کے ایک لاکھ روپے میں سے تیس ہزار روپے چرا کر آشا کو پچیس ہزار دینے کے لیے نیچے جا رہا تھا لیکن اسے اوپر ہی رک جانا پڑا۔ چوری پکڑی جانے کے خوف سے اس وقت اس کا دل بھی دھڑکنا بھول گیا تھا۔ آگے بڑھنے کا راستہ تو بند ہو چکا تھا۔ اس طرح واپس آکر اس دس دس ہزار کی تین گڈیوں کو بھی اسی جگہ واپس رکھ دینے کا وقت نہیں تھا۔ پریشانی کی حالت میں اسے یہ ضرور محسوس ہو گیا تھا کہ تیس ہزار روپے کی موٹی گڈیاں اس کی پتلون یا قمیص کی جیب میں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ٹھیک طور پر سما نہیں سکتیں۔ اس لیے جہاں موقعہ مل جائے وہیں چھپا دینے میں بہتری ہے۔ اور تب ہی اس کی نظر دروازے کے قریب پڑے ہوئے پرانے اخباروں کی تہی پر پڑی ٹھیک اسی وقت دروازے کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔ اس لیے کوئی اور محفوظ جگہ ڈھونڈنے کا موقعہ ہی نہیں تھا۔ اس لیے اس نے نوٹوں کی گڈیوں کے ساتھ آشا کے ساتھ کھنچی ہوئی اپنی تصویر کو بھی ان ردی اخباروں کی تہی کے اندر چھپا دیا تھا۔

"ارے رانا.... تم پسینے پسینے کیوں ہو رہے ہو؟ اندر داخل ہوتے ہی گوپی ناتھ نے اس سے پوچھا "کہیں کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھ لیا؟"

"ہاں گوپی" چہرے پر بہتے ہوئے پسینے کو اپنی آستین سے پونچھتے ہوئے اسے بہانہ سوجھ گیا "میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ہم لوگ بری طرح پھنس گئے ہیں جب دروازے کی گھنٹی بجی تو مجھے لگا کہ پولیس نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

"تمہیں پینے سے منع کرنے میں بھی مصیبت ہے" گوپی ناتھ اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "بن پئے سونے سے تمہیں ایسے ہی خراب خواب آتے ہیں۔"

گوپی ناتھ کی ان مذاق بھری باتوں کو سن کر اس نے سکون کا سانس لیا کہ آنے والی آفت فی الحال ٹل گئی ہے۔ اس لیے وہ سونے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ رگھوپتی نے تو سوئے ہوئے شپرا کو بھی جگا دیا تھا۔ رگھوپتی شپرا سے کہہ رہا تھا "اٹھو اور میری بات سنو... اس وقت ہم لوگ جو کچھ دیکھ کر آئے ہیں اس پر بحث کر کے ہمیں "فورا" ہی کوئی فیصلہ کرنا ہے۔"

آخر یہ لوگ ایسا کیا دیکھ کر آئے ہیں؟ یہ جاننے کے تجسس میں شپرا کی آنکھ فورا" ہی کھل گئی تھی لیکن رانا کے بے چین دماغ میں تو اس وقت کوئی بات سما ہی نہیں رہی تھی کہ اسے گم سم دیکھ کر رگھوپتی نے پوچھا" تم کیوں چپ ہو گئے تمہیں کچھ بھی نہیں کہنا ہے؟"

رگھوپتی کو رانا سے زیادہ امید تھی اس لیے کہ وہ اسے گوپی ناتھ اور شپرا سے زیادہ پہلے سے جانتا تھا۔ اس لیے اس نے بڑی امید سے اس سے پوچھا تھا لیکن رانا کی گردن بار بار دروازے کی طرف گھوم جاتی تھی یہ دیکھ کر رگھوپتی کے دل میں کچھ اور ہی شک پیدا ہو گیا تھا۔

"ابھی تک اس کے دماغ سے ڈراؤنے خواب کا اثر نہیں گیا ہے" تھک کر رگھوپتی نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا اور تب رانا اندر ہی اندر کانپ کر رہ گیا تھا۔ اپنی بے وقوفی پر اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور دل ہی دل میں خود کو کوستے ہوئے بولا "آخر مجھے بار بار اس طرف دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابھی رگھوپتی اخباروں کی تہی میں چھپی ہوئی رقم نکال لائے گا۔"

لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ رگھوپتی نے دھیرے سے دروازہ کھول کر جھانکا اور پھر کہا تھا "اٹھو رانا چلو میرے ساتھ نیچے۔"

کسی کو بھی رگھوپتی کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن رانا کے دل کا چور کانپ اٹھا اور اس کے ہونٹ پھڑپھڑائے "نیچے؟ کس لیے؟"

"یہ تسلی کرنے کے لیے آس پاس کوئی پولیس والا موجود نہیں ہے اور ہمارے درمیان تم بالکل خیریت سے ہو" رگھوپتی نے جواب دیا اور دروازہ بند کر کے پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا پھر بولا "سنو رانا ہم لوگ جو کچھ دیکھ آئے ہیں وہ اگر تم نے بھی دیکھا ہوتا تو اس وقت یوں چپ نہ بیٹھے ہوتے۔ ہمارا خون کھول رہا ہے اور تم ہو کہ برف کی طرح ٹھنڈے بیٹھے ہو"

"تو پھر مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے؟" اس گفتگو میں شامل ہونے کے لیے رانا کو جواب مل گیا۔ "نقاب پہن کر کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کرنے والا کون ہے یہ جانے بغیر بحث کرنے سے کیا حاصل ہو گا؟"

"ان لوگوں کو راستے میں بھی یہی سمجھاتا رہا ہوں۔" گوپی ناتھ نے کہا۔ "کہ پہلے دشمن کو پہچان لو پھر ہم اس کے بارے میں سوچیں گے۔"

"وہ تو کل جب میں ایک لاکھ روپے اس چینی کو دوں گا تو وہ اس کا نام بھی بتا دے گا" رگھوپتی ذرا پرجوش لہجے میں بولا۔ "اتنی رقم کا بندوبست تو ہمارے پاس ہے کیوں وجے؟"

"ہاں بالکل۔" کہہ کر وجے اپنی جگہ سے اٹھا۔ "اگر کہو تو لاکھ روپے میں تمہیں اسی وقت دے دوں۔"

وجے کو اپنی جگہ سے اٹھتے دیکھ کر رانا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اسے لگا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کہ بس اب اس کی چوری پکڑی جائے گی اور وہ اپنے ساتھیوں کا دشمن بن جائے گا۔

"نہیں وجے روپے جہاں پڑے ہیں وہیں رہنے دو۔" گوپی ناتھ نے وجے کو روکتے ہوئے کہا۔ "یہ لاکھ روپے دے کر رگھوپتی اس کا نام معلوم کر لے گا یہ بعد کی بات ہے اس لیے بعد میں ہو گی۔"

وجے پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تو رانا کی جان میں جان آگئی۔ لیکن رگھوپتی اس موضوع سے ہٹنے کی لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے وجے کے بیٹھتے ہی وہ گوپی ناتھ کی طرف دیکھ کر دانت پیستے ہوئے بولا "اگر یہ بات بعد میں ہو گی گوپی تو تمہارے ستاون لاکھ روپے کی بات بھی بعد میں ہو گی ۔ جب تک میں اس درندے کو ڈھونڈ کر اس کا خاتمہ نہیں کر دیتا۔ اس وقت تک راجا شاہی حکومت کے خلاف تمہیں بھی اپنی بغاوت کو ملتوی کرنا پڑے گا۔"

"رگھوپتی۔" گوپی ناتھ ناک پھلا کر غصے میں بولا۔ "یعنی اب تم سودے بازی پر اتر آئے؟ ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو اور ہمیں صرف وہ جگہ بتا دو جہاں روپے چھپائے گئے ہیں پھر ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔"

"نہیں رگھوپتی مستحکم لہجے میں بولا۔ "پہلے میرا کام ہو گا۔ پھر تمہارے ستاون لاکھ روپے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو کیوں نہ ہم ابھی اس بات کا فیصلہ کر لیں۔" کہتے کہتے گوپی ناتھ نے اپنے چمڑے کی جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور نکال لیا۔ اور اسے رگھوپتی پر تان کر بولا۔ "ہم تو جان کی بازی کھیلنے ہی نکلے ہیں۔"

اس کا ریوالور دیکھ کر ہر کوئی چونک پڑا تھا لیکن رگھوپتی کے چہرے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ بڑے سکون سے کہہ رہا تھا "گوپی چلاؤ گولی ہم تینوں کے لیے ایک ایک گولی کافی ہو گی۔ لیکن ہماری جان لینے کے بعد بقیہ تین گولیاں تم تینوں کے کام آنے کی نوبت آجائے گی.... چلو اب کھیل لو جان کی بازی... کرو نا فائر۔" گوپی کو رگھوپتی کی یہ بات بہت کڑوی لگی تھی اسے اپنے منہ کا ذائقہ بہت بدلا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے جبڑے تنگ ہوتے جا رہے تھے۔ پھر یکایک اس کے ماتھے کی رگیں ابھر آئیں آنکھیں غصے سے پہلے سے زیادہ سرخ ہو گئیں۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر لگ رہا

تھا کہ ریوالور کے ٹریگر پر دبی ہوئی اس کی انگلی کسی وقت بھی حرکت کر بیٹھے گی لیکن تب ہی جولی کی آواز نے اسے چونکا دیا "ایک سیکنڈ گوپی... اس درندے کا نام میں تم لوگوں کو بتاتی ہوں۔"

"تم؟" وجے سمیت سب ہی چونک پڑے لیکن گوپی ناتھ نے ریوالور پر اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی۔ جولی پورے آدھے گھنٹے سے دل میں ہلچل مچاتے ہوئے اس نام کو اپنے ہونٹوں پر لانے کی ہمت اکٹھا کر رہی تھی۔ اس نے باری باری ہر ایک کی طرف دیکھا اور پھر آگے بولی۔ "آپ لوگوں کا اور ہمارا دشمن ایک ہی ہے گوپی ناتھ.... اس لیے آپ اپنا پستول وہیں رکھ دیں جہاں وہ پہلے تھا کیونکہ شاید اس کا نام سنتے ہی آپ کو زبردست جھٹکا لگے اور ریوالور کا ٹریگر دب جائے..."

"جولی تم کوئی چال تو نہیں چل رہی ہو؟" اپنے اس شک کا اظہار کرنے کے باوجود گوپی ناتھ نے رگھوپتی کے سامنے سے ریوالور ہٹا لیا اور پھر جولی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اگر تم اس کا نام جانتی تھیں تو اب تک چپ رہنے کی کیا وجہ تھی؟"

"وجہ؟" جولی دھماکہ کرنے والی گھڑی ذرا اور لمبی کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے یہ ڈر تھا کہ اس کا نام سن کر تم لوگ ہنسی میں نہ اڑا دو۔"

"پھر بھی تم اس طرح بول رہی ہو جیسے تمہیں پورا یقین ہو۔" گوپی ناتھ نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میرا ریوالور ہٹوا کر تم بات بدلنے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"گوپی ناتھ غصہ آدمی کی عقل اور اس کی سمجھ بوجھ پر پردہ ڈال دیتا ہے۔" جولی نے اس درندے کا نام بتانے کے بجائے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں نے تو ابھی ابھی بتایا ہے کہ آپ لوگوں کا ہمارا دشمن ایک ہی ہے۔ لیکن پھر بھی آپ نہیں سمجھ سکے۔"

"تمہارا مطلب نیپال کے راجا سے ہے؟" رگھوپتی نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔" جولی نے کہا "نیپال کا ہونے والا راجا۔"

"کیا؟" بیک وقت سب کے منہ سے نکلا۔ "یوراج چندر بھوشن...."

سب جولی کی طرف دیکھ رہے تھے مگر اس کے چہرے سے یہ نہیں لگتا تھا کہ وہ مذاق کے موڈ میں ہو۔ ابھی ایک سیکنڈ قبل جو نام انہوں نے سنا تھا وہ ان کے دلوں میں ایک عجیب سی الجھن پیدا کیے ہوئے تھا۔ فلم کے پردے پر چیانگ نے انہیں جس

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نقاب پوش آدمی کو لڑکیوں کی عزت لوٹتے دکھایا تھا وہ نیپال کا سب سے معتبر شخص یوراج چندر بھوشن بھی ہو سکتا ہے یہ بات ماننے کے لیے وہ تیار ہی نظر نہیں آرہے تھے۔

"جولی... یہ تم کس کی طرف انگلی اٹھا رہی ہو۔ اس کا تمہیں کچھ خیال بھی ہے؟" وجے دل میں اٹھی ہوئی ہلچل کو دبا کر بولا۔ "جس شخص کو نیپال کی رعایا اپنا راجا بنا کر دیوتا کی طرح پوجنے والی ہے جس کے اندر نیکیاں ہی نیکیاں بھری ہوئی ہیں اور جس کے پاس بے پناہ دولت جائیداد شہرت اور طاقت موجود ہے اس کو اس قدر پستی میں جانے کی کیا ضرورت ہے جولی؟"

میں جانتی تھی وجے کہ تمہیں ہی سب سے زیادہ صدمہ ہو گا۔ "جولی نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔" مگر یہ کس نے کہا ہے کہ ہم جسے دیوتا بنا کر پوجتے ہیں وہ شیطان نہیں بن سکتا؟ جس کے پاس بے پناہ دولت اور طاقت ہو اس کے لیے تو ہر کام کرنا آسان ہوتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے جولی۔" گوپی ناتھ جلدی سے بولا۔ "راجاؤں کو دیوتا سمجھ لینے والے ہی دھوکا کھاتے ہیں۔"

"لیکن جولی... ہم سب نیپالی ہونے کے باوجود نقاب میں چھپے ہوئے اس شخص کو پہچان نہیں سکے اور تم...؟" رگھوپتی نے اٹک اٹک کر پوچھ ہی لیا۔

"میں اسے کیسے پہچان گئی اس پر حیرت ہو رہی ہے نا؟" جولی اس طرح بولی جیسے وہ اس سوال کے لیے تیار ہی بیٹھی ہو "میں نے تو آپ لوگوں کے یوراج کو صرف ایک بار ہی دیکھا تھا... اس وقت جب "کوٹا کھانا" کی رسم ادا ہونے سے پہلے مجھے وجے سے ملاقات کی اجازت لینے کے لیے یوراج کے سامنے حاضر ہونا پڑا تھا۔ اس تھوڑی دیر کی ملاقات میں اس کی دو خاص باتیں میں نے خاص طور پر نوٹ کی تھیں۔ سب ایک ٹک جولی کو دیکھ رہے تھے اور اس کی بات سن کر حیران ہو رہے تھے۔ اس لیے کسی نے بھی اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ جولی چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آگے بولی۔ "ایک تو یہ کہ نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک دوڑ جاتی ہے...."

مگر جولی خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر تو بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں چمک آجاتی ہے۔..." رگھوپتی نے کہا۔ "یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے خیر اب تم دوسری بات بتاؤ۔

"دوسری بات ... اس کے بائیں کندھے کی ابھری ہوئی ہڈی۔ "جولی نے اس طرح کہا جیسے اس نے بم کا کوئی زبردست دھماکہ کیا ہو۔ لیکن اس دھماکے کا جب کسی پر کوئی اثر ہوتا دکھائی نہیں دیا تو خود ہی آگے بولی۔ "کیا تم تینوں میں سے کسی کی بھی نظر اس کے بائیں کندھے پر نہیں پڑی؟ حالانکہ پردے پر اس کی پیٹھ کافی دیر تک دیکھنے میں آئی تھی۔ اس کی ایک ایک حرکت کے وقت میں گھور گھور کر اس کی اس خامی کو دیکھتی رہی تھی لیکن آپ..."

"ایک منٹ جولی۔" رگھوپتی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "میں مانتا ہوں کہ ہمارا دھیان اس بات پر نہیں گیا تھا۔ لیکن تمہاری یہ بات بالکل درست ہے کہ یوراج چندر بھوشن کے بائیں کندھے کی ہڈی ذرا ابھری ہوئی ہے۔"

لیکن تمہیں کیسے معلوم؟" وجے کے لیے اس کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ اس لیے وہ بے چینی سے بول پڑا۔ "ہو سکتا ہے یہ محض اتفاق ہو اور وہ نقاب پوش کوئی دوسرا آدمی ہو۔ صرف تھوڑی سی مماثلت پر کسی کو قصور وار سمجھ لینے سے ہم غلط راستے پر چل پڑیں گے۔"

"اگر تم یہی سب سوچنے لگو گے وجے تو تمہارے ہاتھ کبھی تمہاری بہن کی عزت لوٹنے والے کی گردن تک نہیں پہنچ سکتے۔ "رگھوپتی نے جوش میں آکر کہا۔ "میں تمہیں بتاتا ہوں مجھے یوراج کے بائیں کندھے کے نقص کے بارے میں ایک شخص نے بہت پہلے بتایا تھا اور وہ شخص کلکتے کا ایک مسلمان درزی... سلطان احمد..."

درزی کا نام سن کر وجے نے بڑی حیرت سے رگھوپتی کی طرف دیکھا لیکن رگھوپتی اس کی طرف دھیان دیے بغیر بولا۔ "سلطان احمد سال میں دو تین بار صرف یوراج کے کپڑوں کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز کلکتہ سے کھٹمنڈو آتا ہے۔ آنے جانے کے ٹکٹ کے علاوہ یوراج کی طرف سے اسے سولٹی ہوٹل میں ٹھہرایا جاتا ہے اور رات کو کاسینو میں جوا کھیلنے کے لیے اسے مفت کوپن بھی ملتے ہیں۔ ایک بار میں نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہنس کر اس سے کہا تھا "لگتا ہے ہمارے نیپال کے سارے درزی مر گئے ہیں جب ہی تو ہمارے یوراج جی تمہیں اتنا خرچ کر کے کلکتے سے بلاتے ہیں؟ میری یہ بات سن کر سلطان احمد نے کہا تھا اصل میں ایک درزی کی فٹنگ پسند آجانے کے بعد ان بڑے لوگوں کو کسی اور درزی کی فٹنگ پسند نہیں آتی۔ تمہارے یوراج صاحب اگر پیرس جا کر بھی اپنے کپڑے سلوائیں گے تو بھی انہیں مجھ جیسی فٹنگ نہیں مل سکتی۔ میں نے اس کی بات ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی تو اس نے راز دارانہ لہجے میں کہا تھا... دیکھو کسی کو بتانا مت اصل میں یوراج چندر بھوشن کے بائیں کندھے کی ہڈی ذرا ابھری ہوئی ہے اور میں نے ان کی اس خامی کو پکڑ لیا ہے۔ اس لیے میں ان کے بائیں کندھے کی سلائی کے وقت خاص خیال رکھتا ہوں تاکہ لباس کے اوپر سے یہ خامی نظر نہ آئے۔"

"تب تو جولی کا لگایا ہوا اندازہ درست ہے۔" رگھوپتی کی بات سننے کے بعد رانا نے کہا۔ "رگھوپتی ہمارے ملک میں ہر سال نہ جانے کتنی کنواری لڑکیاں غائب ہو جاتی ہیں یقیناً" انہیں اغوا ہی کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی مجرموں کا کوئی پتا نہیں چلتا.... ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

ایسا اس لیے ہوتا ہے جب محافظ خود ہی لٹیرے بن جاتے ہیں۔ کافی دیر بعد شپرا نے زبان کھولی۔ "اب مجھے یہ امید ہو گئی ہے کہ ہمارا کام ضرور پورا ہو جائے گا۔ کیونکہ تم لوگوں کے کہنے کے مطابق جن پانچ لڑکیوں کی فلم تم لوگوں نے دیکھی ہے ان میں ایک ایسی لڑکی بھی تھی جو ہماری کنواری دیوی رہ چکی ہے۔ اور کنواری دیوی کی عزت لوٹنے والا بے موت مرتا ہے لہٰذا اس شیطان پر بھگوان کا قہر ضرور ٹوٹے گا۔"

"شپرا کی بات بالکل درست ہے۔" گوپی ناتھ بھی جوشیلے لہجے میں بولا۔ "جو آدمی کنواری دیوی جیسی لڑکی کی عزت پر حملہ کرنے سے نہ ڈرتا ہو ایسے آدمی کے دن پورے ہو چکے ہوتے ہیں اس کے پاپ کا گھڑا بھر چکا ہوتا ہے۔ اس میں وہ کسی وقت بھی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ سکتا ہے۔"

"تو اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ نقاب پوش چاہے جو کوئی بھی ہو۔ ہم

سب کا ہی دشمن ہے؟" رگھوپتی نے گوپی ناتھ سے معاملہ پکا کرنے کی غرض سے کہا۔

"اس پاپی کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے اگر ہم پانچوں کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو بھی ہم تیار ہیں۔"

"پانچ نہیں چھ کہو رگھوپتی۔" جولی نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر اسے یاد دلاتے ہوئے کہا "میں نے تمہیں دشمن کا نام بتایا اور تم نے مجھے ہی بھلا دیا؟"

اس کی بات سن کر وہ پانچوں چونک پڑے وہ حیران ہو رہے تھے کہ ایک غیر ملکی لڑکی ان کے ساتھ ایک انتہائی خطرناک کھیل میں شریک ہونے کے لیے کیسے تیار ہو گئی؟"

"اگر مجھے لڑکی سمجھ کر تم لوگ اس معاملے سے الگ رکھنا چاہتے ہو تو یہ تم لوگ ایک بڑی بھول کر رہے ہو۔" ان سب کی طرف باری باری دیکھ کر جولی نے کہہ دیا اس کام میں تمہیں کہیں نہ کہیں ایک عورت کی ضرورت تو پڑے گی ہی۔"

جولی کی اس وزنی دلیل کے آگے کسی نے کوئی سوال نہیں کیا اور گفتگو کا رخ دوسری جانب موڑ دیا۔

"تو رگھوپتی اب ہمیں بینک کے ستاون لاکھ روپے کا معاملہ بھی جلدی طے کر لینا چاہیے۔" کہہ کر گوپی ناتھ نے وجے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "کیا تمہیں یقین ہے وجے کہ زمین میں دفن ان دونوں بکسوں کی طرف کسی کا دھیان نہیں جائے گا؟"

"ہاں۔ اس کا مجھے یقین ہے۔" وجے کی بجائے رگھوپتی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس سے پہلے ہمیں دو ایک اور ضروری کام کرنے ہیں۔"

"کیسے کام؟" گوپی ناتھ نے پوچھا۔

"وہ تو کل چیانگ سے ملنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔" رگھوپتی بولا۔

"تو کیا صرف دشمن کے نام کی تسلی کرنے کے لیے تم اب بھی اسے لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہو؟" گوپی ناتھ نے پوچھا لیکن رگھوپتی کے جواب دینے سے پہلے ہی وجے بول پڑا۔ "تم سب لوگ میری یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر جولی کا اندازہ صحیح بھی ہے تو بھی محض اندازے کے سہارے آگے بڑھنے کا میں قائل نہیں ہوں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اوراگر تم لوگ ایسا کرتے ہو تو مجھے اس معاملے سے الگ سمجھو۔" وجے کی یہ بات سن کر سب کے ساتھ جولی بھی چونک پڑی۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ وجے نے کیا سوچ کر ایسا کہا ہے؟ ایسے حالات میں وہ اس معاملے سے لاتعلق کیسے رہ سکتا ہے؟"

"شاید تم لوگوں کو میری بات بہت کڑوی لگی ہو گی اور تم لوگ یہ بھی سوچ رہے ہو گے کہ چونکہ میرے خون میں نیپال راج شاہی کا نمک شامل ہے اس لیے میں راج شاہی کے خلاف قدم اٹھانے سے ہچکچا رہا ہوں۔" کہتے کہتے وجے اچانک ہی گھمبیر ہو گیا اور انتہائی جذباتی لہجے میں آگے بولا۔ "اپنی جس بہن کو تلاش کرنے کے لیے میں نے گناہ کا بوجھ اٹھایا تھا اور جس کی خاطر مجھے وطن چھوڑنا پڑا تھا اس بہن کو برباد کرنے والے درندے کو تو کیا کوئی دیوتا بھی ہو تو بھی میں اسے معاف نہیں کروں گا.... لیکن دشمن کو پوری طرح پہچانے بغیر میں کوئی قدم اٹھانے کے خلاف ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم سے اندازہ لگانے میں کوئی غلطی ہو جائے اور کوئی بے قصور ہمارے انتقام کا نشانہ بن جائے۔ میرے پاس جو لاکھ روپے پڑے ہیں وہ میرے اور کسی کام کے نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے..." گوپی ناتھ نے رگھوپتی کی طرف دیکھ کر دھیرے سے کہا۔ "وجے اگر دشمن کے نام کی تسلی ہی کرنا چاہتا ہے تو کل تم اس چینی سے مل کر اس سے نام معلوم کر لو ممکن ہے سب کا اندازہ غلط ثابت ہو اور چینی ہمیں کسی اور کا نام بتائے۔"

"اگر اس چینی سے ملاقات کے وقت میں بھی رگھوپتی کے ساتھ جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہیں ہو گا؟" گوپی ناتھ کے خاموش ہوتے ہی جولی نے پوچھا لیکن اس کی وجہ بتانے میں تمہیں بھی تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا نا؟" گوپی ناتھ نے ہنس کر پوچھا لیکن جولی کے چہرے پر بدستور گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور اس نے اسی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "وجہ بتانا اس وقت مناسب نہیں ہو گا لیکن میں یہ یقین دلاتی ہوں کہ میرے جانے سے کام نہیں بگڑے گا۔"

اس کی بات سن کر سب نے رگھوپتی کی طرف دیکھا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید وہ

خود ہی انکار کر دے گا لیکن رگھوپتی نے انکار کرنے کی بجائے کہا "ٹھیک ہے جولی میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا لیکن ایسے میں ملاقات کی جگہ ہمیں سلطانہ بیگم کے گھر کی بجائے کہیں اور طے کرنا پڑے گی۔"

"ہاں.... کیونکہ میں سلطانہ بیگم کے گھر پر پیئنگ گیسٹ کے طور پر رہ چکی ہوں۔" جولی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں میں کسی معاملے پر دخل اندازی نہیں کر سکوں گی اس لیے یہی بہتر ہے کہ چینی سے کہیں اور ملاقات کی جائے... اب یہ بتاؤ کہ اگر تم لوگوں کو کافی پینی ہے تو میں بنا لاؤں؟"

"کافی؟" گوپی ناتھ نے چونک کر اپنی جیب سے بوتل نکالی اور بولا۔ "اب تو یہ ٹھنڈی کافی پی کر ہم سو جانا چاہتے ہیں۔"

وہسکی کی بوتل پر نظر پڑتے ہی رانا کی آنکھوں میں چمک لہرانے لگی۔ تھوڑی دیر قبل وہ نیچے آشا کے گھر میں اس کے ساتھ پی چکا تھا لیکن اس کے باوجود اسے طلب محسوس ہو رہی تھی باقی سب لوگ چونکہ سونے کی تیاری کرنے لگے تھے اس لیے وہ اور گوپی ناتھ بوتل کھول کر بالکونی میں جا بیٹھے۔ دونوں نے پینا شروع کیا تو رانا نے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ پیتے پیتے آشا والی ساری بات گوپی ناتھ کو بتا دے گا لیکن پیتے پیتے اس کا ارادہ بدل گیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ گوپی ناتھ سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جب سب لوگ سو جائیں گے تو وہ نیچے جا کر آشا کو پچیس ہزار روپے دے آئے گا اور اپنا پستول بھی واپس لے آئے گا۔

اس بدلے ہوئے ارادے نے اس کے پینے کی رفتار تیز کر دی۔ اور اس کے بے چین دماغ پر شراب کا نشہ چھاتا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ نشہ اس پر اس قدر غالب آگیا کہ اس نے بالکونی میں ہی اپنے پاؤں پھیلا دیے وہ نشے کی نیند میں سو چکا تھا۔

○

"کل رات گھر میں چوری ہو گئی ہے اور چور ہم میں سے ہی ایک ہے۔" سب لوگوں کے سامنے روپے والا وہ بیگ جو شوبھا کل رکھ کر گئی تھی رگھوپتی نے کھول دیا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور دھماکہ کرتے ہوئے بولا تو صبح کی چائے پیتے ہوئے وہ پانچوں چونک پڑے۔ رانا کا ہاتھ تو اس طرح کانپ گیا کہ چائے چھلک پڑی تھی۔

"چور ہم میں سے ایک ہے۔" گوپی ناتھ نے سگار کا دھواں رگھوپتی کے منہ پر چھوڑتے ہوئے غصے میں سینٹرل ٹیبل پر ہاتھ مارا اور آگے بولا۔ "رگھوپتی تم ہمیں کیا سمجھتے ہو؟ رات ہم چاروں باہر گئے تھے اور گھر میں میرے دو ساتھی رانا اور شپرا رہ گئے تھے اس لیے تم ان پر چوری کا الزام لگا کر پھنسانا چاہتے ہو؟"

"میں نے یہ نہیں کہا ہے گوپی ناتھ کہ تمہارا کوئی ساتھی چور ہے۔" رگھوپتی بڑے ہی سکون سے بولا۔ "میں نے تو یہ کہا تھا کہ چور ہم میں سے کوئی ایک ہے اس لیے کہ اب ہم میں کوئی فرق نہیں رہا ہے تمہارے ساتھی ہوں یا میرے ہم سب ایک ہی ہیں اس بیگ میں سے رات کو تیس ہزار روپے کی رقم غائب ہوئی ہے اور مجرم اس وقت میرے سامنے بیٹھا ہے۔"

یہ سننا تھا کہ گوپی' جولی اور وجے کی نگاہیں رگھوپتی کے سامنے بیٹھے ہوئے رانا اور شپرا پر جم گئیں شپرا بہت غصے میں نظر آرہا تھا اور اس کی سرخ آنکھیں رگھوپتی کو گھور رہی تھیں یکایک وہ اونچی آواز میں بولا۔ "رگھوپتی تم ہم پر شک کر رہے ہو... اور..."

"مجرم میں ہوں۔" شپرا کی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ رانا کے اس اچانک اقرار نے سب کو دم بخود کر دیا۔ "تیس ہزار روپے میں نے ہی رات کو اس بیگ میں سے نکالے تھے لیکن یہ رقم ابھی گھر سے باہر نہیں گئی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ اٹھا اور دروازے کی طرف جانے کے لیے بڑھا ہی تھا رگھوپتی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا "ردی اخباروں کی تھی کے اندر جو رقم تم نے چھپائی تھی وہ اس بیگ میں واپس آچکی ہے۔" رگھوپتی کا یہ دوسرا دھماکہ سن کر سب کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں رگھوپتی اپنے مخصوص لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "رات کو تم بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے اس کی وجہ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن صبح سویرے جب میں نے بیگ نکالا تو تم نے اسے ٹھیک سے بند نہیں کیا تھا اس لیے مجھے خیال آیا کہ روپے گن لوں۔ پھر جب تیس ہزار کی تین گڈیاں کم نظر آئیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ

کسی باہر کے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چور اگر باہر کا ہوتا تو وہ ساری رقم لے جاتا..."

"لیکن رانا.... تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟" گوپی ناتھ نے دانت پیس کر رانا کی طرف دیکھا۔ "ہم کتنے نیک اور کتنے اچھے ارادے لے کر اپنے وطن سے نکلے ہیں اور تم نے...."

"اس میں قصور اس کے اکیلے کا نہیں ہے۔" رگھوپتی نے اسے درمیان میں ہی روک دیا اور بیگ کے نیچے دبی ہوئی تصویر کو نکالتے ہوئے بولا۔ "نیچے رہنے والی عورت نے اسے پھنسایا ہے۔"

"گوپی ناتھ نے جھپٹ کر تصویر رگھوپتی کے ہاتھ سے لے لی اور پھر اس تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں وہ کبھی تصویر کو دیکھ رہا تھا اور کبھی رانا کو۔ رانا کی گردن گناہ کے خوف سے جھکی ہوئی تھی۔

"اسی حالت میں اس نے تصویر بھی کھینچ لی اور تم بے خبر رہے؟" کہہ کر گوپی ناتھ نے لپک کر رانا کی کلائی پکڑی۔ "تمہیں معلوم ہے کہ یہ نیپالی سفارت خانے کے خزانچی کی بیوی ہے؟"

رگھوپتی نے اٹھ کر گوپی ناتھ کی گرفت سے رانا کی کلائی چھڑائی۔ رانا کی آنکھوں میں پچھتاوے کے آنسو تھے اور وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔ "یہ میرے ساتھ کالج میں پڑھتی تھی۔ جب تم لوگ مجھے اور شپرا کو چھوڑ کر چلے گئے تو میں پینے کی طلب محسوس کرنے لگا۔ اور اسی لیے میں نیچے والے نوکر کو تلاش کرنے کے لیے نیچے گیا تھا۔ میں اسے کمپاؤنڈ میں ڈھونڈ رہا تھا کہ اس نے مجھے کھڑکی سے دیکھ لیا اور پہچان گئی۔" اس کے بعد کی بات وہ جولی کی موجودگی کی وجہ سے گول کر گیا۔ مگر بات مکمل کرنے کی غرض سے آگے بولا۔ "بس اس کے بعد اس نے یہ تصویر مجھے دی اور میرا پستول اپنے پاس رکھ لیا۔ ایسی دو اور تصویریں بھی اس کے پاس ہیں۔ مجبوراً" اپنا پستول اور اپنی دونوں تصویریں حاصل کرنے کے لیے مجھے اسے پچیس ہزار روپے چکانے کے لیے ایسا کرنا پڑا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ کہ تم نے چوری کی؟" گوپی ناتھ غصے سے چیخا۔ "اگر تم نے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چوری جیسی حرکت کرنے کی بجائے کھلے دل سے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہوتا تو..."

"اب چھوڑو اس بات کو گوپی۔" رگھوپتی اسے ٹھنڈا کرنے کی غرض سے بولا۔ "جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا... اب ہمیں ان دو تصویروں کو اس کے پاس سے لینا ہو گا۔"

"رانا۔" گوپی ناتھ پر غصے سے بولا۔ "تم نے تو اپنے ساتھیوں کو بھی شرمندہ کر دیا ہے تم ہمارے ساتھ مہاراجا کے ظلم کے خلاف بغاوت کرنے کے ارادے سے آئے اور مہاراجا کے ہی آفیسر کی بیوی کے جال میں پھنس گئے؟"

"بس اب چپ ہو جاؤ گوپی۔" کافی دیر سے خاموش بیٹھے ہوئے وجے نے گوپی کو چپ کراتے ہوئے کہا۔ "تم اس عورت کو نہیں جانتے گوپی جب میں یہاں رہنے کے لیے آیا تھا تو اس نے پہلے مجھ پر بھی جال ڈالا تھا۔ کسی قسم کی شرم و حیا کے بغیر وہ ہر اجنبی مرد سے کہہ دیتی ہے کہ ہری پرشاد جی باپ بننے کے لائق نہیں ہیں۔ میں ماں بننے کے لیے ترس رہی ہوں ممتا کی تڑپ سے مجبور عورت کی طرف کوئی بھی ہمدردی کی نظر ڈال سکتا ہے۔ اور یہ رانا تو پھر بھی اس کے کالج کا ساتھی رہ چکا ہے۔"

"ممتا کی تڑپ سے مجبور عورت..." رگھوپتی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا کر درمیان میں ہی چپ ہو گیا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا سب چپ چاپ اسی کو دیکھتے رہے تھے رانا بہت پر سکون نظر آرہا تھا۔ شاید اس لیے کہ وجے نے اس کی طرف داری کی تھی مگر اس وقت وہ رگھوپتی کے منہ سے کچھ سننے کے لیے بے قرار نظر آرہا تھا۔

"لیکن ہر پرائے شخص سے اپنی ممتا کے لیے بھیک مانگنے والی عورت اب تک کیوں ماں بننے سے محروم ہے؟" رگھوپتی کا یہ سوال ان سب کو بڑا عجیب سا لگا تھا۔ مگر کسی کے کچھ پوچھنے سے پہلے جولی ہی پوچھ بیٹھی۔ "یعنی تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے لگتا ہے کہ آشا مردوں کو بے وقوف بنانے کے چکر میں خود ہی بے وقوف بنتی جا رہی ہے۔" رگھوپتی بہت ہی گھمبیر لہجے میں بولا۔ "سچ تو یہ ہے کہ اگر وہ ماں بننا چاہے تو بھی ماں کبھی نہیں بن سکتی۔ یہ بات شاید وہ نہیں جانتی لیکن میں یہ بات جانتا ہوں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو رگھوپتی۔" گوپی ناتھ الجھے الجھے لہجے میں بولا۔ "تمہاری اس بات سے تو ہم اور زیادہ الجھ گئے ہیں۔ تم صاف صاف بتاؤ رگھوپتی کہ ہماری سمجھ میں بھی کچھ آئے۔"

"اس کی بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔" جولی نے کہا۔ "لیکن پہلے یہ بتاؤ رگھوپتی کہ جو بات آشا خود نہیں جانتی وہ بات تمہیں کیسے معلوم ہو گئی؟"

"کاسینو... جولی کاسینو۔" رگھوپتی فخریہ لہجے میں بولا۔ "میں نے پورے چھ برس تک کاسینو میں کام کیا ہے اور کاسینو ایک ایسی جگہ ہے جہاں ذرزی سے لے کر ڈاکٹر جیسے لوگ آتے ہیں ان لوگوں سے مجھے بہت سی جانی اور انجانی باتیں معلوم ہوتی رہتی تھیں۔" اتنا کہہ کر وہ مسکرایا۔ پھر آگے بولا۔ "لیکن اب اس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال مت پوچھنا کیونکہ آج مجھے اس کے ساتھ جوا کھیلنا ہو گا میں جا رہا ہوں مجھے دیکھنا ہے کہ میری جیت ہوتی ہے یا ہار؟"

"لیکن تم کرنا کیا چاہتے ہو یہ تو بتاؤ؟" گوپی ناتھ نے گھبراہٹ اور بے قراری سے پوچھ لیا۔ "پہلے یہ تو سوچ لو کہ اگر تم ہار کر آئے تو ہم سب کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اور تب تمہارا انتقام اور ہمارا مقصد دونوں ادھورے رہ جائیں گے۔"

لیکن رگھوپتی نے راز نہیں کھولا۔ وہ باتھ روم میں گھس کر گنگناتے ہوئے نہانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ کرتا پاجامہ پہن کر باتھ روم سے باہر نکلا اور لاکھ روپے سے بھرا ہوا بیگ اور رانا کی تصویر اٹھا کر ان سب کو حیران کرتا ہوا آشا سے ملنے کے لیے کمرے کے باہر نکل گیا۔

اس کا یہ انداز دیکھ کر جولی دل ہی دل میں وجے اور رگھوپتی کا موازنہ کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ دونوں گہرے دوست واقعی بڑے باہمت ہیں مگر ایک سوچ سمجھ کر دھیرے دھیرے چلنے کا عادی ہے اور دوسرا جلد باز اور جھٹ پٹ نتیجہ چاہتا ہے اب دیکھنا ہے وہ کیا کر کے آتا ہے؟"

○

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے ہوئے رگھوپتی نے پوچھا تو آشا چند لمحوں تک اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ اس الجھن میں تھی کہ ہاں کہے یا انکار کر دے؟ لیکن رگھوپتی کو تو جیسے اس کی اجازت کی پروا ہی نہیں تھی۔ وہ تو اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کمرے کے اندر داخل ہو کر آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ "کمال ہے۔" صوفے پر بیٹھنے کے بعد آشا کو گھورتے ہوئے بولا۔ "میں اتنے دنوں سے اوپر مہمان بن کر آیا ہوں لیکن ایک بار بھی آپ کا دیدار نہیں ہوا۔" آشا اس کی بے تکلفی پر سوچنے لگی کہ اسے اس پر خوش ہونا چاہیے کہ ناراض؟ وہ ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھی۔ اس لیے اس سے کوئی فیصلہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ دو تین روز قبل اسے اوپر کی بالکونی سے رگھوپتی نے دیکھا لیا تھا۔ لیکن وہ تو اسے دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکی تھی۔ اور اب بھی وہ اسی الجھن میں مبتلا تھی۔

"آپ کو کہیں دیکھا ہے یہ تو مجھے یاد آرہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بولی۔ "لیکن یہ یاد نہیں آتا کہ ہمارا کبھی تعارف بھی ہوا ہو؟"

یہ سن کر رگھوپتی دل ہی دل میں مسکرایا اور اپنے آپ سے بولا عورت چالاک ہے۔ سوچ سمجھ کر چال چل رہی ہے۔ میں یاد دلاتا ہوں آشا دیوی۔ رگھوپتی کا یہ انداز تخاطب آشا کے دل کو چھو گیا۔ لیکن اس نے اپنے چہرے سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اور دلچسپی سے رگھوپتی کی طرف دیکھنے لگی۔ جو کہہ رہا تھا "اس وقت ہری پرشاد جی دہلی کے سفارت خانے میں کیشیر نہیں تھے بلکہ وہ کھٹمنڈو میں ہی ایک بینک میں کلرک تھے اور ہمارے کاسینو میں تقریباً روزانہ آتے تھے۔"

"اچھا" آشا ہنستے ہوئے بولی۔ "اور آپ کاسینو والے روز انہیں قلاش کر کے

گھر بھیج دیا کرتے تھے۔"

آپ بھیج دینے کی بات کہہ رہی ہیں؟" رگھوپتی نے اپنی چال کی ابتدا کی اور بولا "ارے کبھی کبھی تو ہم خود آکر انہیں گھر پر چھوڑ جاتے تھے۔ اور یہ ذمہ داری زیادہ تر میرے سر پر ہی آتی تھی۔"

"تب تو آپ کافی قریب کے آدمی ہیں۔" آشا نے مسکرا کر کہا۔ "کیا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"ابھی میں نے اپنا نام بتایا ہی کہاں ہے؟" رگھوپتی ہنس کر بولا۔ "لیکن یاد رہ جانے والا نام ہے رگھوپتی۔"

"رگھوپتی" آشا نے دہرایا اور بولی۔ "بولنے میں ذرا دشوار لگتا ہے۔"

"ہاں.... خاص کر کے عورتیں جب میرا نام لیتی ہیں تو انہیں ذرا دشوار لگتا ہے۔" رگھوپتی نے ذرا طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن پرانی ملاقات کو تازہ کرنے کی بات تو ابھی آپ نے سنی ہی نہیں۔ ایک بار جب پرشاد جی بہت نشے میں تھے تو میں انہیں رات کے دو بجے گھر چھوڑنے آیا تھا۔ اس وقت اپنے گھر میں آپ اور ڈاکٹر تھاپا بھی کچھ ایسی ہی حالت میں تھے۔"

آشا کو ایک شدید جھٹکا لگا اور پہلی بار اس کے جبڑے کچھ تنگ سے ہو گئے یہ دیکھ کر رگھوپتی کو مستی چڑھی اور وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بے چارے پرشاد جی لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آپ کی جانب بڑھے۔ وہ آپ کو اپنی ہار جیت کی بات بتانا چاہتے تھے لیکن آپ نے انہیں واپس میری طرف دھکیل دیا تھا اور بڑے ہی تلخ لہجے میں کہا تھا "چلو... ہٹو.... تم زندگی اور جوئے میں کبھی جیتنے والے نہیں ہو۔"

"آپ کو تو ایک ایک لفظ یاد رہ گیا ہے" آشا اندر ہی اندر دانت پیس کر بولی۔ "اور اس برسوں پرانی بات کو یاد دلانے کے لیے آج آپ کو نیچے آنا پڑا ہے کیوں؟"

رگھوپتی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ چپ چاپ بیٹھا آشا کے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کچھ نہیں بولا تو آشا خود ہی بولی۔ "ویسے شرافت اور انسانیت کا تقاضا تو یہی ہے کہ جس کے مہمان بن کر آئیں ہیں اس کو ساتھ لے کر پڑوسی کے گھر جانا چاہیے۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"سچی بات ہے آشا دیوی۔" رگھوپتی نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔ "انسانیت اور شرافت تو یہ بھی کہتی ہے کہ کسی کے مہمان کو اپنے گھر میں بلا کر عیش کرانے کے بدلے اس سے بڑی رقم کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے۔"

آشا اس طرح صوفے سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے رگھوپتی کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اس کے دل کے پار اتر گیا ہو۔ "تو یہ بات ہے؟" وہ سانپ کی طرح پھنکار کر بولی۔ "تو یہ پہلے ہی کیوں نہیں بتا دیا کہ تم رانا کی دلالی کرنے آئے ہو؟"

اس کا غصہ دیکھ کر رگھوپتی کو لگا کہ وہ ابھی بل کھاتی ہوئی اندر چلی جائے گی اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے اس کا پھیرا ناکام بنا دے گی۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے جھپٹ کر اپنے قریب رکھا ہوا بیگ اٹھا کر کھولا اور اندر رکھی ہوئی گڈیوں کو ہاتھ میں لے کر بولا۔ "رانا کو آپ نے بالکل سچ بتایا تھا وجے کے کمرے میں پورے لاکھ روپے پڑے تھے۔"

آشا کا تنا ہوا چہرہ یکایک ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں اس طرح چمکنے لگیں جیسے اچانک ہی کوئی معجزہ رونما ہو گیا ہو۔ وہ بڑی لالچی نظروں سے رگھوپتی کے ہاتھ کو تاک رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر رگھوپتی کو اسے دوبارہ اپنے آپ میں لانے کے لیے کہنا پڑا۔ "بیٹھئے نا اور سچ بتائیے گا آشا دیوی آپ کو پیسے کی لالچ ہے یا اولاد کی؟"

"کیا مطلب؟" وہ پھر غصے میں آکر دانت پیسنے ہی جا رہی تھی کہ اسے محسوس ہوا کہ رگھوپتی کے اس سوال میں طنز کی بجائے ہمدردی کی جھلک تھی۔ اس خیال کے آتے ہی وہ نرم پڑ گئی اور بولی۔ "دولت اور عہدے کی لالچ تو صرف پرشاد کو ہے۔ میں تو صرف ماں کے عہدے کے لیے ترس رہی ہوں۔"

"اور اس کے باوجود آپ ماں نہیں بن سکتیں۔" رگھوپتی نے پر یقین لہجے میں کہا۔ "شاید آپ میں ہی کوئی خامی..."

"نہیں .... نہیں..." آشا اس طرح بولی جیسے رگھوپتی کی یہ بات اسے بڑی بری لگی ہو۔ "مجھ میں کوئی خامی نہیں ہے۔ ڈاکٹر تھاپا سے میں نے چیک کرایا تھا۔"

"ڈاکٹر تھاپا....ہونہہ..." رگھوپتی نے حقارت سے کہا۔ "آشا دیوی اس ڈاکٹر تھاپا نے آج سے پانچ سال پہلے آپ کا اپنڈکس کا آپریشن کیا تھا یاد ہے آپ کو؟"

"ہاں.... لیکن آپ کو یہ کس نے بتایا؟" آشا نے چونک کر پوچھا۔

"ڈاکٹر تھاپا بھی ہمارے کاسینو کا پرانا کھلاڑی ہے آشا دیوی۔" رگھوپتی ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ "اور اس آپریشن میں اس نے آپ کا اپنڈکس کا نہیں بلکہ آپ کی ممتا کو ہی کاٹ کر پھینک دیا تھا۔"

"کیا؟" آشا بوکھلا گئی اور چیخ کر بولی۔ "تم کیا مجھ سے میری ممتا چھیننے آئے ہو؟"

"میں نہیں۔" رگھوپتی نے سکون سے جواب دیا۔ "آپ کی ماں بننے کی صلاحیت خود آپ کے شوہر نے آپ سے چھین لی تھی۔ اور اس کام میں ڈاکٹر تھاپا نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ اصل میں پرشاد جی خود باپ بننے کے قابل نہیں تھے... لیکن وہ کسی پرائے مرد کے بچے کا باپ کہلوانا بھی نہیں چاہتے تھے۔" رگھوپتی کی بات میں سچائی کی جھلک تھی جو آشا نے محسوس کر لی تھی۔

"تو اس لیے میرے ساتھ یہ ظلم؟" آشا کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "اس کی ترقی کے لیے میں بیوی سے طوائف بنی اور وہ میری ممتا کا میرے ہونے والے بچوں کا قاتل بنا؟ اپنی خامی کا بدلہ لینے کے لیے اس نے مجھے بانجھ کر دیا۔" دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ رگھوپتی اٹھ کر اس کے قریب گیا اور دھیرے دھیرے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر اسے تسلی دیتا ہوا بولا۔ "آشا بہن ... تمہاری ممتا بھری گود آج سے ساڑھے پانچ سال پہلے ہی اجاڑ دی گئی تھی لیکن تمہاری ماں بننے کی خواہش کو آج میں نے چھین لیا ہے۔ اس لیے کہ کہیں اس خواہش کے پیچھے تم اپنی زندگی کو مزید برباد نہ کر ڈالو..." رگھوپتی جذبات کی رو میں اسے آپ کے بجائے "تم" کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔

"یعنی میں غیر مردوں کو پھنساتی نہ پھروں۔" کہہ کر وہ کھڑی ہوئی اور آگے بولی۔ "آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔" وہ اپنی ساڑی کے پلو سے اپنے آنسو پوچھتی ہوئی تیزی سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اور تب ہی رگھوپتی کو لگا کہ وہ اندر جا کر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کہیں کچھ کر نہ بیٹھے؟ رگھوپتی ابھی کچھ سوچ بھی نہیں پایا تھا کہ آشا اپنے ساتھ ایک ہاتھ میں دو تصویریں اور دوسرے ہاتھ میں رانا کا پستول لیے ہوئے توقع کے خلاف جلد ہی واپس آگئی اور رگھوپتی کے سامنے آکر دونوں تصویریں بڑھاتی ہوئی بولی۔ "یہ لے لیجئے اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

رگھوپتی اس کے اندر پیدا ہونے والی اس اچانک تبدیلی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا اور تصویریں لینے کی بجائے وہ اس کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ چند لمحوں تک جب رگھوپتی نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا تو آشا نے دونوں تصویریں اس کی گود میں پھینک دیں اور پوچھا۔ "یہ آپ اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"آپ نے اتنی جلدی فیصلہ کر لیا اس پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔" کہہ کر رگھوپتی نے اپنی گود میں سے تصویریں اٹھائیں اور دوسرا ہاتھ بیگ کے ہینڈل کو تھامنے کے لیے بڑھایا ہی تھا کہ اچانک آشا نے پستول کا رخ اس کی طرف کر کے بڑے ہی کرخت لہجے میں کہا۔ "نہیں.... مسٹر رگھوپتی اس بیگ کو یہیں چھوڑتے جائیں۔"

رگھوپتی کی گردن ایک جھٹکے سے اونچی ہو گئی۔ اسے آشا کی اس دوسری تبدیلی پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اسے یقین کرنا پڑ رہا تھا کیوں کہ وہ مذاق کے موڈ میں نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھا۔ جس کا رخ اسی کی طرف تھا اور پستول کو آشا نے اس طرح پکڑ رکھا تھا جیسے یہ اس کے لیے کوئی نئی بات نہ ہو۔ رگھوپتی کو دل ہی دل میں پچھتاوا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ اسے بغیر ہتھیار کے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

"میں کتنی جلدی فیصلے بدل سکتی ہوں۔ یہ جان کر آپ کو صدمہ ہوا ہے نا؟" وہ پستول والا ہاتھ دھیرے دھیرے ہلاتی ہوئی بولی۔

"نہیں .... مجھے تو آپ کی اتنی کامیاب اداکاری پر حیرت ہو رہی تھی۔" رگھوپتی نے پرسکون نظر آنے کی کوشش کی' وہ بازی ہار چکا تھا لیکن پھر بھی اپنے لہجے میں تلخی پیدا کرتے ہوئے بولا۔ "واقعی ایسے کھیلوں کی آپ ایک ماہر کھلاڑی ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر آشا چوکنا ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اب اس کے اور رگھوپتی کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ رگھوپتی ہاتھ بڑھا کر پستول چھین نہیں

سکتا تھا۔

لیکن تب ہی کارنر ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ رگھوپتی نے گردن گھما کر فون کی طرف دیکھا۔ لیکن آشا نے کوئی توجہ نہیں دی تو رگھوپتی کو ہی آگے بڑھ کر ریسیور اٹھانا پڑا۔ "ٹرنک کال ہے کھٹمنڈو سے۔" کہہ کر رگھوپتی آشا کی طرف دیکھنے لگا۔ مگر آشا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے کسی فون کی پرواہی نہ ہو۔ یکایک رگھوپتی کی سماعت سے ہری پرشاد جی کی آواز ٹکرائی جو دوسری جانب سے پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو... کون وجے کمار؟"

"ہاں.... وجے ہی ہوں۔" رگھوپتی کو کہنا پڑا۔

"کیا آج صبح سویرے ہی آشا کے پاس آگئے ہو؟"

دوسری طرف سے پرشاد نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یا دن رات نیچے ہی ڈیرہ ڈال رکھا ہے؟"

"یوں ہی سمجھ لیجئے۔" رگھوپتی دھیرے سے بولا۔

"میری غیر موجودگی میں آشا تمہاری ٹھیک طرح سے خدمت تو کر رہی ہے نا؟"

"ہاں.... ایسی خدمت تو کسی نے زندگی میں نہیں کی ہے۔" رگھوپتی نے جواب دیا۔

"بینک سے اور روپے نکلوائے یا نہیں؟" ہری پرشاد کی آواز میں لالچ کی جھلک محسوس ہو رہی تھی۔ "باپ کی دولت کو کھلے ہاتھ سے خرچ کر رہے ہو نا؟"

"ارے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" رگھوپتی اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر اتنی ہوشیاری سے بولا کہ اس کی آواز پہچانی نہ جائے۔ "بینک میں سے دو لاکھ روپے نکلوائے تھے جس میں سے ایک لاکھ خرچ بھی ہو گئے۔" کہہ کر اس نے آشا کو آنکھ ماری۔

"مجھے تو یوراج کی رسم تاجپوشی کی تیاری میں ابھی یہیں رکنا پڑے گا۔" دوسری جانب سے ہری پرشاد کہہ رہا تھا۔ "بڑے شاندار طریقے سے یہ رسم ادا کی جائے گی۔ آخری ایک ہفتے تک پورے نیپال میں جشن منانے کے پروگرام بنائے گئے ہیں۔ اور سری پنچ چندر بھوشن کی تاجپوشی کی فلم پورے نیپال میں راج محل سے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دکھائی جائی گی اس کے لیے تقریباً" دو سو پروجیکٹر کے آرڈر دیے گئے ہیں۔ تاکہ دور دراز کے لوگ بھی تاجپوشی کا آنکھوں دیکھا حال دیکھ اور سن سکیں۔ اس کے علاوہ بہت سے رنگارنگ پروگراموں کی تیاریاں بھی ہو رہی ہیں۔"

ہری پرشاد کی باتیں سن کر رگھوپتی کو لگ رہا تھا کہ وہ اگر اسی طرح ریسیور تھامے کھڑا رہا تو ہری پرشاد بولتا رہے گا اور اس کے ہاتھ آیا ہوا موقع اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس خیال کے ذہن میں آتے ہی وہ جلدی سے بولا "اب میں ریسیور آشا کو دیتا ہوں لیجئے بات کر لیجئے۔" کہہ کر اس نے ریسیور آشا کی طرف بڑھا دیا۔ مگر ریسیور اس کے ہاتھ میں دینے سے پہلے وہ دھیمی آواز میں آشا سے بولا تھا۔ "پرشاد جی لاکھ روپے کی بات سن کر بہت خوش ہوئے ہیں آپ کو شاباش دیں گے۔"

پھر جیسے ہی آشا نے ریسیور لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ویسے ہی رگھوپتی نے بڑی پھرتی سے اس کے پستول والے ہاتھ کی کلائی پکڑ لی اور فورا ہی ایک جھٹکے سے اس کی کلائی مروڑ دی۔ اس اچانک جھٹکے سے پستول آشا کے ہاتھ سے چھوٹ کر دروازے کی طرف جا گرا اور آشا کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

"کیا ہوا آشا؟" دوسری طرف سے پرشاد نے چیخ کر پوچھا تھا اور ریسیور میں سے آتی ہوئی اس کی آواز ان دونوں نے صاف سنی تھی۔ آشا نے ریسیور اپنے کان سے لگایا تو ہری پرشاد کہہ رہا تھا "لگتا ہے وجے کافی رنگیلا آدمی ہے۔ مجھ سے بات کرنے کے لیے بھی تمہیں ایک منٹ کے لیے نہیں چھوڑتا۔ چلو کوئی بات نہیں۔ تم اسے سنبھالو۔" اس کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی اور لائن کٹ گئی۔

"ذلیل" آشا نے غصے میں دانت پیس کر کہا اور ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔

"کون ذلیل؟" روپے کے بیگ دونوں تصویریں اور رانا کی پستول کو اپنے قبضے میں لے کر رگھوپتی دروازے کی جانب مڑ کر بولا۔

"اور کون؟ میرا کمینہ شوہر۔" آشا اس قدر غصے میں بولی کہ اگر اس وقت اس کا شوہر موجود ہوتا تو وہ اس کی گردن ہی دبا دیتا۔ آشا کی آنکھوں میں نفرت اور انتقام کی ایک بھیانک آگ جل رہی تھی۔

○

"تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ ابھی ہمارے مہمان آنے والے ہیں۔" آرڈر کے لیے کھڑے ہوئے چانینز' ریسٹورنٹ کے ویٹر سے رگھوپتی نے کہا۔ "بس اب وہ آتے ہی ہوں گے۔"

"اوکے سر۔" ویٹر نے ادب سے سر جھکا دیا اور میز کے قریب سے ہٹ گیا۔ وجے نے گھڑی پر نظر ڈالی اور رگھوپتی سے بولا۔ "سوا سات ہو چکے ہیں جب کہ ریگن کو تو سات بجے کا وقت دیا گیا تھا؟"

"وقت تو سات کا ہی تھا وجے۔" رگھوپتی آس پاس کی میزوں کا جائزہ لیتا ہوا نیپالی زبان میں بولا "مگر ہمارے جتنی غرض اس کو بھی ہے۔"

"آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟" جولی نے گلاس اٹھا کر پانی کا ایک گھونٹ پیا اور پھر ٹوٹی پھوٹی نیپالی میں بولی۔ "کیا ریگن یہ سب پیسے کی خاطر ہی کر رہا ہے؟"

"وہ ظاہر تو یہی کرتا ہے۔" دل میں دبا ہوا شک رگھوپتی کے ہونٹوں پر آگیا۔ "پھر بھی پیسے کے علاوہ اس کا کوئی خاص مقصد بھی ہونا چاہیے۔"

"مجھے تو وہ جاسوس جیسا لگتا ہے۔" وجے کی آواز میں گھبراہٹ تھی "اور میرا تو یہ خیال ہے کہ وہ ہماری ایک ایک حرکت پر نظر رکھ رہا ہے۔ اس وقت وہ بھلے دیر سے ہی ہمارے سامنے آئے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی آدمی تو اس وقت ہمارے آس پاس بیٹھا ہو گا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو ہم لوگوں کو اس کے بارے میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔" جولی نے دھیرے سے کہا تو ان تینوں کے درمیان تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

رگھوپتی اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ اس چینی کا فلم کے نیگیٹو بیچ کر پیسے کمانے کے علاوہ اور کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ اگر وہ چاہے تو خود یوراج چندر بھوشن کو بلیک میل کر کے لاکھوں روپے وصول کر سکتا ہے۔ لیکن جولی کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ سوال مچل رہا تھا کہ فلم میں نظر آنے والے نقاب پوش کے بارے میں اس نے جو اندازہ لگایا ہے اس پر اس چینی نے اتفاق نہیں کیا تو؟ اگر اس نے یوراج چندر بھوشن کی بجائے اس نقاب پوش کا کوئی اور نام بتایا تو؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مگر وجے کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ جولی اس چینی سے ملنا کیوں چاہتی ہے؟ وہ اپنا ارادہ کیوں ظاہر نہیں کر رہی ہے؟ پھر تیسرے ہی منٹ پر ان تینوں نے سمجھ لیا کہ ان کی خاموشی نے تو اس پورے ماحول کو اداس بنا کر رکھ دیا ہے۔

"تمہارا کیا خیال ہے رگھوپتی؟" خاموشی توڑنے کے لیے وجے نے صبح والی بات شروع کی۔ "بچھڑی ہوئی آشا کس سے اپنا بدلہ لے گی۔ اپنے شوہر سے یا ہم سے؟ رگھوپتی اس کا سوال سن کر دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے جواب سوچ ہی رہا تھا کہ جولی بول پڑی۔ "آج دوپہر کو جب اچانک وہ کھٹمنڈو جانے کے لیے ائیر پورٹ روانہ ہوئی تو میں واقعی پریشان ہو گئی تھی کہ پرشاد جی کو وہاں جا کر ضرور رانا کے بارے میں بتا دے گی۔ بینک کی رقم لوٹنے میں چونکہ رانا ملوث ہے اس لیے نیپال کی حکومت دہلی پولیس کی مدد سے ان تینوں کے ساتھ ہم تینوں کو بھی ڈاکوؤں کی مدد کے الزام میں گرفتار کر لے گی۔ "لیکن جولی کی یہ بات سن کر بھی جب رگھوپتی خاموش بیٹھا مسکراتا رہا تو وجے سے برداشت نہیں ہوا اور وہ بول پڑا۔ "رگھوپتی تمہارا یہ اطمینان اور سکون کسی دن ہم سب کو کسی بڑی مصیبت میں ڈال دے گا۔"

"اور وجے تمہارے اندر اس بھروسے اور اطمینان کی کمی ہے۔ تمہاری یہی خامی ہمارے کام میں رکاوٹ بھی بن سکتی ہے۔" رگھوپتی نے کہا۔ "رہ گئی آشا کی بات تو وہ رانا کے بارے میں کسی سے کوئی فریاد نہیں کرے گی۔ کیونکہ رانا کے ساتھ اس کی ناپسندیدہ تصویریں بھی ہمارے پاس ہیں اور اس کا مطلب کیا ہوتا ہے جانتے ہو؟ یہی کہ آشا نے رانا کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی کیونکہ دونوں ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے ہیں اور دونوں کے درمیان بہت عرصے سے ناجائز تعلقات ہیں۔ اس لیے بینک لوٹنے کے جرم میں وہ بھی برابر کی شریک ہے۔ پولیس جب رانا کو گرفتار کرے گی تو اس کے ساتھ وہ تصویریں بھی پولیس کے ہاتھ میں آجائیں گی۔ اور آشا اتنی بے وقوف بھی نہیں ہے کہ وہ یہ باتیں نہ سوچے۔"

اس کی اس ٹھوس دلیل کے آگے وجے کو کوئی دلیل نہیں سوجھی۔ ویسے بھی کچھ بولنے کا اب اس کے پاس موقع ہی نہیں تھا کیونکہ انہیں جس کا انتظار تھا وہ مہمان آپہنچا تھا۔

چینی نے ان سے ہاتھ ملانے کی بجائے اپنی گردن کو ذرا سا خم دے کر ان کے استقبال کا شکریہ ادا کیا اور خالی پڑی ہوئی چوتھی کرسی پر بیٹھ گیا پھر باری باری ان تینوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "پہلے تو میں آپ لوگوں سے اس تاخیر کی معافی مانگوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ اس طرح ہنس پڑا کہ اس کے دو سونے کے دانت صاف نظر آنے لگے۔ "اصل میں ایک لیڈی کے ساتھ شام کے شو میں ایک ہندی فلم دیکھنے کا پروگرام تھا..... اس لیے انٹرویل تک اسے کمپنی دینا پڑی اب آدھے گھنٹے بعد یہاں سے فارغ ہو کر پھر اس کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔""

"کوئی بات نہیں۔" رگھوپتی بولا اور پھر اپنے دونوں ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے بولا "یہ ہیں میرے دوست مسٹر وجے کمار اور یہ ہیں مس جولی مسٹر وجے کی خاص فرینڈ۔"

"ان دونوں کو کل رات کو دیکھا تو تھا۔" چینی جولی کی طرف تاک کر بولا۔ "اور آج ان کا نام بھی معلوم ہو گیا..... وجے اور جولی..... دونوں اچھے نام ہیں۔ نیپالی اور آسٹریلیا کی جوڑی بڑی شاندار ہے۔"

"تھینک یو۔" وجے نے تو کہہ دیا لیکن جولی ذرا چونک پڑی۔ آخر اس چینی کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ آسٹریلیا کی رہنے والی ہے؟ اور آخر یہ سوال اس کے ہونٹوں پر آہی گیا "مگر آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں آسٹریلیا کی رہنے والی ہوں؟"

"یہ تو آپ کا ناک نقشہ ہی بتا رہا ہے۔" چینی نے پھر اپنے سونے کے دانت دکھائے "میں آپ کے ملک میں سات مہینے رہ کر آیا ہوں"

یہ جواب سن کر جولی سوچنے لگی کہ شاید وہاں بھی یہ شخص جاسوسی کے لیے ہی گیا ہو گا؟ ٹھیک اسی وقت ویٹر آرڈر لکھنے کے لیے آگیا۔ تو چیانگ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا میں تو صرف چکن سوپ ہی لوں گا۔ کیونکہ ڈنر تو مجھے کسی اور کے ساتھ لینا ہے۔"

"اپنی لیڈی پارٹنر کے ساتھ؟" جولی نے ذرا بے تکلف ہو کر پوچھا تو چیانگ نے اپنے دانت نہیں دکھائے بلکہ صرف گردن ہلا کر ہی اثبات میں جواب دیا اس درمیاں رگھوپتی نے اپنے تینوں ساتھیوں کے لیے بیرے کو آرڈر دے کر اسے رخصت کر دیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اب دونوں طرف بات کرنے کی جلدی تھی لیکن پھر بھی آدھے منٹ تک خاموشی چھائی رہی۔

"آپ لوگوں کو کل رات والی فلم کیسی لگی؟" چیانگ نے اس انداز سے بات شروع کی جیسے کوئی بڑا موجد کارنامے کی تعریف سننے کے لیے بے قرار ہو۔

اگر وجے کو اس فلم میں ذاتی دلچسپی نہ ہوتی تو وہ کہہ چکا ہوتا کہ بس دیکھی بھول جانے والی فلم تھی مگر وہ ایسی کوئی بات نہ کہہ سکا کیونکہ اس فلم کی یاد سے ابھی تک اس کے جسم میں کپکپاہٹ سی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن جولی نے تو اس فلم کی تعریف کر کے وجے اور رگھوپتی کو چونکا ہی دیا۔

"مسٹر ریگن۔" اس نے چینی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "فلم کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات تو نہیں ہیں لیکن اس فلم کو دیکھنے کے بعد اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ اس کی فلمبندی کے دوران ایک سے زیادہ کیمرے استعمال کیے گئے ہیں۔"

"کرکٹ۔" چیانگ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ "آپ کی نظر کافی تیز ہے۔ دو کیمروں کے بغیر ان مناظروں میں سچائی کی جھلک نظر نہیں آسکتی تھی۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" جولی نے پوچھا۔ "مختلف سمتوں میں رکھے ہوئے دو کیمروں کو آپ نے تنہا کیسے آپریٹ کیا ہو گا؟"

"میں تنہا؟" چینی چونک کر جولی کی طرف دیکھنے لگا۔ اپنی تعریف سننے کی لالچ میں وہ آدھی بات تو قبول کر ہی چکا تھا کہ دو کیمروں کی مدد سے فلم بندی کی گئی تھی۔ اب اس بات کو بدلنا اس کے لیے آسان نہیں تھا۔ جب تک ویٹر میز پر پلیٹیں سجا رہا۔ اس وقت تک تو خاموشی رہی۔ پھر ویٹر کے جانے کے بعد چینی نے دھیرے سے کہا۔ "مس جولی آپ بہت سمجھدار بھی ہیں۔ خیر میں نے دونوں کیمرے اس طرح سیٹ کیے تھے کہ انہیں اکیلا ہی ہینڈل کر سکوں لیکن آپ کو یہ کیسے پتا چلا کہ میں نے اکیلے ہی دو کیمروں کو آپریٹ کیا ہو گا؟"

جس طرح آپ کو یہ پتا چل گیا کہ میں آسٹریلیا کی رہنے والی ہوں اسی طرح یہ جواب دے کر تو جولی نے پہلی بازی میں ہی چینی کو چت کر دیا تھا۔ اس جواب وجے نے میز کے نیچے سے اس طرح اپنے جوتے سے جولی کا سینڈل والا پاؤں دبایا؟

اسے بڑی خوشی ہوئی ہو۔ چیانگ نے سوپ پینے کی اور ان تینوں نے چائنیز رائس کھانے کی ابتدا کر دی تھی۔ اس لیے ایک بار تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ لیکن فوراً ہی چینی نے سوپ کے چمچے کو میز پر رکھ دیا اور اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا سگریٹ سلگا۔ رگھوپتی کی طرف دیکھ کر بولا "ہاں تو اب ہمیں اس فلم کے نیگیٹو کا سودا کر لینا چاہیے۔"

"اسی لیے تو ہم ملے ہیں..." اتنا کہہ کر رگھوپتی نے جان بوجھ کر بات نامکمل چھوڑ دی۔

"سمجھ گیا۔" چینی نے رگھوپتی کے انداز کے مطابق ہی کہا۔ "مگر پہلے آپ لوگ اس فلم کے ہیرو کا نام جاننا چاہتے ہیں یہی نا؟"

"ہیرو نہیں ولن۔" وجے منہ کا نوالہ چباتے ہوئے بولا۔

"ہیرو ہو یا ولن۔" جولی چینی کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑی۔ "اس کا نام تو ہمارا جانا ہوا ہی ہے۔"

"جانا ہوا ہے؟" چینی نے اس طرح کترائی ہوئی نظروں سے جولی کی طرف دیکھا جیسے جولی نے اس کے ہاتھ سے لاکھ روپے کے نوٹ چھین لیے ہوں "وہ نام کس طرح آپ کا جانا ہوا ہے مس جولی"

"مشہور تو وہ ایک ہیرو کی حیثیت سے ہے مسٹر ریگن۔" جولی نے دوسری بازی بھی جیت لینے کے انداز میں کہا۔ "لیکن آپ کی فلم میں اس نے ولن کا رول کیا ہے۔"

یہ سن کر چیانگ نے اپنا سگریٹ ایش ٹرے میں کچل دیا اور سوپ کا چمچہ اٹھا لیا۔ جولی نے ٹشو پیپر اٹھایا اور اس کے کونے میں بال پین سے کچھ لکھنے لگی۔ پھر ٹشو پیپر کو چیانگ کی جانب کھسکا کر بولی۔ "لیجئے پڑھ لیجئے۔ اور اب آپ کے ہاں.... یا ناں کے جواب پر ہی نیگیٹو کے سودے کا دار و مدار ہے۔"

ٹیشو پیپر پر لکھے ہوئے نام کو پڑھتے ہی چیانگ کے ہاتھ سے سوپ کا چمچہ چھوٹ کر پلیٹ میں آگرا اور اس چمچے کے گرنے کی جو آواز ہوئی تھی اس میں جولی کو "ہاں" کی گونج سنائی دے گئی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چیانگ نے یوراج چندر بھوشن کے نام والے کاغذ کو دھیرے دھیرے پھاڑ ڈالا۔ پھر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولا۔ ”مس جولی جس نام کو اپنی زبان پر لانے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی اس نام کو کاغذ پر لکھنے کی ہمت آپ نے دکھائی ہے۔“

یہ سن کر رگھوپتی اور وجے اچھل پڑے۔ جولی نے جو اندازہ لگایا تھا وہ درست نکلا تھا۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا مس جولی کہ نام بتانے کی فیس جو ایک لاکھ روپے تھی وہ میں کھو چکا ہوں۔“ چینی تھکی تھکی سی آواز میں بولا۔

”لیکن ہاں کہنے کی پچاس ہزار فیس تو ہمیں دینی ہی پڑے گی؟“ رگھوپتی نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ”ہم ایسے لوگوں میں سے نہیں ہیں جو سودے میں بے ایمانی کرتے ہیں۔“

”یعنی آدھا لاکھ۔“ چینی نے رقم گنتے ہوئے کہا۔ ”اور دس لاکھ فلم کے نیگیٹو کے دونوں ملا کر ساڑھے دس لاکھ ہو گئے۔ اس لیے اپنی بات پکی ہو گئی۔“

”نہیں مسٹر ریگن۔“ جولی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”دوسرے بھی پانچ لاکھ روپے آپ کے نصیب میں لکھے ہوئے ہیں۔“

اب چیانگ کے ساتھ ساتھ وجے اور رگھوپتی بھی اچھل پڑے۔ جولی باتوں باتوں میں بہت آگے نکلتی جا رہی تھی۔ اور ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کرنا کیا چاہتی ہے؟ وہ تینوں تجسس بھری نظروں سے جولی کو دیکھ رہے تھے اور جولی بڑے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ”مسٹر ریگن۔ ابھی آپ کو ایک اور لڑکی کی ایسی ہی فلم بنانی ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ یہ بات کہی تو چیانگ نے ہی تھی لیکن یہ بات تو وجے اور رگھوپتی کی سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد چیانگ نے آگے کہا۔ ”مس جولی آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ ایک اور لڑکی کا ایسا ہی واقعہ مجھے فلمبند کرنا ہو گا؟“

”ہاں... اب آپ ٹھیک سمجھے۔“ جولی نے میز کے نیچے وجے کا پاؤں اپنے پاؤں

سے دبا کر چیانگ سے کہا۔ ”بولیے پانچ لاکھ روپے لے کر صرف پانچ منٹ کی فلم بنانے کے لیے آپ تیار ہیں۔“

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے مس جولی؟“ سوپ کی پلیٹ دور ہٹاتے ہوئے چیانگ بول اٹھا۔ ”یہ کسی فلم کی شوٹنگ تو ہے نہیں کہ جب چاہا پروگرام بنا کر کیمرہ اسٹارٹ کر دیا؟ آئندہ ماہ تو ہمارے ہیرو کی تاج پوشی کا جشن ہونے والا ہے اور ابھی سے پورے ملک میں اس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔“

”ہمیں اس جشن سے پہلے ہی یہ کام ختم کرنا ہے مسٹر ریگن۔“ رگھوپتی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ جولی کی تائید میں بولا۔ ”اگر تمہیں پانچ لاکھ کا پلان منظور ہے تو ہمیں بھی دس لاکھ کا نیگیٹو خریدنے میں دلچسپی ہے۔“

چیانگ نے اس طرح اپنا سر ہلایا جیسے وہ بڑی الجھن میں پڑ گیا ہو۔ پھر یکایک اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سنہرے رنگ کا سگریٹ کیس نکالا پھر جب اس نے سگریٹ سلگا کر اس کا پہلا کش لیا تو اس کے دھوئیں کی عجیب بو سے تینوں سمجھ گئے کہ چیانگ چرس کا سگریٹ پی رہا ہے۔

”پہلے تو آپ نے اس نقاب پوش کا نام معلوم کرنے کے بعد فلم کا نیگیٹو خریدنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔“ چیانگ سگریٹ کا دوسرا کش لے کر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بولا ”اور اب کہہ رہے ہیں کہ ایک دوسرا ٹکڑا شوٹ کر دوں تو پھر سودا ہو گا۔ اس طرح بار بار بات بدلنا مجھے پسند نہیں ہے۔“

”لیکن بدلنے کی قیمت بھی تو چکا رہے ہیں۔“

جوش میں آکر رگھوپتی نے دلیل پیش کی لیکن پھر فوراً ہی اپنے لہجے میں نرمی پیدا کر کے بولا ”مسٹر ریگن آپ کو ہماری اتنی مدد تو کرنی ہی چاہیے۔“

”ہوں۔“ چیانگ نے سوچنے کے انداز میں منہ میں زبان پھیری۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد بولا ”کل والی فلم کے آخری سین کو فلمائے ہوئے ابھی صرف ایک مہینا ہی ہوا ہے۔ اس لیے اتنی جلدی دوسرا پروگرام کیسے ارینج کیا جا سکتا ہے؟ اس کے علاوہ ہیرو کے پنجے میں کوئی شکار بھی تو پھنسنا چاہیے نا؟“

”شکار پھنسنے کا انتظام ہم کر دیں تو؟“ جولی کا یہ مشورہ سن کر وجے کانپ اٹھا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس کا چہرہ غصے میں تنگ ہو گیا۔ وہ جولی پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ جولی نے اس کے ارادے کو بھانپ لیا اور فوراً" ہی اپنا پیر اس کے پیر پر رکھ کر اسے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ رگھوپتی کو بھی جولی کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر بھی وہ جواب کے لیے چیانگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں جولی کو گھور رہی تھیں۔

"آپ بہت گہرے پانی میں اترنے کی کوشش کر رہی ہیں مس جولی۔" چیانگ نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا۔ "اپنے پنجے میں پھنسے ہوئے شکار کو تڑپا تڑپا کر کھانے میں اس ہیرو کو بڑا مزہ آتا ہے۔ اور پھر اس لڑکی کا درد آپ زندگی بھر بھول نہیں سکیں گی مس جولی۔"

"مجھے خود کہاں وہ درد برداشت کرنا ہے؟" جولی نے جلدی سے کہہ ڈالا۔ "جس طرح آپ کو پانچ لاکھ میں تیار کریں گے اسی طرح پچاس ہزار میں کسی لڑکی کو تیار کر لیں گے۔"

"چپ ہو جاؤ جولی۔" میز پر زور سے ہاتھ مار کر وجے غصے میں بولا۔ "بند کرو ایسی ذلیل سودے بازی کو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تمہیں ایسا بے ہودہ خیال کیسے آگیا؟"

کوئی اور موقع ہوتا تو وجے کے غصے میں سرخ چہرے کو دیکھ کر جولی گھبرا جاتی۔ لیکن اس موقع پر تو وہ پوری تیاری کر کے ہی آئی تھی۔ اس لیے وہ بڑے ہی بھاری اور سنجیدہ لہجے میں بولی۔ "میرے ذہن میں اس خیال کی جنم دینے والی وہ فلم ہے جو کل رات ہم نے دیکھی تھی۔ ذرا یہ تو سوچو کہ پورے چھ سال تک بے چاری روکھی نے کیسے کیسے درد سہے ہوں گے؟ اس عرصے میں نہ جانے کتنے مردوں نے اس کے نرم و نازک جسم کو کچلا ہو گا؟ جس جنم کی آگ میں وہ جل چکی ہے اس کا تصور بھی تم مرد لوگ نہیں کر سکتے۔"

"اور اس کے باوجود تم ایک اور معصوم لڑکی کو اس دوزخ میں دھکیلنا چاہتی ہو؟" وجے غراہٹ بھری آواز میں بولا۔

"ہاں۔ کیونکہ دوزخ ۔ پہنچے بغیر دوزخ کو تباہ نہیں کیا جا سکتا۔" جولی نے

جوش میں آکر جواب دیا لیکن رگھوپتی کو ان کا اس طرح اونچی آواز میں بولنا اچھا نہیں لگا۔ اس لیے وہ بولا۔ "تم لوگوں کو کچھ ہوش بھی ہے؟ یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

رگھوپتی کی اتنی سی بات سن کر ہی جولی سمجھ گئی کہ بولتے بولتے اس کی آواز بھی کچھ اونچی ہو گئی تھی جو ان سب کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن پھر بھی اس نے سوری کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور مسکراتی نظروں سے چیانگ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "آپ ہی کہئے مسٹر ریگن اگر شادی سے پہلے یہ شخص مجھ پر اتنا رعب جماتا ہے تو پھر شادی کے بعد کیا کرے گا"

"اگر آپ مجھ سے پوچھتی ہیں تو بتاتا ہوں۔" چیانگ نے ہنس کر اپنے سونے کے دانت دکھا دیے پھر آگے کہا۔ "عورت اور مرد کو جھگڑتے دیکھنے میں بھی مزہ آتا ہے لیکن اس وقت ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ یہ پروگرام ہم پھر کبھی کر لیں گے۔"

اتنا کہہ کر اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا تو ان تینوں نے اس کی بے چینی کو محسوس کر لیا اور رگھوپتی نے اس کا دھیان گھڑی سے ہٹانے کی کوشش میں جلدی سے کہا۔ "ہم معاملہ طے کر کے ہی اٹھیں گے۔ آپ کے ساڑھے پندرہ لاکھ پکے۔"

"لیکن ایڈوانس میں پانچ لاکھ لوں گا۔" چیانگ نے کہا۔

"پانچ نہیں۔" رگھوپتی بولا۔ "دس فیصد کے حساب سے ڈیڑھ لاکھ۔ دس روز کے اندر.... اور بقیہ رقم کھٹمنڈو پہنچ کر...."

چیانگ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا "رقم پہلے ملے یا بعد میں لیکن ساری رقم آپ کو دہلی میں ادا کرنی ہو گی۔"

"کس کو؟" رگھوپتی نے پوچھا۔

"نام اور پتا میں بعد میں بتاؤں گا۔"

"ہمیں منظور ہے" کہہ کر رگھوپتی نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا لیکن چیانگ ہاتھ ملانے سے پہلے ایک اور بات طے کر لینا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ ذرا آگے جھک کر رگھوپتی سے بولا۔ "کھٹمنڈو پہنچنے کے بعد اگر فلم بنانے کا موقع آپ لوگ نہ پیدا کر سکے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تو بھی ساڑھے پندرہ لاکھ کی طے شدہ رقم آپ کو ادا کرنی پڑے گی۔ اور اس میں کسی قسم کی آنا کانی نہیں چلے گی۔" کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "بولو منظور ہے؟"

"منظور ہے" رگھوپتی نے بھی اٹھ کر جواب دیا۔

اس کا جواب سن کر چیانگ نے اس طرح اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے وہ ساڑھے پندرہ لاکھ کی رقم وصول کر رہا ہو۔ اس نے رگھوپتی کا ہاتھ اپنے دونوں نرم نرم ہاتھوں میں لے لیا اور پوچھا۔ "پہلی قسط دس روز میں تو مل جائے گی نا؟"

"شاید ہفتے بھر میں ہی مل جائے۔" رگھوپتی مسکرا کر بولا۔

"تب تو مجھے آپ لوگوں کا کام کرنے میں بہت مزہ آئے گا۔" کہہ کر چیانگ نے باری باری وجے اور جولی کے سامنے گردن جھکائی اور قدم اٹھاتے ہوئے بڑبڑایا۔ "اب مجھے سیدھے سینما ہال میں جا کر اس لیڈی کے پہلو میں بیٹھ جانا ہے۔"

وجے اور رگھوپتی اسے جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ لیکن جولی اس طرح دروازے کی طرف بڑھتے چیانگ کے پاس دوڑ گئی جیسے اسے اچانک کوئی بات یاد آگئی ہو۔ "ایک منٹ مسٹر ریگن...." وہ بولی۔

"پھر کیا یاد آگیا مس جولی۔" چیانگ نے پلٹ کر پوچھا۔

"وہ کاغذ جس پر فلم کے ہیرو کا نام لکھا تھا میں نے..." وہ دھیرے سے بولی۔

"کاغذ کا وہ ٹکڑا آپ کی جیب میں ہی رہ گیا ہے۔"

چیانگ ایک لمحے تک جولی کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر بولا۔ "آپ نے اگر مانگا نہ بھی ہوتا تو بھی میں اسے کسی کے ہاتھ میں جانے کے لائق ہی نہ رکھتا۔" اتنا کہہ کر اس نے کوٹ کی جیب سے مٹھی بھر کر کاغذ کے پرزے نکالے اور جولی کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیے پھر دھیرے سے پوچھا۔ "اب تو سکون ہوا آپ کو؟"

"اب لگے ہاتھوں ایک اور بات بھی پوچھ لوں..." اصل میں وہ کاغذ واپس لینے کے بہانے یہی بات پوچھنے آئی تھی۔ "اس نقاب پوش نے آج تک اتنی لڑکیوں کی عزت لوٹی ہے کیا ان میں سے کوئی ایسی لڑکی نہیں تھی جو اس کے سامنے مزاحمت کر کے اسے نقصان پہنچاتی؟"

جولی کی یہ بات سن کر ایک لمحے کے لیے چیانگ کو اس پر شک سا ہونے لگا۔ لیکن پھر جولی کا بھولا بھالا چہرہ دیکھ کر اس کا سارا شک دور ہو گیا۔ اور وہ دھیمی آواز میں بولا۔ "اس کے پنجے میں پھنس جانے والی مجبور اور بے بس لڑکی ایسی ہمت ہی کیسے کر سکتی ہے؟ لیکن ہاں ایک لڑکی نے اپنی عزت بچانے اور اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی...." چیانگ اتنا کہہ کر رک گیا۔ تب جولی کا جی چاہا کہ وہ اس سے پوچھے کہ وہ لڑکی کون تھی اور اس نے کس طرح اس درندے کا مقابلہ کیا تھا؟ لیکن اس نے پوچھنے کی بجائے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ چیانگ چند لمحوں تک کچھ یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر بولا۔ "بپھری ہوئی اس لڑکی کو جب اس نقاب پوش نے اپنے دونوں بازوؤں میں دبوچا تو اس لڑکی نے ہمت کر کے اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھے اس کے آنکھوں والے سوراخ میں گھسا دیے۔ اس طرح اس بے چاری نے اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالنے کی کوشش تو کی تھی لیکن چہرے کا نقاب پھاڑنے کے سوا وہ کچھ نہ کر سکی۔ اور اس کے بدلے میں اس بے چاری کو بڑی خطرناک اور بہت ہی سخت سزا ملی وہ سزا ایسی بھیانک تھی کہ مجبوراً ہمیں اس لڑکی اور اس کی دی جانے والی سزا کے فلمائے ہوئے منظر کو اپنی فلم سے نکال دینا پڑا۔"

"اوہ..." جولی نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا۔

مس جولی.... آپ جس لڑکی کو تیار کریں گی اسے ایسی کوئی حرکت کرنے کی اجازت مت دیجئے گا۔" چیانگ نے جانے کے لیے قدم بڑھاتے ہوئے اسے ایک آخری تاکید کی "اپنی شیطانی خواہش کی تکمیل کے لیے وہ شیطان عورتوں کو بڑے عجیب عجیب طریقے سے اذیت دیتا ہے۔"

"تھینک یو مسٹر ریگن۔" جولی نے دھیرے سے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنا پرس کھول کر کاغذ کے پرزے اس میں ڈال کر واپس آگئی اور چیانگ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ جب جولی وجے اور رگھوپتی کی طرف واپس آرہی تھی تو اس وقت وہ دونوں اپنی آوازوں کو دبائے ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے۔ وجے رگھوپتی سے پوچھ رہا تھا۔ "اگر تم اور جولی کوئی خطرناک کھیل کھیلنے کا ارادہ رکھتے ہو تو مجھے اپنے اس کھیل میں شامل مت کرنا۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

روکھی کا بدلہ لینے کے لیے میں اور جولی اپنی جان کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے وجے۔"

رگھوپتی نے جذباتی لہجے میں کہا۔ وجے اسے جواب دینے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ جولی پر اس کی نظر پڑ گئی جو اپنی کرسی پر آکر بیٹھ چکی تھی۔ وجے نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم بھی سن لو جولی آئندہ سے کوئی بھی بات تم ہم تینوں کے مشورے کے بغیر کسی چوتھے آدمی کے سامنے نہیں لاؤ گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" جولی نے دھیرے سے کہا "میں آئندہ ایسا ہی کروں گی۔ لیکن تم بھی آئندہ یہ مت کہنا کہ اس معاملے سے تم الگ رہو گے۔ وجے تم اتنا تو سوچو کہ دس لاکھ میں فلم کے ایک نیگیٹو کا ٹکڑا خرید کر ہم کرنا کیا چاہتے ہیں؟ اس نقاب پوش کو بے نقاب کرنے کے لیے وہ فلم ادھوری ہے۔ اسی لیے میں نے ایک دوسری لڑکی کے منظر کی فلمبندی کا مشورہ دیا تھا۔"

"لیکن اس لڑکی کے ذریعے تم اس درندے کو کیسے بے نقاب کرو گی؟" وجے نے پوچھا۔

"اس کے چہرے کا نقاب چیر کر اسے...." جولی نے کہا۔

"ہوں.." وجے کی گردن اچانک اونچی ہو گئی۔ وہ جولی کی طرف تاکتا رہا اور دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ یہ غیر ملکی لڑکی اس حد تک بھی سوچ سکتی ہے؟"

"ویری گڈ آئیڈیا۔" جولی کو داد دیتا ہوا رگھوپتی بول اٹھا" وجے ہم بالکل صحیح راستے پر جا رہے ہیں۔ درندے کو اس کے انجام تک پہنچانے میں دیوتا بھی ہماری مدد کر رہے ہیں۔ صبح کو ہری پرشاد نے کھٹمنڈو سے ٹرنک کال پر جو باتیں کہی تھیں ان کی اہمیت کا اندازہ اس وقت میں نہیں لگا سکا تھا۔ اصل میں یوراج چندر بھوشن کی رسم تاجپوشی کے جشن کی تیاریوں میں ہمارے کام کی بھی ابتدا ہونے والی ہے۔ ایک ہفتے کے جشن کے درمیان ایک رات پورے نیپال میں دو سو پرو جیکٹر کے ذریعے مرحوم مہاراجا کے جانشین کی تاجپوشی کی فلم عوام کو دکھائی جائے گی۔"

"تو اس میں ہمارے کام کی کیا بات ہے؟" وجے رگھوپتی کی بات کو نہیں سمجھ تھا اس لیے اس نے منہ بنا کر کہا۔ مرحوم مہاراجا کے جانشین کی گدی نشینی کی رسم

دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں چکا چوندھ ہو جائیں گی۔ اور کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"نہیں وجے.... کھیل اسی وقت شروع ہو گا۔" رگھوپتی نے آگے جھک کر رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "مرحوم مہاراجا کے جانشین کے روپ میں اپنے ہونے والے راجا کے کالے کرتوتوں کی فلم دیکھ کر نیپال کی عوام میں کھلبلاہٹ مچ جائے گی۔ لوگ چیخ پڑیں گے۔ چیانگ سے خریدے ہوئے فلم کے نیگیٹو سے ہم دو سو پرنٹ تیار کرا کر ایک ہی وقت میں ان دو سو پروجیکٹروں کے ذریعے پورے ملک میں وہ فلم دکھا دیں گے۔"

"اور فلم کے آخری منظر میں جب اس کے چہرے سے نقاب اتر جائے گا تو دیوتا کی طرح پوجا جانے والا درندہ اپنے عوام کے سامنے ننگا ہو جائے گا۔" بولتے وقت جولی کی آنکھوں میں انتقام کی آگ برسنے لگی تھی۔ "بدلہ لینے کے لیے اس سے اچھا موقع اور کب ملے گا؟"

"اور فرض کر لو کہ یوراج کے چہرے سے نقاب نہ ہٹایا جا سکا تو؟" وجے نے پوچھا۔

"تو..." جولی نے وجے کی طرف دیکھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سوچ کر کچھ کہتی رگھوپتی بول پڑا "تو بھی ہم نے جو فلم دیکھی ہے وہ ہم عوام کو دکھا کر یہ ظاہر کریں گے کہ یہ شیطان کوئی اور نہیں بلکہ نیپال کا ہونے والا راجا چندر بھوشن ہے۔"

"یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اس سے لوگوں میں بے چینی کی کیفیت پھیل جائے گی۔" وجے نے ایک اور خدشے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ایسے میں نیپال کی فوج خاموش بیٹھی رہے گی؟ بغاوت کو روکنے کے لیے وہ حکومت کی طرف سے میدان میں آجائے گی اور مجبور عوام پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ یہ بھی سوچا ہے کہ جب فوج اور عوام آمنے سامنے آجائیں تو ہزاروں جانیں جاتی ہیں؟ نہیں رگھوپتی ہمیں اپنا ذاتی انتقام لینے کے لیے غریب اور بے بس لوگوں کی قربانی نہیں دینی چاہیے۔"

"لیکن وجے اب یہ ہمارا ذاتی انتقام نہیں رہا۔" رگھوپتی جوش میں آکر بولا۔ اس نے صرف تمہاری بہن کی ہی نہیں اپنی رعایا کی بہو بیٹیوں کی بھی عزت لوٹی ہے یہ تو ایک عوامی بغاوت ہو گی۔ چین میں ماوزے تنگ نے بندوق

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آگ پیدا کی تھی۔ اور بھارت کے مہاتما گاندھی نے ستیہ گرہ کو اپنا ہتھیار بنایا تھا۔ اس طرح نیپال بھی ظلم کے خلاف بغاوت کرے گا۔"

رگھوپتی کی یہ باتیں سن کر وجے بڑی گھمبیر نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس وقت اس کے دل میں خود اس کی آواز ہی گونج رہی تھی۔ "تمہاری قربانی رائیگاں نہیں جائے گی میری لاڈلی بہن۔ تمہاری چتا کی آگ بغاوت کی مشعل بن کر جلتی دکھائی دے رہی ہے روکھی۔ ظلم اور جبر کا یہ تاریک دور ضرور ختم ہو کر رہے گا۔"

○

"یہ آتے ہی کس کو فون کرنے بیٹھ گئیں جولی؟" وجے نے پوچھا تو جولی کو خیال آگیا کہ چائنیز ریسٹورنٹ میں ان تینوں نے یہ طے کیا تھا کہ آئندہ کوئی بھی قدم تینوں کے مشورے کے بغیر کوئی نہیں اٹھائے گا۔ اور وہ اس وقت وجے اور رگھوپتی سے پوچھے بغیر ہی آگے قدم اٹھانے لگی ہے۔ لیکن اس نے جو نمبر ملایا تھا وہ لگ چکا تھا۔ اس لیے وجے کو کچھ بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ دوسری طرف سے جب اسے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی تو اسے کہنا پڑا۔ "ہیلو.... کون شوبھا؟"

شوبھا کا نام سن کر شاید وجے اور رگھوپتی اس کی وجہ سمجھ چکے تھے۔ اس لیے وہ چپ بیٹھے تعریفی نگاہوں سے جولی کو دیکھتے رہے' جو ریسیور کان سے لگائے۔ دوسری جانب کی بات سن رہی تھی! "جولی تمہاری آواز سن کر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔" دوسری طرف سے شوبھا کہہ رہی تھی۔ "اس وقت تو میرے پاس میرے مرد گاہکوں کے فون آتے ہیں۔"

"میرا خیال تھا کہ تم اس وقت فون پر نہیں ملو گی۔" جولی جلدی جلدی اسے اپنا کام بتا دینا چاہتی تھی لیکن پھر بھی اس نے صبر سے کام لیتے ہوئے کہا "کیا میں نے غلط وقت پر فون کر دیا ہے؟"

"نہیں نہیں۔ تم نے بالکل صحیح وقت پر فون کیا ہے جولی۔" شوبھا نے جواب دیا۔ "میں چھٹی پر ہوں اور مہینا وار چھٹی کا آج دوسرا روز ہے۔ اب تم بتاؤ کیا ضرورت پیش آگئی میری؟"

"بس ایک کام پڑ گیا ہے تم سے۔"

"تمہیں؟ مجھ سے کہا؟" دوسری طرف سے شوبھا نے مذاق کے لہجے میں کہا۔ "کیوں کیا تمہارے سفارت خانے کے کسی آدمی کو تباہ کرنا ہے؟"

"نہیں شوبھا.... تمہیں میرے ساتھ چند دنوں کے لیے نیپال چلنا ہو گا۔" جولی نے کہا۔

"نیپال؟" شوبھا کی آواز میں حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کی جھلک بھی تھی۔ "وہاں بھلا میرا کیا کام ہے؟"

"یہ میں فون پر نہیں بتاؤں گی۔" جولی نے رگھوپتی اور وجے پر ایک نظر ڈال کر کہا۔ "ہاں تقریباً" پندرہ دن ٹھہرنا پڑے گا۔"

"پندرہ دن؟" شوبھا نے چونک کر کہا۔ "یعنی آدھا مہینا؟"

شوبھا کی گھبراہٹ کو محسوس کر کے جولی نے سوچا کہ وہ شوبھا کو بتا دے کہ اس آدھے مہینے کا معاوضہ اس کی کمائی سے بھی دس بیس گنا زیادہ ہو گا لیکن پھر اس نے سوچ کر اپنا ارادہ بدل دیا کہ جو عورت ہاتھ میں آئے ہوئے لاکھ روپے واپس کر گئی ہو اس کے جذبات کی قیمت اس طرح نہیں لگائی جا سکتی۔

"تم چپ کیوں ہو گئیں جولی۔" شوبھا نے ہی دوسری طرف سے کہا۔ "میں نے کافی دنوں سے چھٹیاں نہیں کی ہیں۔ اس بہانے پندرہ دن تمہارے ساتھ نیپال میں رہنے کا مزہ آئے گا؟" لیکن آج کل میں ہی جانے کا ارادہ ہے تو پھر یہ ممکن نہیں ہو گا؟"

"آج کل میں نہیں شوبھا۔" جولی دل ہی دل میں خوش ہو کر بولی۔ "دس روز بعد جانے کا پروگرام ہے۔ تم آؤ گی تو ہم پر یہ تمہارا بہت بڑا احسان ہو گا۔"

"ہم سے کیا مراد ہے تمہاری؟" شوبھا نے پوچھا۔ "یہ بھی بتا دو کہ تمہارے سوا اور کس پر میرا احسان ہونے والا ہے؟"

"ہم سے مراد ہے وجے' رگھوپتی میں اور روکھی۔ ہم سب پر۔" جولی نے بتایا۔

"تب تو میں ضرور آؤں گی۔" شوبھا کی آواز میں سنجیدگی کی جھلک تھی۔ "لیکن میں کسی پر کوئی احسان نہیں کروں گی۔ بلکہ جو کام ہو گا اسے اپنا کام سمجھ کر کروں گی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"بولتے بولتے یکایک اس کی آواز بھر گئی اور وہ جذباتی ہو کر بولی۔ "اگر تم لوگ مجھے اپنا سمجھتے ہو۔ تو۔"

"تھینک یو شوبھا۔" اس کے جذبات سے متاثر ہو کر جولی نے ریسیور رکھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اسے یاد آگیا۔ "شاید دو چار روز کے لیے میں دہلی سے باہر جاؤں گی۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد میں تم سے رو برو ملوں گی۔"

"کوئی بات نہیں۔" شوبھا نے کہا۔ "مجھے بھی ان چار پانچ دنوں میں ایک ضروری کام انجام دینا ہے۔" کہہ کر شوبھا نے جلدی سے فون بند کر دیا۔ اس نے گڈ بائے یا گڈ نائٹ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ جولی کو اس پر ذرا حیرت بھی ہوئی تھی پھر وہ ریسیور رکھ کر وجے اور رگھوپتی کو کچھ بتانے کے لیے ان کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"اس وقت کس کا فون ہو گا؟" رگھوپتی اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں دیکھتا ہوں۔"

"کون گوپی ناتھ؟" اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "بولو کیا بات ہے؟"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو گوپی؟" رگھوپتی کے چہرے کی گھبراہٹ اور اس کی آواز کی کپکپاہٹ نے وجے اور جولی کو الجھن میں ڈال دیا۔ لیکن فون پر ہونے والی گفتگو کے مکمل ہونے تک انہیں صبر کرنا پڑا۔ ریسیور رکھنے کے بعد رگھوپتی تیزی سے ان کی طرف گھوما اور تیز تیز سانس لیتے ہوئے بولا۔ "رانا کی طرح آج شپرا نے بھی ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ سالے کو جیپ میں گھومنے کا جی چاہ رہا تھا لیکن راستے میں جیپ کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی اس لیے جناب کو بغیر لائٹ کے جیپ چلانے کے الزام میں پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔"

"لیکن یہ کوئی بہت بڑا جرم تو نہیں ہے۔" جولی نے جلدی سے کہا۔ "جرمانہ ادا کر کے تو چھوٹ سکتا ہے۔"

وہ چھوٹا جرم کر کے بڑے جرم میں پھنس گیا ہے۔" رگھوپتی نے کہا۔ "اس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی نہیں ہے۔ پولیس چوکی میں جا کر اپنا غلط نام بتانے کے بجائے اس نے تمہارا نام لیا ہے۔ اس نے پولیس کو بتایا ہے کہ اس کا نام وجے کمار آریہ ہے۔"

"میرا نام؟" وجے اچھل پڑا۔ "ایسی بے وقوفی بھی کی جاتی ہے؟"

"گوپی بھی یہی کہہ رہا تھا۔" رگھوپتی نے کہا۔ "باتوں باتوں میں پولیس کو کوئی اور شک ہو گیا تو کسی بھی وقت ہم سب بھی اندر پہنچا دیے جائیں گے۔"

"گوپی اور رانا کہاں ہیں؟" وجے نے پوچھا۔

"کناٹ پیلس پولیس چوکی کے پاس چکر لگا رہے ہیں۔ گوپی کہہ رہا تھا کہ وہ اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ پولیس کے سامنے جا سکیں۔" رگھوپتی نے کہا۔ "اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ آدھے گھنٹے سے فون کر رہا تھا۔ لیکن لائن انگیج مل رہی تھی اب کل اتوار ہے۔ اور پیر کے دن بھی اس کی ضمانت نہیں ہو گی۔" اتنا کہہ کر وہ اٹھا اور آگے بولا۔ "چلو وجے۔ ہم وہاں جا کر کوئی راستہ سوچتے ہیں۔"

"اور میں؟" جولی پوچھ بیٹھی۔ "مجھے یہاں اکیلے چھوڑ کر جاؤ گے؟"

"تمہارا وہاں کوئی کام نہیں ہے۔" وجے بول اٹھا۔ "کیا خبر ہم کب واپس آئیں؟"

"میرے بغیر تم لوگوں کا کام نہیں بنے گا؟" جولی نے کمپیوٹر جیسی تیزی سے سوچ کر جواب دیا۔ "مجھے تیار ہونے کے لیے صرف پانچ منٹ دینے ہوں گے۔"

پانچ منٹ کی بجائے جولی ساڑھے چار منٹ میں ہی تیار ہو گئی تھی لیکن اسے دیکھ کر وہ دونوں بری طرح سے چونک پڑے تھے۔

"جولی یہ تم نے فرکوٹ اور بھڑکیلا فراک کیوں پہنا ہے؟" وجے نے کہا۔ "ہم لوگ کسی پارٹی میں تو نہیں جا رہے ہیں۔"

مگر جولی وجے کی بات سن کر ہنس پڑی اور ہنستے ہوئے بولی۔ "اپنے وجے کمار کو پولیس چوکی سے چھڑا کر لانے کے لیے ایسا گٹ اپ ضروری ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم۔" رگھوپتی اپنی بات مکمل نہیں کر سکا تھا کہ جولی بول پڑی۔ "ہاں اگر وجے کو اعتراض نہ ہو تو میں گرفتار ہو جانے والے وجے کمار کی منگیتر بن کر وہاں جانا چاہتی ہوں۔" اتنا کہہ کر جولی نے ان دونوں کے ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیے اور چل پڑی۔ اس کا یہ پر اعتماد انداز دیکھ کر وہ دونوں ایک لفظ بھی نہیں بول سکے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

○

"کہاں ہے صاحب؟ کہاں ہے میرا وجے ڈارلنگ؟" پولیس چوکی میں آکر انسپکٹر کی میز کے سامنے کھڑی ہو کر جولی ہانپتی کانپتی آواز میں انگریزی میں بول رہی تھی۔ "انسپکٹر یہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے۔"

انسپکٹر دو چار لمحے تک تو اسے دیکھتا ہی رہا۔ اس کا قیمتی فرکوٹ خوبصورت چہرہ نیلی آنکھیں اور دلکش ہونٹ .... دیکھتے دیکھتے وہ یکایک چونک کر سیدھا بیٹھ گیا اور بولا۔ "آپ شاید اس کے بارے میں پوچھ رہی ہیں جسے بغیر لائسنس اور بغیر لائٹ کے گاڑی چلانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے؟"

"ہاں سر وہی تو ہے میرا وجے" کہہ کر اس نے پرس میں سے شناختی کارڈ نکال کر انسپکٹر کے سامنے رکھ دیا اور بولی "دیکھیے سر آسٹریلین ایمبسی کا میرا یہ کارڈ۔ کل تو میری وجے سے شادی ہونے والی ہے۔ اور سر اس خوشی میں اس وقت اکبر ہوٹل میں ایک پارٹی ہونے والی ہے۔ سب مہمان ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اگر اس پارٹی میں میرا وجے نہیں ہو گا تو لوگ کیا کہیں گے؟ آدھے گھنٹے بعد تو خود سفارت کار صاحب پارٹی میں پہنچ جائیں گے۔"

اس کی عاجزی سن کر انسپکٹر کی پلکیں جھک گئیں۔ اور اس نے سپاہی کی طرف دیکھ کر اسے ملزم کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ پھر جولی سے بولا۔ "ٹھیک ہے آپ اس سے مل سکتی ہیں۔" یہ سن کر جولی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اداکاری کرتے کرتے وہ سچ مچ جذباتی ہو گئی تھی۔ اور پھر اسے اس بات کا بھی ڈر تھا کہ کہیں شپرا اس کے سامنے آکر کوئی الٹی سیدھی بات نہ کر دے کہیں شپرا خود کو اس کا منگیتر ثابت نہ کر سکا تو پولیس اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟"

سپاہی کے ساتھ جیسے ہی شپرا داخل ہوا کہ جولی نے دوڑ کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے اور "اوہ مائی ڈیر.... اوہ مائی ڈارلنگ۔" کہتی ہوئی اسے دیوار کی جانب لے گئی اور انسپکٹر کی طرف پیٹھ کر کے اس طرح شپرا کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ کر آوازیں نکالنے لگی جیسے وہ اس کا منہ چوم رہی ہو۔ اور اسی لمحے اس نے آنکھ کے اشارے

سے شپرا کو سمجھایا کہ وہ ایکٹنگ کر رہی ہے۔

"وجے ڈیئر میں نے تم سے ایمبسی کی کار استعمال کرنے کے لیے کہا تھا لیکن تم میری بات نہیں مانے اور اپنے دوست کی ٹوٹی پھوٹی جیپ میں بیٹھ کر پارٹی میں آنے کی ضد کی تھی۔ اب تم ہی بتاؤ میرا کیا ہو گا؟ تمہارے بغیر میں دوستوں اور دوسرے لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی۔؟" کہتے کہتے وہ رونے لگی اور پھر روتے ہوئے انسپکٹر کی جانب مڑ کر بولی۔ "سر اگر آپ اسے لاک اپ میں بند رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے ساتھ بند کر دیں۔"

"دیکھیے مس اینڈرسن۔" ایڈینٹی کارڈ میں لکھے ہوئے اس کے نام کو پڑھ کر انسپکٹر نے اسے سمجھایا۔ "آپ نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اس لیے۔"

"میں نے جرم کیا ہے سر۔" جولی نے سسکیاں لیتے ہوئے درمیان میں ہی انسپکٹر کی بات کاٹ دی "میں نے وجے کمار سے محبت کر کے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے سر۔ میں ایک غیر ملکی لڑکی ہوں۔ اس کے پیار میں میں نے اپنا وطن چھوڑا ہے اور اب میں اس سے شادی کرنے کے بعد اپنا مذہب بھی چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ میرا جرم نہیں ہے تو آپ اسے اور کیا کہیں گے سر؟"

"ڈارلنگ تم ذرا حوصلہ رکھو۔" پیچھے سے آکر شپرا نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر تسلی دینے کی کوشش کی تو جولی سسک سسک کر روتی ہوئی کرسی پر گر پڑی اور دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر بڑبڑانے لگی۔ "آہ اب میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں ہوں۔ میں سب کو کیا جواب دوں گی کہ دولہا کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

انسپکٹر بڑی ہمدردانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ بولا پلیز آپ رونا بند کر دیں۔" اس نے جولی کا کارڈ اسے واپس کرتے ہوئے آگے کہا۔

"کل آپ کی شادی ہے نا؟"

جولی نے اپنا رونا جاری رکھا اور صرف سر ہلا کر انسپکٹر کے سوال کا جواب دے دیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"تو میں آپ کو ایڈوانس میں ایک ویڈنگ تحفہ دیتا ہوں۔" انسپکٹر نے مسکرا کر کہا۔ لیکن یہ سننے کے بعد بھی جولی نے اپنی گردن اونچی نہیں کی۔ انسپکٹر آگے کہہ رہا تھا۔ "میں آپ کو آپ کا محبوب واپس کر رہا ہوں بس..."

ایک لمحے کے لیے تو جولی کو یقین ہی نہیں آیا لیکن پھر کہیں انسپکٹر کا ارادہ بدل نہ جائے۔ اس خیال سے اسے تھوڑی جلدی کرنی پڑی۔ اس نے اٹھ کر انسپکٹر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جھک کر ایک ساتھ دو تین بار تھینک یو۔ تھینک یو....." بول گئی اور پھر اپنا پرس کھول کر بولی۔ "اگر آپ چاہیں تو میں اس کی طرف سے جرمانہ ادا کر دوں؟"

"نہیں..... نہیں مس اینڈرسن اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" انسپکٹر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔ "آپ اپنے وجے کمار کو لے جا سکتی ہیں آپ جائیں کیونکہ آپ دونوں کو پارٹی میں بھی پہنچنا ہے۔"

یہ سن کر جولی نے زیادہ وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے جلدی سے شپرا کا ہاتھ پکڑا اور اتنی تیزی سے پولیس چوکی سے باہر نکل گئی۔ جیسے اسے ڈر ہو کہ پولیس پھر شپرا کو پکڑ نہ لے۔ وہ شپرا کے ساتھ سڑک کے فٹ پاتھ پر آگے بڑھ رہی تھی۔ اور کچھ فاصلے پر واقع ایک ریسٹورنٹ میں گوپی ناتھ وجے رانا اور رگھوپتی اس طرح گم سم بیٹھے تھے جیسے انہیں موت کی سزا سنا دی گئی ہو۔ لیکن جب انہوں نے دور سے جولی کو شپرا کے ساتھ آتے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرا گئی۔

○

نیپال اور بھارت کی سرحد کے قریب گھنے جنگل کے علاقے میں شام سے پہلے ہی آدھی رات جیسا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ ایک کچے سے مکان کے پاس تین چارپائیاں پڑی تھیں۔ جن پر چھ آدمی بیٹھے ہوئے چائے اور پراٹھا کھا رہے تھے۔ پراٹھے کے نوالے کے ساتھ ہری مرچ کو دانت سے کاٹنے کے بعد گوپی ناتھ نے پیٹرومکس کی روشنی میں رگھوپتی کی طرف دیکھا تو اس وقت اسے رگھوپتی بھی ستاون لاکھ کے خزانے

کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیا تھا۔ اور پھر وہی سوال اس کے ہونٹوں پر آگیا۔ "اب تو بتاؤ کہ وجے نے بینک کیش کے دونوں بکس کہاں دفن کیے ہیں؟" لیکن دو گھنٹے میں پانچویں بار یہ سوال صرف اس کے ہونٹوں تک آکر رہ گیا تھا۔ رگھوپتی کو زیادہ پوچھ گچھ پسند نہیں تھی اس لیے گوپی ایسا کوئی کام کر کے اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا۔ یوں رگھوپتی کے ساتھ اس نے دہلی میں صرف تین روز ہی گزارے تھے لیکن اس کے باوجود اسے رگھوپتی پر اتنا اعتماد ہو چکا تھا کہ وہ تین برس پرانے دوست ہوں۔

"چار روز قبل شام کے وقت انہوں نے روکھی کے اپارٹمنٹ کے نیچے سے وجے کے منہ پر چادر ڈال کر اسے اٹھا لیا تھا۔ اور پھر جیپ میں ٹھونس کر اسے اس کے گھر میں لے آئے تھے اور پھر وہیں ان کی ملاقات جولی اور رگھوپتی سے ہوئی تھی۔ اس وقت پہلی نظر میں رگھوپتی اسے ایک چالاک دشمن جیسا لگا تھا۔ اور اسے محسوس ہوا تھا کہ اگر رگھوپتی نہ ہوتا تو وہ بڑی آسانی سے وجے کو قابو میں کر کے اس سے ستاون لاکھ کا پتا اگلوا لیتے۔ لیکن پہلی ہی ملاقات میں رگھوپتی نے اپنی شخصیت اور اپنی ہوشیاری کا رعب ڈال کر ان کے دل و دماغ پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ جمعے کی رات کو جب وہ چیانگ کے خفیہ ٹھکانے پر فلم دیکھنے گئے تھے۔ تب بھی رگھوپتی کی عقل مندی اور بہادری نے اسے بہت متاثر کیا تھا اور پھر سنیچر کی صبح کو آشا کے ہاتھوں بلیک میل ہونے والے رانا کو جس ہوشیاری سے رگھوپتی بچا لایا تھا اس نے تو گوپی ناتھ کو اور بھی اس کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اور اس نے خوش ہو کر رگھوپتی کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔ "تم واقعی بہت ہوشیار اور قابل ہو رگھوپتی آج سے ہمارے اس گروہ کی سرداری تم ہی سنبھالو۔ کیونکہ ہم تو جواریوں کی طرح داؤ کھیلتے رہتے ہیں جب کہ تم داؤ لگانے کے ساتھ عقل بھی استعمال کرتے ہو اور سامنے والے کے داؤ کو ناکام بنانے کا گر بھی جانتے ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے گوپی ناتھ۔" اس وقت رگھوپتی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس سے کہا تھا۔ "کسی کی پاک روح کی طاقت ہمارے ساتھ ہو تو ہم میں ہر رکاوٹ کو پار کرنے کا حوصلہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔"

اور اسی رات جب پولیس نے شپرا کو پکڑ کر حوالات میں بند کر رکھا تھا تو وہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس کو چھڑانے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے لیکن کوئی بات بن نہیں رہی تھی اور تب جولی چٹکی بجاتے ہوئے شپرا کو حوالات سے نکال کر باہر لے آئی تھی۔ یہ دیکھ کر گوپی ناتھ کو یقین ہو گیا تھا کہ واقعی روکھی کی روح ہی دیوی بن کر ہر قدم پر ان کی مدد کر رہی ہے۔

اس لیے جب سنیچر کی رات کو رگھوپتی نے ان تینوں کو فوراً دہلی چھوڑ دینے کے لیے کہا تھا تو رگھوپتی ناتھ شپرا اور رانا نے اس کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ رگھوپتی نے ان سے کہا تھا "تم تینوں کو الگ الگ سفر کرنا ہے۔ کوئی ٹرک میں کوئی بس میں اور کوئی بیل گاڑی میں بیٹھ کر بھارت اور نیپال کی سرحد پر واقع اس پرانے مندر میں منگل کی دوپہر تک پہنچ جانا ہے۔" رگھوپتی نے اتنا کہہ کر ان سب کی طرف دیکھا لیکن کسی نے بھی جب کوئی بات نہیں کی تو وہ آگے بولا تھا۔ "اور رگھوناتھ کی جیپ میں وجے اور جولی کے ساتھ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

لیکن روانہ ہوتے وقت گوپی ناتھ پوچھ بیٹھا تھا۔ "اس کے بعد کا سارا پروگرام تو تم نے سوچ رکھا ہے نا؟"

"کچھ سوچا ہے اور کچھ سوچنا باقی ہے۔" کہہ کر رگھوپتی نے ان تینوں سے ہاتھ ملا کر تاکید کی تھی۔ "اب ہمارے گروپ میں رگھوناتھ بھی شامل ہو گیا ہے کیونکہ یہ جیپ بھی اس کی ہے۔ اس لیے اب ہم سات ایک ہی ہیں۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔ اس لیے ہمیں ایک ہو کر ہر رکاوٹ کا سامنا کرنا ہے۔ اگر آج کی طرح ہمارا کوئی ساتھی پولیس کے شکنجے میں پھنس جائے تو اسے اپنا منہ ہر حالت میں بند رکھنا ہو گا۔ اور اگر منہ کھولے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو منہ کھول کر دانتوں کے بیچ میں اپنی زبان کچل دینی ہو گی۔ مگر کسی کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ بتانا ہو گا۔"

یہ تاکید کرنے کے بعد رگھوپتی نے بڑی سنجیدگی سے انہیں سمجھا دیا کہ آج کے بعد ہمیں اپنا ہر قدم یہ سوچ کر اٹھانا ہے کہ یہ زندگی کی طرف نہیں بلکہ موت کی طرف اٹھ رہا ہے۔

رگھوپتی کی اس بات کو اپنی گرہ میں باندھ کر وہ تینوں الگ الگ راستوں سے دہلی سے نکل گئے۔ اور پھر پیر کی شام کو وہ سرحد کے قریب والے مندر میں ایک

دوسرے سے مل گئے۔ گوپی ناتھ' رانا اور شپرا جب آپس میں مل گئے تو تینوں کے دل و دماغ میں ستاون لاکھ روپے کا جنون سوار تھا۔ اب انہیں صرف وجے اور رگھوپتی کی آمد کا انتظار تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے آتے ہی ستاون لاکھ کی رقم ان کے قبضے میں آجائے گی۔ بس وجے جیسے ہی اس جگہ کی طرف اشارہ کرے گا۔ وہ زمین کھود کر رقم نکال لیں گے۔"

لیکن جب منگل کو دوپہر کے بعد رگھوناتھ کی جیپ میں انہوں نے وجے اور جولی کو نہیں دیکھا تو ان کی امنگوں پر پانی پھر گیا۔ جیپ میں رگھوناتھ اور رگھوپتی ہی بیٹھے تھے۔ ان دونوں کے اترتے ہی گوپی ناتھ نے رگھوپتی سے وجے اور جولی کے بارے میں پوچھنا چاہا تھا۔ مگر رگھوپتی ان تینوں کے ساتھ چوتھے آدمی کو دیکھ کر شک میں پڑ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر گوپی ناتھ نے فوراً" اپنے چوتھے ساتھی کا تعارف اس سے کراتے ہوئے کہا۔" اس سے ملو رگھوپتی یہ سریندر موہن ہے۔ یہ الہ آباد کا رہنے والا ہے لیکن پچھلے سال سے فارسٹ آفیسر اسسٹنٹ کی حیثیت سے اس علاقے میں رہتا ہے۔ بھارت میں یہ بھی ہمارا ساتھی ہے اور رگھوناتھ کا دوست بھی ہے۔ یہاں سے بینک کی لوٹی ہوئی رقم کے بکس کو ہم اس کی مدد سے ہی لے جانے والے تھے۔"

سریندر موہن سے ہاتھ ملاتے ہی رگھوپتی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ اور وہ بولا تھا۔" سریندر موہن ہم سب کو یہاں جمع کرنے کا سہرا تمہارے ہی سر جاتا ہے۔" اس کی اس بات کا مطلب سریندر سمیت کوئی بھی نہیں سمجھا تھا۔ اس لیے جب سب اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تو رگھوپتی کو کہنا پڑا "سریندر اگر تم بینک کے کیش کے بدلے وجے کمار کے دونوں بکس اٹھا کر نہ لے گئے ہوتے تو آج ہم سب یہاں جمع ہی نہ ہوئے ہوتے۔"

یہ سن کر سریندر موہن کو پہلے تو یہی لگا کہ رگھوپتی اس کی اس بے وقوفی پر طنز کر رہا ہے۔ لیکن رگھوپتی کے چہرے پر اسے کوئی تاثرات نظر نہیں آئے۔ تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میری بے وقوفی کو وجے نے زمین میں دفن کر دیا اور یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے ورنہ ہم میں سے دو چار تو اس وقت نیپال جیل میں بیٹھے ہوتے۔"

رگھوناتھ اپنے ساتھ آئے ہوئے ایک دیہاتی مزدور بنسی سے جیپ میں سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سامان اتروا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر گوپی ناتھ پوچھ بیٹھا۔ "ارے رگھوپتی تم یہ سب کیا اٹھا لائے ہو؟"

"یہ فلم کی شوٹنگ کا سامان ہے۔" رگھوپتی مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک مووی کیمرا دو ری فلیکٹر اور اس صندوق میں میک اپ کا سامان اور کاسٹیوم وغیرہ ہیں۔ کل ہمیں یہاں ایک فلم کی شوٹنگ کرنی ہے نا؟"

سوائے رگھوناتھ کے وہ چاروں حیرت سے رگھوپتی کو تاکنے لگے۔ ان کی آنکھوں سے سوالات جھانک رہے تھے۔ کس کی فلم؟ کیسی فلم؟ پھر رگھوپتی نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے آگے کہا۔ "ہماری اس فلم کا نام ہے "جے پشپتی ناتھ" کل صبح یہاں کے مندر کے سامنے اس کا کلائمکس سین فلمایا جائے گا۔ اس منظر میں ہیرو ولن کے پنجے سے ہیروئن کو چھڑا کر اسے ایک ہیلی کاپٹر میں لے اڑے گا۔"

"ہیلی کاپٹر میں؟" گوپی ناتھ حیرت سے بولا۔

"ہاں صبح کو وجے اور جولی ہیلی کاپٹر میں ہی آئیں گے اور فلم کا ولن سریندر موہن تو ہمارے سامنے ہی موجود ہے۔" رگھوپتی نے ہنس کر کہا اور دھیرے سے سریندر موہن کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سریندر تو رگھوپتی کی بات سن کر مسکرا دیا۔ لیکن رانا کو تسلی نہیں ہوئی اس لیے وہ پوچھ بیٹھا۔ "لیکن ان کے پاس ہیلی کاپٹر کہاں سے آئے گا؟"

"الہ آباد سے۔" رگھوپتی نے فوراً ہی جواب دیا اور آگے بولا۔ "ساٹھ ہزار روپے کرائے کا وہ ہیلی کاپٹر تم لوگوں کو مہنگا تو لگے گا۔ لیکن بہت سوچنے کے بعد ہمیں یہی ایک راستہ سب سے محفوظ نظر آیا۔ کیونکہ اتنی بڑی رقم کو زمین کے راستے لے جانا خطرے سے باہر نہیں ہے۔ آج کل اسمگلنگ کو روکنے کے لیے ہر جگہ چیک پوسٹ قائم کر دیے گئے ہیں اس لیے یہی ایک ترکیب سمجھ میں آئی تھی۔"

"ترکیب تو ٹھیک ہے لیکن الہ آباد سے یہ اتنی بڑی رقم ہمیں پٹنہ پہنچانی ہوگی۔ اس کا کیا ہوگا؟" گوپی ناتھ نے اپنا سر کھجاتے ہوئے پوچھا تھا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہاں سے روانہ ہونے والا ہیلی کاپٹر سیدھا پٹنہ لے جایا جائے؟"

"گوپی .... ہیلی کاپٹر میں تو رقم کا کچھ حصہ ہی الہ آباد جائے گا۔" رگھوپتی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔ اور بقیہ رقم پٹنہ کس طرح لے جائی جائے گی اس کے بارے میں تو ہمیں سوچنا ہے اور اس کے لیے ابھی ساری رات ہمارے پاس پڑی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ تھوڑی دیر رکا اور پھر چاروں طرف نگاہ ڈال کر بولا۔ "اب چلو پہلے ذرا یہاں کے مندر کے درشن بھی کر لیں۔"

رگھوپتی نے مندر کا ذکر کر کے بات ٹال دی تھی۔ یہ بات گوپی ناتھ نے محسوس تو کر لی تھی لیکن اسے رگھوپتی کا ارادہ مشکوک نظر نہیں آیا تھا۔ پھر جب وہ لوگ مندر سے جیپ میں بیٹھ کر واپس آرہے تھے تو راستے میں گوپی ناتھ نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا تھا۔ "کیوں نہ ساتھ ساتھ وہ جگہ بھی دیکھ لی جائے۔ جہاں رقم..."

رگھوپتی اس کی بات سمجھ گیا کہ وہ اس جگہ کو دیکھنے کے لیے بے چین ہے جہاں وجے نے رقم چھپائی ہے لیکن اس کے باوجود اس نے گوپی ناتھ کو کوئی جواب نہیں دیا۔ جب تھوڑی دیر تک رگھوپتی کچھ نہ بولا۔ تو گوپی ناتھ دل ہی دل میں یہ سوچنے لگا کہ یہاں آتے وقت رگھوپتی وجے کی بتائی ہوئی جگہ کو دیکھتا آیا ہے۔ جب ہی وہ خاموش ہے یکایک رگھوپتی اس کے دل کی بات تاڑ گیا اور بولا" گوپی ناتھ ہم یہاں آتے وقت راستے میں کہیں بھی نہیں ٹھہرے تھے۔ اس علاقے میں داخل ہوتے ہی میں تو جیپ میں ہی سو گیا تھا۔"

گوپی ناتھ کو اپنے سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ پھر کھانے کے بعد ایک بار پھر یہی سوال اس کے ہونٹوں پر آگیا۔ "رگھوپتی اندھیرا چھا جانے سے پہلے اگر ہم ایک بار وہ جگہ دیکھ لیں تو اچھا ہو گا۔"

یہ سن کر رگھوپتی مسکرا دیا۔ بنسی کھانے کی پلیٹیں اٹھا کر جب دوسری طرف چلا گیا تو وہ گوپی ناتھ سے بولا "گوپی ناتھ وہ جگہ تو ہم سب ساتھ جا کر دیکھ آئے ہیں۔"

"دیکھ آئے ہیں؟ کیا مطلب؟" گوپی ناتھ کی طرح شپرا اور رانا بھی چونک پڑے۔

"ہم ندی کنارے گئے ہی کب ہیں؟"

"بینک کی رقم ندی کنارے نہیں بلکہ مہا دیوی کے قدموں کے نیچے چھپائی گئی ہے۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"مہا دیوی کے قدموں کے نیچے؟" رگھوپتی کی بات سن کر سریندر موہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور بولا۔ "مگر مہا دیوی کے مندر کے آس پاس تو خشک اور پتھریلی زمین ہے اور اگر وجے نے وہیں کہیں ان دونوں بکسوں کو دفن کیا ہے تو اس نے کھدائی کا اتنا محنت طلب کام کب کیا ہے؟"

تب رگھوپتی راز کھولنے سے پہلے پر اسرار انداز میں ہنسا اور پھر اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ "بے چارے وجے کو یہ کہاں معلوم تھا کہ ان پیٹیوں میں بینک کے ستاون لاکھ روپے موجود ہیں۔ وہ تو ان دونوں پیٹیوں کو راجا کے گناہوں کا بوجھ ہی سمجھ رہا تھا۔ جو نیپال سے اس کے ساتھ آئی تھیں وہ تو اس گناہ کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس لیے اس نے آنکھیں بند کر کے ان دونوں پیٹیوں کو مندر کے پچھواڑے والے کنویں میں دھکیل دیا تھا۔"

"مندر کے کنویں میں؟" وہ پانچوں اس طرح چونک پڑے جیسے کسی نے انہیں اچانک ہی گہرے کنویں میں دھکا دے دیا ہو۔ سریندر موہن اس جھٹکے سے فوراً ہی سنبھل گیا اور بولا۔ "میں تو روزانہ صبح و شام مندر میں مہا دیوی کے درشن کے لیے آتا ہوں۔ لیکن میرے تو تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وجے نے میری بے وقوفی کو مندر کے کنویں میں دبا دیا ہو گا۔"

رگھوپتی نے ان سب کو ندی کنارے کی بات کہہ کر دھوکے میں رکھا تھا لیکن اس کے باوجود گوپی ناتھ کو اس پر ناراضگی نہیں تھی۔ وہ اب بہت سکون اور اطمینان محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "چلو شکر ہے رقم محفوظ ہے' اب اطمینان ہو گیا۔"

"تمہیں تو اطمینان ہو گیا لیکن میری بے چینی میں تو اضافہ ہو گیا ہے۔" کہہ کر سریندر موہن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رگھوپتی کو بھی چونکا دیا۔

"چار روز قبل ہی اس کنویں میں ہم نے آدمی اتارا تھا۔"

"وہ کیوں؟" گوپی ناتھ گھبرا گیا۔ اور بقیہ لوگوں کے چہرے بھی سریندر موہن کی بات سن کر تنگ ہو گئے۔ ایک لمحہ ٹھہر کر سریندر موہن پھر آگے بولا۔

"اس رات ایک چیتے سے اپنی جان بچانے کے لیے بیچارہ ایک ہرن کا بچہ کنویں میں گر گیا تھا۔ صبح جب میں مندر میں آیا تو مجھے پجاری نے کنویں میں تیرتی ہوئی اس

کی لاش دکھائی۔ پھر ہم نے فوراً" ہی ایک آدمی کو کنویں میں اتار کر ہرن کے بچے کی لاش تو باہر نکال لی لیکن پجاری جی کا کہنا تھا کہ اب کنویں کے اس گندھے پانی سے وہ مہا دیوی کے چرنوں کو نہیں دھو سکتے۔ اس لیے اب کنویں کا سارا پانی نکلوا دیں۔"

"پھر...؟" گوپی ناتھ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیا کیا تم نے؟ پانی نکلوانے کا ارادہ تو ملتوی کر دیا نا؟"

"ہاں... اس وقت فوراً" ہی یہ کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے ارادہ ملتوی ہی کر دیا۔" سریندر موہن نے کہا۔ "میں نے پجاری جی کو سمجھا دیا کہ ہمارا یہ آدمی بنسی ایک دوسرے کنویں میں سے آپ کو روزانہ دو بالٹیاں پانی کی لا کر دیا کرے گا۔ اور اس سے آپ مہا دیوی کی پوجا پاٹ کر لیجئے گا تب تک میں محکمہ جنگلات سے کنویں کو صاف کرانے کے خرچ کی منظوری لے لوں گا"

"اف...." گوپی ناتھ نے سکون کا ایک سانس لیا۔" اگر مہا دیوی نے ہمارے خزانے کی حفاظت نہ کی ہوتی تو آج ہمیں یہاں سے خالی ہاتھ ہی واپس جانا پڑتا۔ اب ہمارا کام ختم ہو گیا تو کنویں کی صفائی کا خرچا ہم خود پجاری جی کو دے جائیں گے۔"

"ارے اگر ہمارا مقصد حل ہو گیا تو مہا دیوی کے اس پرانے مندر کو ہم ایک عالیشان مندر بنا دیں گے۔" شپرا نے خوش ہو کر کہا۔ "لیکن اب ہم بیٹھے کیوں ہیں' چل کر ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔"

لیکن رگھوپتی نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے سفاری سوٹ کی جیب میں سے تاش کی دو گڈیاں نکالیں اور گوپی ناتھ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "چلو ہم لوگ ذرا رمی کھیل کر اپنا دل بہلائیں۔ تم سب کو رمی آتی ہے نا؟"

جواب دینے کی بجائے گوپی ناتھ عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ دیکھ کر رگھوپتی مسکرایا پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ پیارے گوپی ناتھ جب آدمی کی زندگی میں سنسنی خیز لمحات آجائیں تو دل پر بے چینی اور گھبراہٹ کو طاری ہونے نہیں دینا چاہیے۔ نہیں تو عین امتحان کے وقت آدمی نروس ہو جاتا ہے۔"

یہ سن کر کوئی بھی ایک لفظ نہیں بولا۔ اور پھر وہ سب بیٹھ کر رمی کھیلنے لگے۔

○

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آسمان پر پورا چاند تھا اور اس کی چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی یہ چاندنی اس گھنے جنگل کے گھنے اندھیرے کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ رسی سے بندھے ہوئے پیٹرومکس کی روشنی میں بنسی دھیرے دھیرے کنوئیں کے ایک ایک سوراخ پر پیر جماتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ اور اس وقت اوپر کھڑے ہوئے چھ آدمیوں کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ پہلے تو رگھوپتی نے بنسی کو اس کام میں شامل کرنے پر اعتراض کیا تھا لیکن سریندر موہن نے اسے سمجھایا تھا کہ بنسی ایک وفادار نوکر ہے اور ایسے وفادار آدمی کو اندھیرے میں رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے اپنے اعتماد میں لے لیا جائے۔ کیونکہ اس میں کم خطرہ ہے۔ رگھوپتی نے ٹھنڈے دل سے اس کی بات سنی تھی۔ اور پھر جواب میں کہا تھا۔ "یہ تو ٹھیک ہے کہ بھروسا کر کے آدمی کے اعتماد کو جیتا جا سکتا ہے لیکن یہ بے چارہ ہماری منزل اور ہمارے مقصد سے واقف نہیں ہے۔ ایسی حالت میں یہ غریب نیپال کے راجا شاہی حکومت کے خلاف بغاوت میں ہمارے کیا کام آسکتا ہے؟"

پھر جب انہوں نے بنسی کے سامنے کنوئیں میں اترنے کی بات کی تو بنسی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر بولا "جناب رات کے وقت کنوئیں میں اترنا ذرا خطرناک تو ہے کیونکہ اسکی دیواروں کے سوراخ میں پرندے اپنا گھونسلہ بنا کر اس میں انڈے دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے اکثر رات کے وقت وہاں سانپ آجاتے ہیں پھر بھی اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کنوئیں میں اتروں گا۔"

اور اس کے بعد وہ واقعی تیار ہو کر کنوئیں میں اتر گیا تھا۔ اور وہ چھ کنوئیں کی منڈیر سے جھانک کر اسے نیچے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جب بنسی کا پاؤں کنوئیں کے پانی سے ٹکرایا تو اس نے سر اٹھا کر انہیں اشارے سے سمجھایا کہ اب وہ کنوئیں میں ڈبکی لگا رہا ہے۔

پھر پندرہ بیس سیکنڈ کی اس کی پہلی ڈبکی نے اوپر کھڑے ہوئے چھ آدمیوں کے جسموں میں ایک سنسناہٹ سی دوڑا دی۔ پھر جب ہانپتا ہوا بنسی پانی کی سطح پر نمودار ہوا تو ان چھ آدمیوں کی بارہ آنکھیں اس کے چہرے کے تاثرات کو جاننے کے لیے اسے دور سے گھورنے لگیں۔ بنسی نے اپنا سر انکار میں ہلا کر انہیں پہلا جھٹکا دیا اور

پھر پانی کے اندر غائب ہو گیا۔

اس کا یہ دوسرا غوطہ پہلے غوطے سے کچھ طویل تھا۔ اس لیے گوپی ناتھ گھبرا کر کنوئیں کی منڈیر پر چڑھ گیا۔ یوں لگ رہا تھا کہ اگر اس بار بنسی نے اپنا سر انکار میں ہلایا تو وہ خود کنوئیں میں کود پڑے گا۔ لیکن پانی کی سطح پر ابھرتے ہوئے جب بنسی نے اپنی کامیابی کا اشارہ کیا تو ان کے دل خوشی سے اچھل پڑے اور گوپی ناتھ کنوئیں کے اندر کودنے کے بجائے پلٹ کر خشک دھرتی پر آگرا۔ لیکن پھر بھی کسی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ سب کی توجہ تو بنسی پر مرکوز تھی جو کنوئیں کے اندر سے کہہ رہا تھا۔ "میرے پاؤں کسی صندوق جیسی چیز سے ٹکرائے تھے۔"

"تو اب اس ہک والے رسے کے ساتھ سریندر موہن ایک موٹے رسے کو ہلاتے ہوئے بولا۔" پیٹی کے دونوں جانب ہینڈل ہیں جن میں سے ایک میں ہک کو پھنسا دینا۔"

تیسری بار ایک اور لمبا غوطہ لگانے کے لیے بنسی کو ذرا اپنے ہوش و حواس بحال کرنا پڑے۔ وہ تھوڑی دیر کنوئیں کی دیوار کو تھامے گہرے گہرے سانس لیتا رہا لیکن اس کی یہ ذرا سی تاخیر بھی اوپر کھڑے ہوئے لوگوں کو بہت ناگوار گذر رہی تھی۔ رگھوپتی تو آنکھیں بند کیے بھگوان سے دعائیں کرنے لگا تھا۔ رانا شیرا کی بھی یہی حالت تھی جب کہ گوپی ناتھ اپنا ہاتھ دل پر رکھے وہیں خاموش بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے ان کی خاموشی سے جنگل کا سکوت اور گہرا ہو گیا تھا۔

اور پھر تیسرا غوطہ لگانے کے بعد بنسی نے باہر نکل کر رسے کو ہلا کر اسے اوپر کھینچنے کا اشارہ کیا۔ تو گوپی ناتھ چھلانگ لگا کر رگھوپتی سے لپٹ گیا۔ اور سریندر موہن رسے کو اوپر کھینچنے لگا۔ لوہے کے ہک کے ساتھ پھنسا ہوا ٹین کا بکس پانی کی سطح پر دکھائی دیا۔ تو رانا خوشی سے جھوم کر چلایا "مل گیا.... مل گیا..."

اس کی آواز سے جیسے جنگل میں کھلبلی سی مچ گئی ہو۔ سب کے چہرے مسرت سے دمک رہے تھے۔ پھر جب سریندر موہن نے رسے کو کھینچ کر بکس کو کنوئیں کی منڈیر پر رکھا تو ایک ساتھ چھ آدمی اس کی طرف جھپٹے۔ گوپی ناتھ نے ہاتھ سے بکس کے اوپر کا پانی ہٹا دیا اور رانا اس پر لٹکے ہوئے تالے کو کھینچ کر اطمینان کرنے لگا کہ وہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بند تو ہے نا؟ سب اس ایک بکس کو دیکھ کر اس طرح بوکھلا گئے کہ انہیں کسی بات کا ہوش ہی نہیں تھا۔ وہ دوسرے بکس کو پانی سے نکالنے کی بات ہی بھول چکے تھے۔ اور تب ہی قریب کی جھاڑیوں میں سرسراہٹ سی ہوئی اور سب ہی چونک پڑے۔ سریندر موہن کی گردن ایک جھٹکے سے اس طرف گھومی تو سب کی نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں ہر کوئی خوف اور گھبراہٹ سے اسی جانب تاک رہا تھا۔ اندھیرے میں کوئی نظر تو نہیں آرہا تھا لیکن گھنی جھاڑیوں کے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس تو ہوا ہی تھا۔

"ارے رسی تو پھینکئے۔" اچانک کنویں کے اندر سے بنسی کی آواز سنائی دی۔ تو وہ سب کے سب خوف سے کانپ گئے۔ سریندر موہن تیزی سے کنوئیں کی منڈیر پر جھک گیا اور اپنی ناک پر انگلی رکھ کر اوپر دیکھتے ہوئے بنسی کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور ٹھیک اسی وقت جھاڑیوں کے پیچھے سے ویسی ہی سرسراہٹ ہوئی اور ان سب کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ سریندر موہن مندر کے پچھواڑے والے برآمدے میں رکھی ہوئی رائفل لینے کے لیے دبے پاؤں آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں رگھوناتھ کو نہ جانے کیا سوجھی کہ وہ اپنی جیب سے پستول نکال کر ان جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ رگھوپتی نے اسے روکنے کی کوشش میں آواز نکالنی ہی چاہی تھی لیکن اسے خیال آیا کہ اس کی آواز سن کر جھاڑیوں میں روپوش دشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ اسی لیے وہ چپ ہو گیا اور اپنا پستول جھاڑیوں کی طرف تان کر ہوشیار ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ سریندر موہن اپنی رائفل اٹھا کر گھومتا رگھوناتھ آگے بڑھ کر گھنی جھاڑیوں کے اندر غائب ہو گیا تھا۔ سریندر موہن رائفل لے کر پلٹا تو اسے اپنے ایک ساتھی کی کمی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ رائفل ہاتھ میں لے کر دبے پاؤں آگے آتے ہوئے بہت ہی دھیمی آواز میں بولا۔ "سب لوگ کنویں کی منڈیر کی اوٹ میں چھپ جائیں۔ کوئی ذرا بھی جنبش نہ کرے تیمور بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔"

"کون تیمور؟" یہ سوال پوچھ کر کسی نے بھی سریندر موہن کو خلل پہنچانے کی کوشش نہیں کی کسی کو یہ بھی نہیں سوجھا کہ وہ سریندر موہن کو یہ بتا دے کہ رگھوناتھ تو جھاڑیوں کے اندر جا چکا ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے سریندر موہن نے محسوس کر لیا تھا کہ جھاڑیوں میں ہلچل جاری ہے۔ شائد دشمن ڈر کر بھاگ رہے ہیں.... وہ

چاہتا تھا کہ دشمن اسی طرح چپ چاپ چلے جائیں تو اچھا ہے۔ کیونکہ اس وقت رائفل کے دھماکا کرنے میں سخت خطرہ تھا۔ رائفل کی آواز سن کر محکمہ جنگلات کے دو چار آدمی دوڑے آگئے تو ساری بات کھل جائے گی۔ اور کنویں کے اندر سے برآمد ہونے والے کیش بکس کا راز بھی کھل جائے گا۔

جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر سریندر موہن رک گیا۔ اس نے کمر سے لٹکتی ہوئی ٹارچ لائٹ اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ پھر اس نے جیسے ہی ٹارچ کا بٹن دبایا ویسے ہی چیتے کی بھیانک چنگھاڑ کے ساتھ کسی آدمی کی دلخراش چیخ سنائی دی۔ کنویں کے قریب کھڑے ہوئے پانچ لوگوں کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی اور جھاڑیوں کے قریب پہنچ جانے والے سریندر موہن کی ٹانگیں کانپ گئیں۔

وہ تیمور کی چیخ تو پہچان گیا تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کس آدمی کی چیخ تھی؟

"سریندر میں آرہا ہوں۔" اچانک رگھوپتی بولا اور بھاگ کر اس کے قریب آگیا پھر آگے بولا۔ "اپنا رگھوناتھ تو اندر گیا ہے۔"

"اندر؟" سریندر موہن کا جسم کانپ گیا۔ اس نے ٹارچ کی لائٹ رگھوپتی کے ہاتھ میں تھما دی اور آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "تم ٹارچ روشن رکھ کر میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ اگر ہمیں دیر ہو گئی تو رگھوناتھ...." آخری الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے کیونکہ کنوئیں کے اندر اترے ہوئے بنسی نے بھی چیتے کی آمد کی گرجدار آواز سن لی تھی اور اس کی آواز سنتے ہی کنویں سے باہر نکل آیا تھا اور اس نے کنویں کے اندر لٹکے ہوئے پیٹرومکس کو بھی کھینچ کر اوپر لے لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اندھیرے میں چھپا ہوا خوف ناک چیتا کسی بھی سمت سے کسی پر بھی کسی وقت حملہ کر سکتا ہے۔ جھاڑیوں میں تھوڑا اندر جاتے ہی چیتے کی غراہٹ کی آواز نے رگھوپتی اور سریندر کے قدم روک لیے۔ انہیں اندھیرے میں چمکتی ہوئی دو بڑی بڑی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اپنے شکار میں خلل پہنچانے والوں پر تیمور چھلانگ لگانے کی تیاری میں تھا۔ یہ دیکھ کر سریندر موہن نے اس کی دونوں چمکتی ہوئی آنکھوں کے درمیان میں نشانہ تاک لیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ رائفل کی لبلبی پر دبی ہوئی اس کی انگلی کو حرکت ہوتی بنسی جلتے ہوئے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پیٹرومکس سمیت وہاں پہنچ گیا اور پیٹرومکس کی روشنی نے جنگل کے گھنے اندھیرے کو ہلکا کر دیا۔ پیٹرومکس کی روشنی سے چیتا یکایک ہی بوکھلا گیا اور چھلانگ لگانے کا ارادہ ملتوی کر کے وہ گھنے جنگل میں کہیں غائب ہو گیا۔

پیٹرومکس کی روشنی میں وہ تینوں دس بارہ قدم آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک ایک جگہ انہیں زمین پر رگھوناتھ پڑا تڑپتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی کچلی ہوئی گردن پر سے خون کی موٹی موٹی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ اور وہ اس درد کی تکلیف سے زمین پر پڑا پڑا بے بسی سے اپنے ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا۔ سریندر موہن نے جلدی سے اپنی شرٹ اتاری اور اس کی گردن کے زخم پر لپیٹ دیا اور بولا۔"

اب جلدی سے اسے اٹھا کر جیپ تک لے چلو۔"

جب رگھوناتھ کو اٹھایا گیا تو گیلی زمین پر خون جما ہوا تھا رگھوناتھ کے ہاتھ کی کلائی سے بھی کافی خون بہہ رہا تھا۔

صدمے سے نڈھال اس کے ساتھی اسے اٹھا کر جیپ تک لے آئے۔ اس وقت تک رگھوناتھ کے زخمی گلے سے آوازیں نکلنی بند ہو گئیں تھیں یہ دیکھ کر وہ سب ایک اور صدمے کو محسوس کرنے لگے "کیا رگھوناتھ ختم ہو گیا ہے؟"

"میں اسے جنگل کے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں" جیپ کے اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ کر سریندر موہن نے انہیں سمجھایا۔ "تم لوگ فورا" ہی کنویں سے دوسرا بکس بھی نکال کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔ صبح تک چیتے کے حملے کی بات آس پاس میں پھیل جائے گی اور پھر چند روز تک ہمیں موقع نہیں ملے گا۔" اتنا کہہ کر اس نے جیپ اسٹارٹ کی اور بڑبڑاتا ہوا بولا۔ "رگھوناتھ کو میں ہر قیمت پر بچانے کی کوشش کروں گا۔"

زخمی رگھوناتھ کو لے کر جیپ روانہ ہو چکی تھی لیکن اس کے بعد بھی تھوڑی دیر تک وہ پانچوں چپ چاپ ایک دوسرے کو گھورتے ہوئے وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ گوپی ناتھ ایک گہرا سانس لے کر یہ سوچ رہا تھا کہ جہاز میں سے ان دونوں کیش بکس کو اتارنے کے بعد ان کے ساتھی شرما کو سانپ نے ڈس لیا تھا اور اب کنویں سے بکس نکالتے وقت ان کے دوسرے ساتھی رگھوناتھ پر چیتے نے حملہ کیا تھا۔ اب نہ معلوم آگے کس پر کیا گزرے؟"

○

"آدھی رات کے وقت جیپ کی آواز سنتے ہی بند کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ایک سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ وہ ڈھائی گھنٹے سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے مگر کوئی بھی ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ رقم کے جن دو بکسوں کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اتنا خطرہ مول لیا تھا اس کو حاصل کر لینے کے بعد ان کے تالے توڑ کر رقم کو دیکھ لینے کا تجسس بھی سب کے دل کے اندر دم توڑ گیا تھا۔ بنسی دیوار کے سہارے بیٹھا اونگھ رہا تھا اور گوپی ناتھ اپنا بجھا ہوا سگار سلگا کر اس کا دھواں اڑا رہا تھا۔

گھر کے اندر داخل ہونے والے سریندر موہن کے قدموں کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی تو ان سب کی نگاہیں دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ سریندر موہن کے ننگے جسم سے پسینا بہہ رہا تھا۔ اور چہرے پر تھکن کے آثار بہت نمایاں نظر آرہے تھے۔

"بھگوان کا شکر ہے۔ اس وقت تو وہ خطرے سے باہر ہے۔" سریندر موہن نے کہا اور کرسی پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا پھر آگے بولا۔ "گردن میں پورے گیارہ ٹانکے لگے ہیں لیکن زخم بہت زیادہ گہرے نہیں ہیں۔ شہہ رگ تک تیمور کے ناخن نہیں پہنچ سکے تھے۔ اس لیے موت کا خطرہ فی الحال ٹل گیا ہے۔"

"تب تو وہ ضرور بچ جائے گا۔" گوپی ناتھ نے دھیرے سے کہا۔ "وہ بے چارہ تو صرف ہماری دوستی کے ناطے ہمارا ساتھ دینے آیا تھا۔"

"بچ تو جائے گا لیکن کچھ روز لگ جائیں گے۔ اس وقت تو وہ بے ہوشی کی حالت میں ہے۔" کہہ کر سریندر موہن تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر بولا "مگر اس کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی مجھے اس کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ ڈر ہے کہیں بے ہوشی کی کیفیت میں وہ کچھ بک نہ دے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے مجھے بتائے بغیر جھاڑیوں کے اندر داخل ہونے کی حماقت کیسے کر لی تھی؟ کچھ عرصے سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تیمور آدم خور بن گیا ہے۔ ویسے غلطی میری ہی تھی مجھے تم لوگوں کو پہلے ہی آگاہ کر دینا چاہیے تھا۔ اصل میں جب سے ایک شکاری نے گولی مار کر اس کے ایک پاؤں کو زخمی کر دیا تھا تب سے وہ بے چارہ لنگڑا ہو گیا ہے۔ اس لیے ہم لوگوں نے اس کا نام تیمور لنگ رکھ دیا ہے۔ لیکن اس بدمعاش نے اب میرے ہی دوست پر حملہ کیا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی اور تب ہی سریندر موہن کی نظریں کونے میں پڑے ہوئے رقم کے دونوں کیش بکسوں پر پڑ گئیں۔ جس پر بینک کے بڑے بڑے تالے پڑے ہوئے تھے۔ "ارے تم لوگوں نے ابھی تک انہیں کھولا بھی نہیں ہے؟" اچانک وہ بولتے بولتے رک گیا پھر کچھ سوچ کر آگے بولا۔ "ٹھیک ہے تھوڑی دیر تک تو مجھے بھی لگا تھا کہ جہنم میں جائیں یہ ستاون لاکھ روپے.... رگھوناتھ کی زندگی بچ جائے تو بس...."

"رگھوناتھ بچ گیا سریندر... اچانک پورے یقین سے رگھوپتی بولا اور پھر ہتھوڑا اٹھا کر اس نے باری باری دونوں بکسوں کے تالے توڑ دیے۔ لیکن پانی کے اندر رہ کر زنگ کھا جانے والے بکسوں کے ڈھکن کھولنے میں اسے تھوڑی دیر لگی تو سب کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔ مگر جب بکس کے ڈھکنے کھل گئے تو پلاسٹک کے واٹر پروف تھیلوں میں پیک کیے ہوئے نوٹوں کے بنڈل دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی۔ چند لمحوں کے لیے تو وہ سب حیران رہ گئے۔"

"ہمیں بینک والوں کی تعریف کرنا چاہیے۔" گوپی ناتھ نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "وہ کاغذ کے نوٹوں کو بڑی حفاظت سے رکھتے ہیں۔"

"پہلے تو ہم لوگوں کو نوٹوں کے نمبر چیک کرنے پڑیں گے۔" رگھوپتی نے نوٹوں کا ایک پیکٹ اٹھا کر اس کی سیل توڑ دی اور بولا۔ "تمام نوٹ اگر ایک سیریل نمبر میں ہوئے تو ہمیں بہت ہوشیار رہنا ہو گا۔"

اس کے بعد سب کام میں لگ گئے۔ دس دس ہزار کے چار بنڈل سیریل نمبروں میں نکلے۔ انہیں الگ کر کے رگھوپتی نے انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھر کہا۔ "ان ستره لاکھ اور ساٹھ ہزار میں سے ساٹھ ہزار روپے تھیلی کاپٹر میں جائیں گے اور

چالیس ہزار کے یہ پر خطر نوٹوں کو سریندر موہن اس وقت تک کہیں زمین میں دفن کر دے گا۔ جب تک ہمارا کام پورا نہیں ہو جاتا۔ بقیہ یہ انتالیس لاکھ روپے تم لوگ سنبھال لو۔"

رگھوپتی نے ستاون لاکھ کی رقم کو جس طرح تقسیم کیا تھا اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کسی نے کچھ کہا تھا۔ لیکن پھر بھی رگھوپتی نے انہیں حساب سمجھاتے ہوئے کہا "اصل میں ستره لاکھ ساٹھ ہزار میں سے ساڑھے پندرہ لاکھ تو ہمیں اس چینی کو دینے پڑیں گے اور ڈیڑھ لاکھ روپے اس لیگٹو کے پرنٹ بنوانے پر خرچ ہوں گے۔ اب رہ گئے ساٹھ ہزار تو وہ ہیلی کاپٹر کے کرائے میں ادا ہو جائیں گے۔"

"تب تو تمہارے پاس اچانک ضرورت کے لیے کچھ بھی نہیں بچے گا۔" گوپی ناتھ نے حساب کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم ایسا کرو رگھوپتی ضرورت کے لیے دو تین لاکھ روپے اور رکھ لو۔"

"نہیں گوپی ناتھ۔" رگھوپتی بولا۔ "وجے کے پاس ابھی مہاراجا کے باپ کے بچے ہوئے روپے پڑے ہیں۔ اس لیے وہ کافی ہو جائیں گے۔ خیر چھوڑو... اب ہمیں اپنے اگلے منصوبے کے بارے میں سوچنا چاہیے.... لیکن پہلے تمہیں مجھے کچھ معلومات فراہم کرنی ہوں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ اگر راجا شاہی کے خلاف بغاوت کا اعلان کرتے وقت ہمیں مقابلے کے لیے طاقت استعمال کرنے کی ضرورت پیش آگئی تو اس کے لیے کتنے جوان تیار ہیں؟"

"ہمارے ساتھ تقریباً" سوا دو سو افراد ہیں۔" گوپی ناتھ نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "جس میں سے بیشتر آدمی تو بھارت میں ہتھیار چلانے کی ٹریننگ لے کر بالکل تیار بیٹھے ہیں اور رائفل مشین گن ریوالور اور ہینڈ بم وغیرہ کی ڈلیوری لینے کے لیے اب تو ہمارے پاس رقم بھی آگئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" رگھوپتی نے اپنے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "پورے ایک ہفتے تک نیپال میں مہاراجا کی تاجپوشی کا جشن منایا جائے گا۔ اور تیسرے روز یوراج کی رسم تاجپوشی ادا ہونے والی ہے لیکن اس سے پہلے ہی ہمیں سارا کام کر لینا ہو گا۔ اس رات پورے نیپال میں فوت ہو جانے والے راجا کے بارے میں فلم دکھائی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جائے گی۔ اس لیے ہمارے پاس اب صرف بیس روز ہی رہ گئے ہیں۔ اور اس کے لیے پندرہ یا سترہ دنوں بعد تمہارے سارے لوگ اسلحہ سمیت نیپال میں حاضر ہو جانے چاہئیں۔"

○

"ہاں اس کے لیے تو ہم نے سب تیاری کر رکھی ہے۔" رانا نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "لیکن اب ہمارے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی آگئی ہے۔" رگھوپتی کی آواز بہت گھمبیر ہو گئی تھی۔ "تاجپوشی کی رسم میں شرکت کے لیے باہر ملکوں سے بھی سینکڑوں لوگ آئیں گے' جن میں وزیر اور سفیر بھی ہوں گے۔ اس لیے وہاں حفاظتی انتظامات بہت سخت ہوں گے۔ جس کی وجہ سے شہر کے اندر ہتھیار وغیرہ لے جانے میں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس لیے سوا دو سو آدمیوں میں سے صرف دس پندرہ لوگوں کو ہی ہمارے منصوبے سے آگاہ ہونا چاہیے تاکہ اگر ہمارے کچھ ساتھی فوج کے ہتھے چڑھ بھی جائیں تو انہیں وہ ہمارے بارے میں کچھ نہ بتا سکیں۔"

"ہمارا راز' راز ہی رہے گا۔" گوپی ناتھ کی آواز میں یقین کی جھلک نمایاں نظر آرہی تھی۔ "ہمارے علاوہ صرف اور پانچ' چھ آدمی ہی ہمارے منصوبے سے واقف ہوں گے جن میں ہر ظلم و ستم کو برداشت کرکے چپ رہنے کی ہمت ہوگی۔"

"بس تو اب کل صبح کی شوٹنگ کا پروگرام بھی سمجھ لو۔" رگھوپتی نے کہا اور ایک سوٹ کیس کھول کر اس میں سے مختلف چیزیں نکالتا ہوا بولا۔ "شاید آس پاس کے لوگ سچ مچ فلم کی شوٹنگ سمجھ کر شوٹنگ دیکھنے کے لیے آجائیں' اس لیے احتیاط کی خاطر تم سب کو اپنا حلیہ تبدیل کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے یہ نقلی داڑھی مونچھیں اور میک اپ کا سامان وغیرہ ساتھ ہی لے آیا ہوں۔ اس لیے ہمیں زیادہ شور و غل کیے بغیر شوٹنگ کا ڈرامہ اپنے انجام تک پہنچا دینا چاہیے۔ ہیلی کاپٹر پندرہ بیس منٹ بعد ہی روانہ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی میں بھی اڑ جاؤں گا۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اس کا مطلب ہے کہ ہم کل صبح ہی ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے؟" گوپی ناتھ ذرا الجھن محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "تب تو صبح تک ہمیں تمام چھوٹی بڑی الجھنوں کے بارے میں بحث کر لینی چاہیے۔"

"ہاں لیکن اس کے لیے اور لوگوں کو رات بھر جگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" رگھوپتی نے بات کو مختصر کرنے کے لیے اپنی جیب سے ایک جیولری بکس نکالا اور بولا۔ "میں تم لوگوں کو تحفہ دینے کے لیے رنگ برنگے پتھروں کی نگ والی انگوٹھیاں لے کر آیا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے جیولری بکس کھول کر سب کو انگوٹھیاں دکھائیں۔ اس چھوٹے سے بکس میں تقریباً درجن بھر انگوٹھیاں تھیں جنہیں ان سب کی آنکھیں حیرت سے تاک رہی تھیں۔

رگھوپتی نے ایک سرخ رنگ کے نگ والی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن لی اور پھر بولا۔ "اب تم لوگ بھی ایک ایک انگوٹھی پہن لو۔"

اس کی بات سن کر ان لوگوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ پوچھے بغیر انہوں نے ایک ایک انگوٹھی اٹھائی اور اپنی اپنی انگلی میں ڈال لی۔ پھر رگھوپتی نے بچی ہوئی انگوٹھیاں گوپی ناتھ کے ہاتھ پر رکھ دیں اور خالی بکس بھی اسے تھماتے ہوئے بولا۔ "اب جو یہ انگوٹھیاں بچ گئی ہیں' انہیں اپنے وفادار ساتھیوں میں تقسیم کر دینا۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ کسی سادھو کے پاس سے یہ جادو منتر والی انگوٹھیاں تم لے آئے ہو؟" گوپی ناتھ بولے بغیر نہ رہ سکا۔ "اگر ایسی بات ہے تب تو یہ بہت اچھی بات ہے کیونکہ بار بار آنے والی رکاوٹوں سے تو ہمیں نجات مل جائے گی۔"

اس کی بات سن کر رگھوپتی دھیرے سے ہنس پڑا۔ پھر جواب دینے سے قبل اس نے اپنی انگوٹھی کا اوپری ڈھکن کھول کر اس کے اندر رکھی ہوئی ایک کیپسول جیسی چیز دکھاتے ہوئے کہا۔ "ہر انگوٹھی کے اندر کیپسول جیسی چیز موجود ہے اور ہر کیپسول میں ایک قاتل زہر موجود ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ چاروں بری طرح چونک پڑے۔

"اگر ہمارے منصوبے سے واقف ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی حکومت کے

میں پھنس جائے تو اسے اپنی زبان بند رکھنے کے لیے آخری راستے کے طور پر انگوٹھی کے اس کیپسول کو نگل لینا پڑے گا۔" رگھوپتی کی یہ بات انہوں نے خاموشی سے سن لی اور جب کسی نے کوئی سوال نہیں پوچھا تو رگھوپتی آگے بولا۔ "وجے اور جولی نے بھی ایسی انگوٹھیاں پہن لی ہیں' ہم میں سے کس کی قسمت میں یہ کیپسول نگلنا لکھا ہے یہ تو بھگوان کو ہی معلوم ہے۔"

رگھوپتی نے جب یہ کہا تو اس وقت وہ سب اپنی اپنی انگوٹھیوں کا ڈھکن کھول کر اس میں رکھے ہوئے کیپسول کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ سوچ رہے تھے کہ کیا ان کی موت اسی کیپسول میں بند ہے؟

○

اور آخرکار جہاز دہلی کی سرزمین سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ جہاز کے اندر بیٹھی ہوئی جولی کی آنکھیں بند تھیں اور ان بند آنکھوں کے اندر وجے کی تصویر سمائی ہوئی تھی۔ جولی سوچ رہی تھی کہ وہ اسے آنکھ کھول کر دیکھ تو نہیں سکتی لیکن وہ ضرور اس وقت دہلی ایئرپورٹ کی چھت سے اسے ہاتھ ہلا ہلا کر رخصت کر رہا ہوگا.....

وجے کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کی پلکیں نم ہو گئیں اور پھر اچانک اسے لگا کہ کوئی ظالم اور بے رحم اس کو وجے سے چھین کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہیں دور لے جا رہا ہے۔ "کسی اپنے سے دور ہونا بہت برا لگتا ہے' ہے نا جولی؟" اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی شوبھا نے کہا تو وہ چونک پڑی اور اسے یاد آگیا کہ اس سفر میں وہ تنہا نہیں ہے بلکہ شوبھا اور رگھوپتی بھی اس کے ساتھ جہاز میں موجود ہیں۔ اس نے شوبھا کی طرف دیکھ کر زبردستی مسکرانے کی کوشش کی اور بھیگی ہوئی آنکھوں کو انگلی سے پونچھنے لگی لیکن شوبھا کی بات کا پھر بھی وہ کوئی جواب نہ دے پائی۔

"ہم عورتوں کی یہی تو ایک خوبی ہے جولی....." شوبھا نے ایک سرد سی آہ بھری اور آگے بولی۔ "ہمیں اگر کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو پہلے ہم اسے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جب اس کی محبت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی ایک لمحے کی جدائی بھی ہم سے برداشت نہیں ہوتی..... لیکن میرے نصیب کی بات

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور ہے۔ مجھے تو ہر روز ایک نئے مرد کو حاصل کرنا پڑتا ہے اور اسے کھو دینا پڑتا ہے .....اور اب تو میں اس کی اس قدر عادی ہو چکی ہوں کہ مجھے نہ ملنے کی خوشی ہوتی ہے اور نہ جدائی کا غم ....." بولتے بولتے شوبھا کی آواز بھاری ہو گئی اور یوں لگنے لگا جیسے وہ ابھی رو پڑے گی۔

"تم تو آج کسی فلاسفر کی طرح بول رہی ہو شوبھا۔" ان کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے رگھوپتی نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے دھیرے سے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ عورتوں کی طرح مردوں کو بھی بچھڑنے کا غم ہوتا ہے.....بولتے بولتے یکایک اسے روکھی کی جدائی کا خیال آگیا اور اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ شوبھا نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور گھمبیر لہجے میں بولی۔ "میں مانتی ہوں اس بات کو لیکن پھر بھی عورت اور مرد کی تڑپ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مرد جدائی کے غم کو چھپانے کے لیے کئی دوسری چیزوں کا سہارا لے سکتا ہے جبکہ عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ تو دل ہی دل میں جدائی کی آگ میں سلگتی رہتی ہے۔ رگھوپتی اس کی بات سن کر مسکرا دیا لیکن جولی نے دونوں کی طرف باری باری دیکھا اور جلدی سے بولی۔ "مرد ہو یا عورت' وہ ایک دوسرے سے مختلف ضرور نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل کے جذبات تو ایک ہی ہوتے ہیں۔ ملن اور جدائی کے لمحات کو وہ یکساں ہی محسوس کرتے ہیں۔"

"لیکن ابھی تو وجے سے جدا ہوئے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے ہیں۔" رگھوپتی مذاق میں بول گیا۔ "اور تم ابھی سے اس کی جدائی میں اداس ہو گئیں؟"

رگھوپتی کی بات سن کر جولی چپ رہی۔ وہ کوئی جواب دینا بھی نہیں چاہتی تھی' وہ خاموش رہ کر کچھ سوچنا چاہتی تھی۔ اسے اپنے اندر اٹھتے ہوئے کئی سوالوں کے جواب ڈھونڈنے تھے۔ اور ایک بات تو ایسی تھی جو بار بار اس کے دماغ پر ہتھوڑے مار رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ الہ آباد سے ہیلی کاپٹر پر جب وہ روانہ ہوئے تھے تو گنگا' جمنا کے سنگم پر سے گزرتے وقت وجے نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ "یہ کام ختم کرنے کے بعد ایک اور ضروری کام کرنے کی خواہش میرے دل میں زور پکڑ رہی ہے جولی۔"

"تو اپنی یہ خواہش پوری کر لو....." اس کی بات سن کر جولی نے کہا تھا۔ "ویسے اپنی وہ خواہش تمہیں مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے تھی۔ اور اب میرے دل میں وہ بات جاننے کی خواہش زور کرنے لگی ہے۔"

"میں تم سے کوئی بات کیسے پوشیدہ رکھ سکتا ہوں؟" وجے نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا تھا۔ "ارے پگلی تمہارے بغیر تو میری وہ خواہش پوری ہی نہیں ہو سکتی۔ دو دریاؤں کے اس حسین سنگم پر رگھوپتی کی موجودگی میں اگر ہم دونوں شادی کر لیں تو.....؟"

یہ سن کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی موجودگی کو بھول کر بے اختیار وجے سے لپٹ گئی تھی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور وجے سے کہا تھا "لیکن تم نے تو یہ عہد کیا تھا کہ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو گے' اس وقت تک شادی کا خیال بھی دل میں نہیں لاؤ گے۔ کیا تم اپنا یہ عہد بھی بھول گئے؟"

"نہیں جولی' مجھے اپنا عہد یاد ہے۔" وجے نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا "لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ وقت نہ آجائے کہ اپنا کام پورا ہونے سے پہلے ہی ہم جدا ہو جائیں۔"

جدائی کے خوف سے ایک لمحے کے لیے خود جولی بھی کانپ گئی مگر پھر فوراً ہی اس نے ہنس کر کہا تھا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو' فرض نبھانے کے لیے اگر اس کی ضرورت پڑ گئی تو ایسا کرنا پڑے گا۔"

اور اس وقت دہلی کے ایئرپورٹ پر وجے سے رخصت ہوتے وقت اس نے جدائی کی بات کو دوسرے ہی انداز سے کہا تھا۔ "اب میں سچ مچ تم سے جدا ہو رہی ہوں مگر وقتی طور پر۔ کیونکہ اپنا عہد پورا کرنے کے لیے ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہونا ہی پڑے گا۔" اتنا کہہ کر اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا تاکہ وجے اس کی آنکھوں میں آئی ہوئی نمی کو نہ دیکھ سکے۔ جہاز اپنی بلندی پر پہنچ کر نیپال کی جانب پرواز کر رہا تھا مگر اندر بیٹھی ہوئی شوبھا کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جولی اپنی سیٹ پر بیٹھی چپ چاپ شوبھا کی طرف دیکھ رہی تھی۔

شوبھا اپنے دل میں سوچ رہی تھی کہ اس نے جولی کے ساتھ نیپال جانے کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پیشکش قبول کی تھی تو جولی نے اس کی احسان مند ہو کر اس کا شکریہ ادا کیا تھا لیکن بیچاری جولی یہ کہاں جانتی تھی کہ نیپال کی سرزمین ہی شوبھا کی آخری خواہش بن کر رہ گئی ہے۔ برسوں سے انتقام کی جو آگ اس کے سینے میں جل رہی ہے' اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کا موقع تو اسے نیپال میں ہی ملے گا....."میں کیسے عجیب و غریب کام کے لیے تمہیں نیپال لے جا رہی ہوں؟" اچانک جولی نے کسی گنہگار کی طرح کہا تو شوبھا نے اچانک چونک کر اس کی طرف دیکھا مگر جولی سر جھکائے کہہ رہی تھی۔ "نیپال میں تمہارا اغوا ہو جائے اور وہ درندہ تمہاری عصمت دری کرے تب ہی ہمارا کام پورا ہو سکتا ہے۔ اس بات کو کہنا بھی بڑی بے ہودہ سی بات لگتی ہے۔ اس نقاب پوش درندے کو فلم کے پردے پر دیکھتے ہی میں کپکپا کر رہ گئی تھی۔ اس وقت مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی میرے دل کو مٹھی میں لے کر دبوچ رہا ہو لیکن اس کے باوجود میں تمہیں اس شیطان کے پنجے میں دھکیلنے کے لیے تیار ہو گئی ہوں۔"

جولی کی بات سن کر شوبھا چپ چاپ اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ بولی۔ "جولی تم محض جس کے تصور سے ہی کانپ جاتی ہو' اس درندے کو تو میں بہت پہلے ہی اپنے جسم پر برداشت کر چکی ہوں۔ موج اڑانے کے لیے یہ مرد لوگ کیسی کیسی ترکیبیں آزماتے رہتے ہیں.....خیر جانے دو اب باتوں کو' کیونکہ تم سنو گی تو تمہیں الٹیاں آنے لگیں گی لیکن اب مجھے جوش آگیا ہے۔ وہ نقاب پوش درندہ چاہے میرا تھوڑا بہت خون ہی کیوں نہ چوس لے لیکن میں اس کا چہرہ بے نقاب کر کے ہی واپس آؤں گی۔"

"واپس آؤں گی؟" جولی عجیب اداس لہجے میں بڑبڑائی۔ پھر تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد وہ دھیرے سے بولی۔ "کیا خود کو بے نقاب کر دینے والے کو وہ زندہ واپس آنے دے گا؟"

"اگر میں زندہ واپس نہ بھی آؤں تو بھی میرے لیے زندہ رہنے کے لیے اب باقی ہی کیا رہ گیا ہے؟" شوبھا نے بڑے اداس لہجے میں سر جھکا کر جواب دیا۔ پھر آگے بولی "لیکن اس سے پہلے مجھے نیپال میں اپنا ایک آخری کام کرنا بہت ضروری ہے۔"

"آخری کام؟" جولی نے چونک کر پوچھا۔ "اور وہ بھی نیپال میں؟ لیکن شوبھا تم جس سے اپنا بدلہ لینا چاہتی ہو وہ تو دہلی میں....."

"تم بہت جلدی سمجھ گئیں جولی۔" شوبھا نے فوراً ہی اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرا وہ دشمن آج کل دہلی سے نیپال ہوا کھانے گیا ہوا ہے۔ اگر تم نے مجھے اپنا کام نہ سونپا ہوتا تو مجھے نیپال میں تو جانا ہی تھا۔ اپنے اس دشمن کو میں کتے کی موت ماروں گی.....بس.....اس کے بعد اس نقاب پوش کا چہرہ بے نقاب کرنے کے بعد مجھے مرنا بھی پڑ جائے تو مجھے ذرا بھی افسوس نہیں ہوگا.....اب تک تو مجھے اپنے اپاہج باپ کی فکر لگی ہوئی تھی' اس لیے میں ہمت نہیں کر پا رہی تھی لیکن اب تم لوگوں کے مل جانے کی وجہ سے مجھے یہ فکر بھی نہیں رہی ہے۔"

ان دونوں کی پچھلی سیٹ پر رگھوپتی انجان بنا بیٹھا تھا۔ کبھی کبھی وہ آتی جاتی ہوئی ایئرہوسٹس پر اچٹتی سی نظر ڈال کر کھڑکی کے شیشے سے باہر کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب دیکھنے لگتا تھا۔ سفر لمحہ بہ لمحہ مختصر ہوتا جا رہا تھا۔ اس سے اگلی سیٹ پر شوبھا اور جولی بیٹھی تھیں جبکہ بالکل اگلی سیٹ کے کونے میں وہ چینی چیانگ بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس نے اخبار کھول کر اس طرح اپنے چہرے کے سامنے پھیلا رکھا تھا جیسے وہ نہ چاہتا ہو کہ کوئی بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے سکے۔

ہیلی کاپٹر اور پھر اب جہاز کے سفر کے درمیان چار دنوں کا وقفہ تھا اور جب ان چار دنوں میں بھی کسی کام میں ذرا سی بھی رکاوٹ پیش نہیں آئی تو رگھوپتی نے اطمینان کا سانس لیا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ بھی سارا کام کسی رکاوٹ کے بغیر آرام سے ہو جائے گا۔ جنگل میں چیتے تیمور کے حملے سے زخمی ہو کر بے ہوش ہو جانے والا ان کا ساتھی رگھوناتھ بدھ کی صبح کو ہوش میں آگیا تھا اور تب سریندر موہن نے ڈاکٹر کی موجودگی میں ہی اسے اشارے سے بتا دیا تھا کہ ستاون لاکھ روپے کی رقم ان کے ہاتھ میں آچکی ہے۔ اس وقت رگھوناتھ اپنے زخموں کو بھول کر مسکرانے لگا تھا۔ پھر سریندر کی دی ہوئی انگوٹھی کو اپنی انگلی میں پہن کر اس نے اشارے سے سریندر کو سمجھایا تھا کہ اس کی طرف سے ذرا بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے' وہ مرجائے گا لیکن اپنا راز کسی پر ظاہر نہیں ہونے دے گا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

صبح کے سوا دس بجے ہیلی کاپٹر کی گھرگھراہٹ سن کر وہ جلدی جلدی فلم کی شوٹنگ کا بہانہ کرکے مختلف کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ جنگل کے اطراف میں رہنے والے تیس چالیس دیہاتی لوگوں کے سوا وہاں اور کوئی قابل ذکر افسر وغیرہ نہیں تھا جو ان کی اس جھوٹ موٹ کی شوٹنگ کو دیکھ سکتا.....اور پھر جولی اور رگھوپتی اپنے پلان کے مطابق سترہ لاکھ اور ساٹھ ہزار روپے کے تھیلے لے کر ہیلی کاپٹر میں الہ آباد کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔ دوسرے روز الہ آباد سے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی واپس پہنچ کر رگھوپتی نے اپنے پلان کے مطابق چیانگ کو پانچ لاکھ روپے دے دیئے تھے۔ اس وقت پانچ لاکھ کی رقم دیکھ کر چیانگ کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرانے لگی تھی اور پھر اس نے رگھوپتی سے کہا تھا۔ "واقعی اب مجھ میں کام کرنے کی گرمی آگئی ہے۔ اب بتاؤ ہمیں کب نیپال جانا ہوگا؟"

"ڈریگن" رگھوپتی نے اسے اس کے فرضی نام سے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا..... "اس پانچ لاکھ میں سے ڈیڑھ لاکھ روپے میں نے تمہیں لیگٹو سے ایک سو پرنٹ نکلوانے کے لیے دیئے ہیں۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ تمام پرنٹس کون' کہاں اور کب تک تیار کرکے دے گا؟"

"پرنٹس کون کہاں تیار کرے گا' یہ تو میں نہیں بتاؤں گا۔" چیانگ نے کہا تھا۔ "کیونکہ یہ کام بڑی رازداری سے ہونے والا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کتنے دنوں میں یہ کام ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہفتے اور اتوار کی دو روز کی چھٹیوں کا ہی یہ کام ہے۔"

"ٹھیک ہے تو تم ان دو دنوں میں ہی یہ کام کر ڈالو....."

"یہ کام تو ہو جائے گا لیکن....." چیانگ بولتے بولتے تھوڑی دیر کے لیے رکا' پھر آگے بولا "لیکن پرنٹس کی ڈلیوری تو اس وقت ہو گی جب میرے لیگٹو کی رقم دس لاکھ مجھے مل جائے گی۔"

"دیکھو ڈریگن ہم پیسہ ادا کیے بغیر کوئی کام نہیں کریں گے۔" رگھوپتی کے لہجے میں ذرا سختی آگئی تھی۔ "اب آئندہ کبھی ایسی بات مت کرنا۔ تمہیں وہ پتا تو بتانا ہی ہوگا کہ پرنٹس کی ڈلیوری کہاں سے ملے گی اور ڈلیوری لینے والے کو کہاں جانا ہوگا؟"

"میں پتا نہیں دوں گا لیکن فون نمبر تمہیں دے دیتا ہوں۔" چیانگ نے ایک کاغذ پر فون نمبر لکھ کر اس کے حوالے کر دیا اور بولا۔ "اس فون نمبر پر فون کرکے پوچھ لینا کہ ڈریگن کے مال کی ڈلیوری لینے کے لیے کہاں آیا جائے؟ پھر فون پر جو پتا بتایا جائے' وہاں جا کر ڈلیوری لے لو۔" اتنا کہہ کر چیانگ نے نوٹوں کی گڈی میں سے سو روپے کا ایک نوٹ نکالا اور بڑے اطمینان سے اس کے دو ٹکڑے کرکے ایک ٹکڑا رگھوپتی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "نوٹ کا یہ آدھا ٹکڑا لے کے جاؤ گے تو تمہیں پرنٹس کی ڈلیوری مل جائے گی۔"

"اب ہمیں لین دین کی بات سمجھ لینی چاہیے۔" رگھوپتی نے نوٹ کا آدھا ٹکڑا اور ٹیلی فون نمبر کا کاغذ اپنی جیب میں سرکاتے ہوئے کہا۔ "تم سے ساڑھے پندرہ لاکھ پر معاملہ طے ہوا تھا جس میں سے ساڑھے تین لاکھ ابھی تمہیں دیئے گئے ہیں' باقی رہ گئے بارہ لاکھ جس میں سے دو لاکھ تمہیں اس وقت ملیں گے جب تم نیپال میں فلم کے آخری سین کی فلمبندی مکمل کر لو گے اور دس لاکھ تمہیں یہاں دہلی میں اس وقت دیئے جائیں گے جب تم آخری فلم کے پرنٹس کی ڈلیوری دو گے' ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے۔" چیانگ نے کہا تھا "لیکن تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ دس لاکھ روپے یہاں دہلی میں کس کو دینے ہیں؟"

"ہاں یہ میں نے پوچھا نہیں ہے۔" رگھوپتی نے کہا تھا۔ "لیکن مجھے اس کا اندازہ ہے۔" رگھوپتی کی یہ بات سن کر چیانگ چونک پڑا تھا۔ پھر اس نے سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے پوچھا تھا "لیکن اگر تمہارا اندازہ غلط ثابت ہوا تو؟"

"تو؟" رگھوپتی کو اپنا کاسینو کا زمانہ یاد آگیا اور وہ مسکرا کر بولا "تو ہو گئی پچاس ہزار کی شرط' بولو منظور ہے؟"

"منظور ہے۔" چیانگ خوش ہو کر بولا۔ "اگر تمہاری بات غلط نکلی تو تم مجھے پچاس ہزار روپے زیادہ ادا کرو گے اور نہیں تو میری رقم میں سے تم شرط کے پچاس ہزار کاٹ لینا۔ اب بتاؤ کون ہے وہ شخص؟"

"تمہاری لیڈی پارٹنر سلطانہ بیگم....." رگھوپتی نے جواب دیا۔

یہ نام سن کر چیانگ ایک جھٹکے سے اس طرح اچھل پڑا کہ اس کی انگلیوں میں دبا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوا سگریٹ اچھل کر سامنے بیٹھے ہوئے رگھوپتی کی گود میں جا گرا تھا۔ تھوڑی دیر تک تو وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ "تم سچ مچ بڑے چالاک ہو' میرے پچاس ہزار تم جیت گئے۔"

"ہم کاسینو والے لوگ اس طرح جیتنے والوں کو شاباش دیتے ہیں۔" رگھوپتی چیانگ کا نازک ہاتھ دبا کر پرجوش لہجے میں بولا۔ "اور ہارنے والے کو ہم بے وقوف نہیں کہتے۔"

"لیکن میں تو خود کو بے وقوف ہی کہوں گا۔" چیانگ اپنی نازک انگلیاں سہلاتے ہوئے بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری نجی پارٹنر شپ کی بات کا تمہیں کیسے پتا چل گیا؟"

"یہ بھی مجھے بتانا ہوگا؟" رگھوپتی اپنا سر کھجا کر جواب تلاش کرتے ہوئے بولا۔ "اصل میں تمہاری یہ سلطانہ بیگم بنگلہ دیش کے سفارت خانے میں ایک آفیسر کی حیثیت سے کام کرتی ہے اور بنگلہ دیش اور چین کی دوستی اتنی پوشیدہ بھی تو نہیں ہے۔"

"تم بڑے بدمعاش آدمی ہو۔" چیانگ ہنس کر بولا۔

"چالاک آدمی کو بدمعاش نہیں کہتے۔" رگھوپتی بولا۔

"باتوں میں' میں تم سے نہیں جیت سکتا۔" چیانگ پھر ہنس پڑا۔

"تو بقیہ ہار جیت ہم نیپال کے کاسینو تک ملتوی رکھتے ہیں۔" کہہ کر رگھوپتی نے باتوں کا رخ موڑ دیا اور بولا۔ "اتوار کی صبح کو ہم انڈین ایئرلائن کی فلائٹ سے نیپال جائیں گے لیکن جہاز میں ساتھ سفر کرنے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے اجنبی ہوں گے۔"

پھر دہلی کے ایئرپورٹ پر چیانگ کو رخصت کرنے کے لیے اس کی بنگلہ دیشی پارٹنر سلطانہ بیگم بھی آئی تھی۔ وہاں جب جولی اور سلطانہ بیگم کا آمنا سامنا ہوا تو پہلے تو وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک پڑیں لیکن دوسرے ہی لمحے دونوں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"سلطانہ میں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے تمہارے گھر پر رہتی تھی لیکن جب میں تمہارا گھر چھوڑ کر جا رہی تھی تو تم نے پوچھا تھا کہ تمہارا بوائے فرینڈ کون ہے؟" جولی نے سلطانہ کو مخاطب کرتے ہوئے وجے کی طرف اشارہ کیا اور بولی۔ "ان سے ملو' یہ مسٹر وجے کمار' میرے ہونے والے شوہر....."

سلطانہ بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جولی کی پسند کی داد دی اور پھر وجے سے ہاتھ ملا کر بولی۔ "یو آر ویری لکی جولی' خدا کرے تم دونوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔"

جولی تو سلطانہ بیگم کی بات سن کر خوش ہوئی تھی لیکن چیانگ ذرا گھبراہٹ بھرے لہجے میں بولا۔ "ذرا خود کو سنبھالو سلطانہ بیگم' تمہیں اس خوبصورت نوجوان سے دس کروڑ روپے وصول کرنے ہیں۔ اگر تم اس پر مرمٹیں تو نقصان مجھے ہوگا۔"

"تم فکر مت کرو۔" سلطانہ نے ہنس کر کہا۔ "شاید فائدہ بھی ہو جائے' ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں دس کی بجائے اس سے گیارہ لاکھ وصول کرلوں۔" ان میں یہ نوک جھونک جاری تھی کہ شوبھا وجے کو ایک جانب کھینچ کر لے گئی اور ذرا دور جا کر میرے سے بولی۔ "مجھے آپ سے ایک درخواست کرنی ہے' امید ہے میری غیر موجودگی میں آپ میرے اپاہج باپ کا خیال رکھیں گے۔ اس درمیان آپ انہیں زیادہ پینے مت دیجئے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے ساتھ نیپال آنے تک وہ کسی سے لڑ بھڑ بیٹھیں....."

شوبھا کی بات سن کر وجے نے وہیل چیئر پر بیٹھے ہوئے اس کے باپ کی طرف دیکھا۔ ماضی کا یہ مرد مجاہد ان دنوں بیٹی کے خون کی کمائی پر اپنی زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ وجے نے آگے بڑھ کر اس کے جھکے ہوئے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ "اگر تم کہو تو میں انہیں یہاں سے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاتا ہوں۔ یہ میرے ساتھ ہی رہیں گے اور میرے ساتھ ہی نیپال آجائیں گے۔"

"نہیں..... نہیں....." شوبھا نے جلدی سے اس کی پیشکش کو رد کرتے ہوئے کہا تھا۔ "میں نے اپنے ڈیڈی کو ایک انتہائی اہم اور نجی کام سونپ رکھا تھا ہے جو آپ سے بھی پوشیدہ رکھنا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ ہنس پڑی' پھر آگے بولی۔ "اگر آپ انہیں اپنے ساتھ رکھیں گے تو یہ دو دنوں میں ہی سب اگل دیں گے۔"

"لیکن مجھ سے پہلے تو تم ہی سب کچھ بک رہی ہو شوبھا....." اپاہج اروند آزاد

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سے برداشت نہیں ہوا اور وہ بول پڑا۔ "خیر نیپال جا کر پشپتی ناتھ سے یہ دعا
کرنا کہ انگریزوں کی گولیوں سے اپاہج بن جانے والے تمہارے باپ کو وہ اتنی طا
دے دے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔"

اپنے باپ کی یہ دکھ بھری بات سن کر شوبھا کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے
لیکن وہ کہہ نہ سکی کہ وہ خود ہی اس زندگی سے تنگ آچکی ہے مگر وہ نہیں چاہتی
کہ وہ روکھی کی طرح بے موت مرجائے۔ اسی لیے خود ہی آگے بڑھ بڑھ کر اپنی م
کو گلے لگانے کے لیے وہ تیار ہوئی ہے۔

پھر جب لاؤنج کے اندر جانے کا وقت آگیا تو سب ہی ایک دوسرے سے رخ
ہونے میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت وجے سے ہاتھ ملاتے ہوئے رگھوپتی نے دیر
سے کہا تھا۔ "وجے تم اپنا خیال رکھنا اور ہماری کوئی فکر نہ کرنا۔ بھگوان نے چا
سب ٹھیک ہو جائے گا ..... اچھا اب چلتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا لاؤنج میں آگیا تھا جبکہ جولی اور شوبھا
لمحوں کی تاخیر کے بعد لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں۔

○

"اب تھوڑی ہی دیر میں ہمارا جہاز کھٹمنڈو ایئرپورٹ لینڈ کرنے والا ہے۔
سے درخواست ہے کہ اپنے سگریٹ بجھا دیں اور حفاظتی بیلٹ باندھ لیں، شکریہ۔"

ایئر ہوسٹس کا یہ اعلان سن کر مسافروں کے چہروں پر خوشی اور بے چینی کی سی کیف
پھیلنے لگی۔ رگھوپتی تو ایئر ہوسٹس کے اعلان سے پہلے ہی سے کھڑکی سے لگا بیٹھا تھا
اپنے وطن کی دھرتی کو گھورنے میں مصروف تھا۔ فضاؤں میں بکھری ہوئی دھند
پیچھے کھڑے ہوئے پہاڑ اور سرسبز دھرتی پر چرتے ہوئے مویشی اور لاتعداد
دیوتاؤں کے چھوٹے بڑے مندر .....اسے اپنا وطن چھوڑے ہوئے محض دو ہفتے
ہوئے لیکن ان دو ہفتوں میں کئی عجیب و غریب واقعات رونما ہو گئے تھے اور آئندہ
ہفتوں میں تو اور نہ جانے کیا کیا ہونے والا ہے .....؟

جہاز کے پہیوں نے جیسے ہی دھرتی کو چھوا تو رگھوپتی، شوبھا، جولی اور جیانگ

ی کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"آپ کا وطن آگیا۔" شوبھا نے گردن گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا اور مسکرا کر
ہے سے بولی۔ "آپ کے اس وطن میں تو گرمیوں میں بھی ٹھنڈک کا احساس ہوتا
بہت خوبصورت ہے یہ نیپال....."

"ہاں .....یہ سچ مچ دیوتاؤں کی سرزمین ہے۔" رگھوپتی نے کہا تو اچانک شوبھا کے
ے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی اور پھر وہ دانت پیس کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے
ئے بولی۔ "نہیں، یہاں صرف دیوتا ہی نہیں بلکہ دیوتاؤں کے درمیان انسانوں کا لہو
ینے والے درندے بھی بستے ہیں اور اس حقیقت کو میں بھولی نہیں ہوں۔"

شوبھا کی یہ بات سن کر اس کے برابر میں بیٹھی ہوئی جولی تھرتھرا کر رہ گئی۔ وہ
ان کی وسعتوں میں اڑتے اڑتے زندگی کے حسین سپنے دیکھ رہی تھی لیکن زمین پر
رکھتے ہی اسے زندگی کی تلخ حقیقتوں کا احساس ہو گیا۔

رگھوپتی جب جولی اور شوبھا کے پیچھے پیچھے جہاز کی سیڑھیاں اتر رہا تھا تو اچانک
ے اس لاکٹ کی یاد آگئی جس پر پشپتی ناتھ کی تصویر بنی ہوئی تھی اور اس نے وہ
ٹ کبھی بڑے پیار سے روکھی کے گلے میں ڈالا تھا۔ وہ لاکٹ اس وقت بھی اس کی
ب میں موجود تھا جسے وجے اس وقت روکھی کی گردن سے اتار لایا تھا جب روکھی
گلے میں پھندہ ڈال کر خودکشی کر لی تھی۔ روکھی کی یاد آتے ہی اس کا ہاتھ کانپ
اور جیب سے لاکٹ نکالتے وقت بے خیالی میں اس کے ہاتھ سے لاکٹ چھوٹ کر
ے کے نیچے زمین پر جا گرا۔ رگھوپتی کا دل بڑی تیزی سے دھڑکا اور وہ آخری تین
ے ایک جست میں ہی پھلانگ کر نیچے آگیا۔ پھر جیسے ہی وہ لاکٹ اٹھانے کے لیے
جھکا تو اس کی نظر کھلے ہوئے لاکٹ کے اندر دبے ہوئے ایک کاغذ پر پڑی۔ لاکٹ
دونوں پٹ کے درمیان دبے ہوئے اس چھوٹے سے کاغذ کو دیکھ کر اس کی آنکھیں
رت سے پھیل گئیں۔ اس لیے اس نے جھپٹ کر لاکٹ کے ساتھ ساتھ اس کاغذ کو
اٹھا لیا۔

"کیا ہوا؟" اس وقت شوبھا نے اس کے قریب آکر دھیرے سے پوچھا۔ "کچھ گر
ا تھا کیا؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لیکن رگھوپتی نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور کاغذ کے اس پرزے پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنے لگا۔ کاغذ پر لکھا تھا..... "جس کے پاس بھی وہ فائل ہوتی ہے وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔"

اس ایک سطر کی تحریر کو پڑھ کر رگھوپتی کے بدن میں خوف کی لہر دوڑتی چلی گئی۔

"یہ کیا ہے؟" جولی نے بھی اس کے پاس آکر پوچھا تو رگھوپتی نے کاغذ کا وہ ٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور خلاؤں میں گھورتا ہوا بڑے ہی دردناک لہجے میں بو "روکھی نے خودکشی نہیں کی ہے بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے۔" "یہ بالکل سچ ہے۔" نے اس تحریر کو پڑھے بغیر ہی جلدی سے کہہ دیا۔ "روکھی نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو لٹکا کر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اس نے خو کی ہے۔"

"مگر یہ بات تم اب بتا رہی ہو؟" رگھوپتی غصے میں اسے گھورتے ہوئے بو "اب تک تم نے یہ بات کیوں چھپا رکھی تھی شوبھا؟"

"آہستہ بول رگھوپتی۔" شوبھا کی بجائے جولی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رک دھیرے سے کہا۔ "اس وقت ہم لوگ ایئرپورٹ پر ہیں۔ ہم ہوٹل پہنچ کر آرام بات کریں گے۔"

لیکن رگھوپتی کے جوش میں کمی نہیں آئی۔ اس نے اپنے دونوں کندھوں کو دیتے ہوئے کہا۔ "جولی اب آرام کیسا اور ہوٹل تک جانے کی بات بھی کیسی؟ اس وقت دوسری فلائٹ سے دہلی واپس جا رہا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے لاک اپنے گلے میں ڈال لیا اور شوبھا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم اب بھی خاموش ہو بتاتی کیوں نہیں کہ میری روکھی کا قاتل کون ہے؟ کس نے اسے بے موت مارا ایسی ہی ایک دھمکی آمیز چٹھی وجے کو دہلی میں ملی تھی لیکن اب پرشورام کی والے درندے کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شوبھا اس کو غصے میں آتا دیکھ کر ایک لمحے کے لیے گھبرا گئی۔ رگھوپتی اس اسے ایک بپھرے ہوئے بھوکے شیر سے بھی زیادہ خطرناک اور خوفناک لگ آخر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "لیکن اس درندے سے اپنا بدلہ لینے

تمہیں دہلی واپس جانے کی ضرورت نہیں ہے رگھوپتی۔ روکھی کا قاتل اب دہلی سے نکل کر یہاں نیپال پہنچ چکا ہے اور میں اس کا پیچھا کرتی ہوئی تم لوگوں کے ساتھ یہاں آئی ہوں۔" بولتے بولتے شوبھا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر وہ دانت پیستے ہوئے آگے بولی۔ "اس کی موت اب یقینی ہے لیکن وہ تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ میرے ہاتھوں سے مرے گا' میری مرضی کے مطابق۔"

شوبھا کے لفظ لفظ میں رگھوپتی کو اعتماد کی جھلک نظر آرہی تھی اور انتقام کی آگ کی تپش محسوس ہو رہی تھی۔ پرشورام کے ٹائم بم' روکھی کا قتل اور اس قتل کو خودکشی ظاہر کرنا' دہلی سے روکھی کے قاتل کا نیپال جانا اور نیپال کی راجاشاہی حکومت کے خلاف وجے اور اس کے ساتھیوں کی بغاوت کی سازش ..... یہ سب باتیں سوچتے سوچتے رگھوپتی کو یوں لگ رہا تھا جیسے قدرت خود جوا کھیلنے پر تلی ہوئی ہو۔ "ہم لوگ اسی طرح یہاں کھڑے کھڑے سوچتے رہے تو لوگوں کو شک ہو جائے گا۔" جولی نے اسے دھیرے سے سمجھایا۔ "چلو یہاں سے چلیں۔" رگھوپتی نے ایک نظر جولی کی طرف دیکھا اور پھر گلے میں جھولتے ہوئے روکھی کے لاکٹ کو ہاتھ سے سہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن چند قدم چلتے ہی اس کی خاموشی ٹوٹ گئی اور وہ شوبھا کو مخاطب کرکے بولا۔ "شوبھا اگر تم یہ بات جانتی ہو کہ روکھی کو قتل کیا گیا تھا تو پھر یہ بات پولیس سے پوشیدہ کیسے رہی؟"

"پولیس؟" شوبھا نے نفرت سے منہ بنا کر کہا۔ "کہا جاتا ہے کہ قانون کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں لیکن کسی کسی آدمی کے ہاتھ تو قانون سے بھی زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔" شوبھا چلتی رہی اور بولتی رہی۔ "جب روکھی کی لاش کا پوسٹمارٹم کیا گیا تو اس کے کپڑوں میں سے ایک چٹھی برآمد ہوئی تھی جس میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ اپنی زندگی سے تنگ آکر میں خودکشی کر رہی ہوں..... جس طرح یہ چٹھی لکھی جا سکتی ہے' اسی طرح پوسٹمارٹم کی رپورٹ بھی تبدیل کی جا سکتی ہے۔ جس طرح پرشورام کو ٹرک کے نیچے کچل دینے کو حادثہ ظاہر کیا جا سکتا ہے تو روکھی کا گلا دبا کر اسے خودکشی کیوں نہیں ثابت کیا جا سکتا؟"

"ہوں....." رگھوپتی نے ایک گہرا سانس لیا۔ "تب تو پرشورام کی فائل بھی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

روکھی کے قبضے سے نکل چکی ہوگی۔"

شوبھا نے بات کا جواب یا تو ٹال دیا تھا یا پھر کسٹم کا عملہ سامنے نظر آگیا تھا جس کی وجہ سے اسے جواب دینے کا موقع نہیں مل سکا اور رگھوپتی نے بھی اپنا سوال دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ وہ دوسرے تمام مسافروں سے سب سے آخر میں کسٹم کاؤنٹر پر پہنچے تھے لیکن کسٹم عملے کے بہت سے لوگ رگھوپتی سے واقف تھے' اس لیے انہیں وہاں زیادہ دیر نہیں لگی۔ عملے نے ان تینوں کو جلد ہی فارغ کر دیا تھا اور وہ سب سے پہلے ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل آئے۔"

ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر ہی شالٹی اوبرائے ہوٹل کی وین کھڑی تھی لیکن رگھوپتی کو چونکہ شوبھا سے بہت کچھ پوچھنا تھا' اس لیے اس نے وین کی بجائے ٹیکسی میں جانے کا فیصلہ کیا تاکہ اطمینان سے شوبھا سے باتیں کر سکے۔ اپنا اپنا سامان اٹھائے وہ تینوں ٹیکسی کے لیے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک نیپالی نوجوان سامان اٹھانے کے لیے ان کی طرف دوڑا اور بولا۔ "لائیے صاحب..... سامان....."

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے۔" رگھوپتی نے نیپالی زبان میں جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ نیپالی نوجوان زبردستی اس کے ہاتھ سے جب سوٹ کیس لینے لگا تو رگھوپتی نے غصے میں اس سے کہا۔ "میں نے تمہیں منع کیا ہے نا؟ تم مزدوری کرتے ہو یا زبردستی؟"

"جئے پشپتی ناتھ" نیپالی نوجوان نے دونوں ہاتھ جوڑ کر دھیرے سے کہا تو رگھوپتی کی آنکھوں سے غصے کے تاثرات یکایک ہی غائب ہو گئے۔ "جئے پشپتی ناتھ" رگھوپتی کو اس کے سلام کا جواب دینا پڑا اور پھر اس نے اپنا سوٹ کیس اس نوجوان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے آگے کہا۔ "اسے اس سامنے والی ٹیکسی میں رکھ دو۔"

"تھینک یو سر....." کہہ کر اس نیپالی نے خوشی خوشی ان کا سارا سامان ٹیکسی میں رکھ دیا۔ رگھوپتی نے اپنی جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو دو روپے کاٹ کر تین روپے واپس کرو۔" نیپالی نوجوان نے پانچ کا نوٹ اس کے ہاتھ سے لیا اور تین روپے واپس کرنے کے لیے اپنی جیب ٹٹولتے ہوئے دھیرے دھیرے بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ "کل پچیس مسافر نیپال آچکے ہیں۔"

رگھوپتی اس کی بات کا مطلب سمجھ گیا یعنی گوپی ناتھ کے بھیجے ہوئے پچیس نوجوانوں کی پہلی کھیپ یہاں پہنچ چکی تھی اور یہ نیپالی نوجوان بھی انہیں میں سے ایک ہے۔

تمہارے پاس اگر تین روپے نہ ہوں تو دو ہی دیدو..... ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اتنا کہہ کر رگھوپتی نے دھیمی آواز میں پوچھ لیا۔ "ان مسافروں کے سامان کا کیا ہوا؟"

"سارا سامان صحیح سلامت آگیا ہے۔" کہہ کر نوجوان نے دو روپے اسے واپس کر دیئے اور سلام کرکے جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ رگھوپتی چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہ گیا' پھر جولی کے پیچھے آگے بڑھ کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

○

رگھوپتی نے جب راج پروہت گوری شنکر کے گھر کے دروازے پر دستک دی تو اس کے پیچھے کھڑی ہوئی جولی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ نیپال آتے ہی وہ رگھوپتی کی جان کھانے لگی تھی کہ کسی طرح ایک بار مجھے وجے کا گھر دکھا دو۔ میں کسی طرح وجے کے باپ کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے لیے تم کوئی بھی بہانہ کر دینا..... اور آخر رگھوپتی کو اسے وجے کے باپ کے گھر لانا ہی پڑا تھا۔

"آگئے بڑے بھائی؟" دستک کی آواز سن کر اندر سے ایک بھاری آواز نے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔ رگھوپتی اور جولی اس کمر سے جھکے ہوئے بوڑھے شخص کو دیکھ کر چونک پڑے۔ یہ اس گھر کا بوڑھا نوکر مان سنگھ تھا جو وجے کے واپس آجانے کی آس لگائے بیٹھا رہتا تھا۔ اس لیے اس نے دستک کی آواز سنتے ہی دروازہ کھول دیا تھا لیکن جب اس نے اپنے سامنے وجے کو نہیں پایا تو اداس لہجے میں بڑبڑا کر بولا۔ "آج بھی نہیں آئے....."

مان سنگھ کی اس اداسی نے جولی کو کپکپا کر رکھ دیا کیونکہ وجے نے کئی بار اس سے مان سنگھ کا ذکر کیا تھا اور ایک بار تو اس نے یہ بھی کہا تھا۔ "جولی میں مان سنگھ کی طرف سے بھی فکرمند ہوں۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے آنے کے بعد کہیں وہ بھی گھر چھوڑ کر چلا نہ گیا ہو۔ اس کا تو دنیا میں کوئی بھی نہیں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہے۔"

"وہاں کیوں کھڑی ہو گئیں جولی؟" صحن میں چند قدم آگے بڑھ جانے والے رگھوپتی نے پلٹ کر دروازے پر کھڑی ہوئی جولی کی طرف مڑ کر کہا۔ "کس سوچ میں ڈوب گئی ہو؟"

جولی نے کوئی جواب نہیں دیا اور جلدی سے اس کے قریب آگئی۔ اس نے مان سنگھ کی طرف نظر ڈالی جو منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے ایک کونے میں بیٹھ گیا تھا۔

"کون آیا ہے مان سنگھ؟" اچانک ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ رگھوپتی اس آواز کو فوراً ہی پہچان گیا۔ یہ وجے کی سوتیلی ماں اندرانی کی آواز تھی۔ "یہ میں ہوں ..... رگھوپتی....." مان سنگھ کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ بول پڑا۔ "ارے تم.....؟ آؤ آؤ....." اندرانی اپنے گیلے ہاتھوں کو پونچھے بغیر جلدی سے باورچی خانے سے نکل کر برآمدے میں آگئی۔ "تم پردیس سے کب آئے؟" اندرانی کے اس سوال میں محبت اور خلوص کی بجائے ایک عجیب سے تجسس کی جھلک محسوس ہو رہی تھی لیکن جب اس کی نظر رگھوپتی کے برابر میں کھڑی ہوئی جولی پر پڑی تو اس کے چہرے کے تاثرات ہی بدل گئے۔ اس نے جلدی اپنا منہ پھیر لیا اور آگے بڑھ کر برآمدے کی لائٹ آن کر دی۔

رگھوپتی سمجھ گیا کہ وجے کی سوتیلی ماں یہ جاننے کے لیے بے قرار ہے کہ میں وجے سے مل کر کیا فیصلہ کر آیا ہوں؟ راجا کے پاپ کی جو رقم وجے کو ملی ہے' اس میں سے وہ اپنے بھائی کپیل کو حصہ دینے کے لیے رضامند ہو گیا ہے یا نہیں؟ کپیل کو راج پروہت کی گدی پر بیٹھانے کے لیے اس نے اپنے باپ کو خط لکھ دیا ہے یا نہیں؟ ایسے اور بھی کئی سوالات اندرانی کے دماغ میں اٹھے تھے لیکن اسے ان سارے ہی سوالوں کو اپنے سینے میں دبا دینا پڑا تھا۔

"آؤ بیٹھو نا۔" کوچ پر بچھی ہوئی چادر کو ٹھیک کرتے ہوئے اندرانی نے کہا۔ پھر جولی کی طرف دیکھ کر بولی۔ "یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

لیکن اس سے پہلے کہ رگھوپتی جولی کا تعارف کراتا' جولی نے ہندوؤں کی طرح دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کرکے بری طرح چونکا دیا۔ اندرانی کو ایک گوری چمڑی والی لڑکی سے اس قسم کی توقع نہیں تھی۔ یکایک ایک خیال تیزی سے اس کے ذہن میں ابھرا کہ کہیں رگھوپتی اسے سمجھا بجھا کر تو اس کے پاس نہیں لے آیا؟

"کیوں رگھوپتی..... اسے اپنی بہو بنا کر تو نہیں لے آئے؟" اندرانی سے برداشت نہیں ہو اور آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔ رگھوپتی اس کی یہ بات سن کر چونک پڑا لیکن نیپالی زبان سمجھنے والی جولی اس کی بات سن کر دل ہی دل میں ہنس پڑی۔ اس کے جی میں آیا کہ وہ اندرانی سے کہہ دے کہ میں بہو بن کر تو آپ کے گھر میں آنا چاہتی ہوں ..... لیکن یہ بات وہ کہہ نہ سکی۔

"ارے ماں جی....." رگھوپتی نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو ٹورسٹ ہے' آسٹریلیا سے آئی ہے۔ پندرہ روز بعد یہاں جو جشن تاج پوشی ہوگی' وہ دیکھنے آئی ہے۔"

میں بھی اسی فکر میں ہوں۔" اندرانی اپنی بے چینی کو نہ روک سکی اور بولی۔ "کپیل کے بابا کو میں نے کتنا سمجھایا کہ وہ راج محل جانا شروع کر دیں اور تاج پوشی اپنے ہاتھوں سے ادا کریں....." بولتے بولتے وہ پھر رک گئی' شاید اسے جولی کی موجودگی گراں گزر رہی تھی۔

"پروہت جی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" یہ سوال پوچھا تو رگھوپتی نے تھا لیکن جواب سننے کے لیے جولی اس سے زیادہ بے قرار نظر آرہی تھی۔ "ویسی ہی ہے۔" اندرانی نے منہ بنایا۔ "سارا دن اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں۔ کچھ پوچھنے پر صرف ہوں ہاں میں جواب دے دیتے ہیں۔ وجے تو اپنا کام کرکے چلا گیا اور ہم یہاں اجڑ کر رہ گئے ہیں۔" رگھوپتی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل مین سوچ رہا تھا کہ اس عورت نے اپنے سگے بیٹے کپیل کو راج پروہت کی گدی پر بیٹھانے کے لیے اپنے سوتیلے بیٹے کو ملک بدر ہو جانے کے لیے کہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی جب مقصد حاصل نہیں ہوا تو اب وہ سارا الزام وجے پر دھر رہی ہے۔ اگر اس وقت جولی یہاں موجود نہ ہوتی تو رگھوپتی اندرانی کو کھری کھری سنا دیتا۔ سوچتے سوچتے اچانک اسے خیال آیا کہ جب راجا کا ہی تخت نہیں رہے گا تو راج پروہت کی گدی کا آسرا کیوں لیا جائے؟

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"رگھوپتی بیٹے!" اندرانی کے لہجے میں یکایک تبدیلی آگئی اور وہ دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔ "تم ذرا اندر آؤ' مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

رگھوپتی نے ایک بار جولی کی طرف دیکھا اور پھر اندرانی کے پیچھے اندر والے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے دل ہی دل میں سوچ لیا تھا کہ اب تو چند دنوں میں سب کچھ ختم ہونے والا ہے' اس لیے اندرانی کی بات سن لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

دوسری طرف تنہا رہ جانے والی جولی صحن میں ٹہلنے لگی۔ اس کی نظر اچانک زینے پر پڑی اور پھر یکایک ہی اس کے قدم زینے کی جانب بڑھنے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی غیبی قوت اسے اوپر جانے کے لیے مجبور کر رہی ہو۔ جیسے کوئی ان دیکھی قوت اسے زبردستی کھینچ رہی ہو۔ اس نے بالکل خالی الذہن ہو کر زینے پر قدم رکھ دیا اور اوپر چڑھتی چلی گئی۔ اندھیرے میں اسے ہر چیز دھندلی سی نظر آرہی تھی۔ چھوٹے قد کے دروازے پر آتے ہی اس کا سر دروازے کی چوکھٹ سے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی اندر کی جانب سے ایک آواز سنائی دی۔ "کون؟"

کسی گہرے کنویں میں سے آتی ہوئی اس آواز نے اسے ایک لمحے کے لیے کپکپا دیا اور وہ یہ بھی بھول گئی کہ اس کے سر پر چوٹ لگی ہے۔ ابھی وہ واپس لوٹ جانے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اسی وقت اسے پھر وہی آواز سنائی دی۔ "وجے بیٹا..... تم آگئے؟"

جوان بیٹے کی جدائی میں بیمار بوڑھے باپ کے ان الفاظ نے جولی کے تن بدن میں ایک سنسناہٹ سی پیدا کر دی اور وہ واپس جانے کا ارادہ ملتوی کر کے سیدھی دروازے کے اندر آکر اپنی اندھیرے کی عادی ہو جانے والی آنکھوں سے اس نے دیکھا کہ سامنے دیوار کے قریب بچھی ہوئی ایک دری پر گرم شال اوڑھے کوئی سو رہا تھا۔ جولی دبے قدموں آگے بڑھ کر دری کے قریب پہنچ کر جھکی۔ اس کے ہاتھ اس طرح دھیرے دھیرے وجے کے باپ کے قدموں کو چھونے کے لیے آگے بڑھے جیسے محبت اور عقیدت کے ہاتھوں وہ بے بس ہو گئی ہو۔

اس نے اپنے ہاتھ تو راج پروہت گوری شنکر کے پیروں کو چھونے کے لے ہی بڑھائے تھے..... لیکن.....

"مجھے یقین تھا کہ میرا وجے ضرور آئے گا۔" دری پر پڑے ہوئے جسم میں ذرا سی بھی حرکت نہیں ہوئی تھی مگر تھرتھراتی ہوئی کمزور آواز جولی کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ "بیٹے تم پھر بھول گئے کہ کمرے کا دروازہ تمہارے قد سے چھوٹا ہے' تمہیں زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟" ایک باپ کے دل کی تڑپ نے جولی کی پلکوں کو نم کر دیا اور اس کے ہاتھ آپ ہی آپ وجے کے باپو کے پاؤں دبانے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید وجے کے باپو اٹھ کر بیٹھ جائیں گے اور اسے دیکھ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کریں ..... لیکن ان خیالوں کے باوجود وہ ان کی خدمت سے خود کو نہ روک سکی۔

"میں نے ..... تمہیں بڑی بے رحمی سے مار پیٹ کر گھر سے باہر نکال دیا تھا۔" کانپتی آواز میں وہ کہہ رہے تھے۔ "لیکن پھر بھی تم ایک نیک اور اچھے بیٹے کی طرح میری خدمت کرنے پہنچ گئے۔"

جولی کی آنکھ سے ایک آنسو لڑھک کر ان کے پیر پر گرا تو وہ چونک کر بول اٹھے۔

"تم رو رہے ہو بیٹے؟"

شاید تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ اتنے دنوں کے بعد آنے کے بعد بھی میں بستر سے اٹھ کر تمہاری طرف دیکھ کیوں نہیں رہا ہوں؟" بولتے بولتے پنڈت گوری شنکر زور زور سے سانس لینے لگے۔ پھر ہانپتے ہانپتے آگے بولے۔ "لیکن جب جب تم اس طرح چپکے چپکے آتے ہو اور میں تمہیں دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں..... تب تب تم میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاتے ہو۔ سب مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ تم اندھیرے میں آکر اور مجھے دیکھ کر پھر غائب ہو جاؤ گے....."

ٹھیک اسی وقت نیچے سے رگھوپتی کی آواز سنائی دی۔ "ارے جولی کہاں چلی گئی؟"

لیکن رگھوپتی کی آواز سننے کے بعد بھی جولی نے پنڈت جی کے پیروں پر سے ہاتھ نہیں ہٹائے۔ وہ دھیرے دھیرے ان کے پاؤں دباتی رہی اور پھر اس وقت اسے وجے کی سوتیلی ماں کی آواز سنائی دی جو رگھوپتی سے کہہ رہی تھی۔ "میں چونکہ اپنے ساتھ تمہیں کمرے میں لے گئی تھی؟ اس لیے لگتا ہے کہ وہ ناراض ہو کر چلی گئی ہے ..... یہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گوری لڑکیاں واقعی بڑی مغرور ہوتی ہیں۔"

"نہیں ماں جی.....جولی ایسی لڑکی نہیں ہے۔" رگھوپتی نے جواب دیا اور ٹھیک اسی وقت اس کی نظر جولی کے سینڈل پر پڑی جو زینے کے پاس پڑے تھے۔ "لگتا ہے وہ اوپر چلی گئی ہے۔" اتنا کہہ کر رگھوپتی آگے بڑھا لیکن اوپر آنے کے بعد بھی وہ چاروں طرف اندھیرا دیکھ کر گھبرا گیا اور سوچنے لگا' وہ اندھیرے میں یہاں کیا کر رہی ہوگی؟

کمرے میں آکر اس نے روشنی کرنے کے لیے جیسے ہی سوئچ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا کہ ویسے ہی کسی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے چونک کر گردن گھمائی تو جولی ناک پر انگلی رکھ کر سامنے کھڑی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ رگھوپتی اس سے کچھ پوچھتا' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زینے تک لے گئی۔

"وجے بیٹے! پھر اسی طرح آتے رہنا....." پنڈت جی کی آواز رگھوپتی کی سماعت سے بھی ٹکرائی اور اس نے جولی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن جولی نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسے نیچے چلنے کا اشارہ کیا۔ رگھوپتی کچھ کہے بغیر چپ چاپ اس کے ساتھ چلتا ہوا گھر کے باہر نکل گیا۔ ان دونوں کو اوپر سے نیچے آکر اور پھر چپ چاپ باہر جاتے دیکھ کر اندرانی دل ہی دل میں یہ سوچنے لگی کہ اوپر جا کر ان دونوں نے نہ جانے کیا بات کی ہوگی؟"

گھر سے تھوڑی دور جاتے ہی رگھوپتی نے بے صبری سے پوچھا۔ "کیا بات ہے جولی؟ تم نے مجھے وجے کے باپو سے ملنے بھی نہیں دیا۔ کیوں مجھے جلدی سے باہر لے آئیں؟"

"اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان کے وہم کو توڑنا نہیں چاہتی تھی۔" جولی نے ایک سرد آہ بھری اور آگے کہا۔ "باپو جی یہ سمجھتے تھے کہ ان کا بیٹا وجے چھپ چھپا کر ان سے ملنے آیا ہے۔ جب تک میں ان کے پاؤں دباتی رہی' اس وقت تک وجے سمجھ کر مجھ سے باتیں کرتے رہے.....اولاد کی جدائی کتنی جان لیوا ہوتی ہے' اس کی تڑپ کا اندازہ ہم لوگ نہیں لگا سکتے رگھوپتی۔"

"تب تو لگتا ہے ان کا دماغ....."

"نہیں.....نہیں....." جولی نے جلدی سے رگھوپتی کو ٹوک دیا اور بولی۔ "یہ مت کہنا کہ ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اصل میں جب دکھ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے تو دل' دماغ بھی قابو میں نہیں رہتے۔"

رگھوپتی نے اس کی بات سن کر غور سے اس کی طرف دیکھا لیکن کچھ کہے بغیر چپ چاپ اس کے ساتھ چلتا چلا گیا۔

○

نیپال کے رائل کاسینو میں کافی بھیڑ جمع ہوئی تھی۔ آس پاس کی میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ مختلف قسم کے کھیل میں لگے ہوئے تھے۔ رگھوپتی ان سب کو دیکھتا ہوا دھیرے دھیرے آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک سامنے سے کاسینو کا بنگالی مینجر اس کے سامنے آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "ارے رگھوپتی تم؟ تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔ یہاں جشن تاج پوشی کا دن جیسے جیسے نزدیک آتا جا رہا ہے۔ ویسے ویسے کاسینو میں رش بڑھتا جائے گا۔ دس اپریل سے لے کر سترہ اپریل تک تو کاسینو کا دھندہ خوب زوروں پر ہوگا۔ تاج پوشی کی رسم دیکھنے کے لیے دوسرے ملکوں سے بھی سیاحوں کی آمد شروع ہو چکی ہے۔ ایسے میں ہمیں تم جیسے آدمی کی سخت ضرورت محسوس ہوگی۔"

"لیکن بسواس صاحب میں دوبارہ ملازمت کرنے نہیں آیا ہوں۔" رگھوپتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تو اب اپنا ذاتی کاروبار کرنے والا ہوں۔"

"یہ تو تم دس پندرہ روز بعد بھی شروع کر سکتے ہو۔" بنگالی مینجر بسواس بابو نے کہا۔ "اس وقت کاسینو میں تمہارے جیسے آدمی کی ہی ضرورت ہے۔ بولو اپنی خدمات کے عوض تم کیا چاہتے ہو؟ ہم تمہیں منہ مانگی رقم دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" رگھوپتی اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ "لیکن میری ایک شرط ہے' اگر وہ مان لیں تو میں تیار ہوں۔ میری شرط یہ ہے کہ میں کاسینو میں ٹھیک وقت پر آجاؤں گا لیکن اگر میرا کوئی کام پڑ گیا تو میں چلا جایا کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" مینجر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "تمہارے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہوگی' تم جب چاہو آؤ اور جب چاہے چلے جاؤ۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کوئی تم سے جواب طلب نہیں کرے گا۔ بولو اور کیا چاہیے؟"

"ہاں ایک چیز اور چاہیے۔" رگھوپتی مینجر کے موٹے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "کبھی کبھی اپنی بنگالی بیوی کے ہاتھ کی بنی ہوئی مچھلی بھی کھلانی ہوگی۔"

"ارے تم میری بیوی کو ہی کھا جاؤ۔" مینجر زور سے قہقہ لگا کر بولا۔ "وہ تو پکانے اور کھلانے کے سوا اور کسی کام کی ہی نہیں ہے۔"

یہ سن کر رگھوپتی ہنس پڑا اور پھر وہ اپنی مرضی کے مطابق چند گھنٹوں کے لیے کاسینو میں خدمات انجام دینے پر رضامند ہو گیا۔ یوں بھی اپنے کام کے لیے اسے کاسینو جیسی جگہ کی ضرورت بھی تھی کیونکہ یہ جگہ ایسی تھی کہ اگر کوئی اس سے ملنے کے لیے یہاں آجائے تو کسی کو بھی شک نہیں ہو سکتا تھا اور بہت سارے لوگوں کی موجودگی میں بھی ان کی خفیہ باتیں ہو سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ چینی چیانگ کے ساتھ ملاقات کرنے اور باتیں کرنے کے لیے بھی یہ جوا خانہ بہترین جگہ تھی۔

پچھلے چار دنوں میں گوپی ناتھ کے بھیجے ہوئے پورے پچھتر آدمی نیپال میں داخل ہو چکے تھے اور ٹپرا ویرائے نگر میں موجود تھا جہاں سے وہ رگھوپتی کو خفیہ اطلاعات اور خبریں بھیجتا رہتا تھا۔ شوبھا اور جولی ہوٹل شالٹی اویرائے کے دو الگ الگ کمروں میں ٹھہری ہوئی تھیں۔

نیپال آنے کے بعد پہلی ہی شام کو رگھوپتی شوبھا کو کنواری دیوی کے درشن اور پشپتی دیوی مندر دکھانے کے لیے لے گیا تھا۔ اس وقت جولی بھی ساتھ آگئی تھی لیکن بعد میں انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ وہ تینوں ساتھ باہر نہیں نکلیں گے۔ جولی کی ضد سے مجبور ہو کر وہ اسے اسی رات وجے کے گھر لے گیا تھا اور پھر وہاں سے نکل کر وہ دونوں اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چل پڑے تھے۔ روزانہ رات کو دہلی سے وجے کا فون کاسینو میں آتا تھا۔ رگھوپتی اس سے اشاروں کی زبان میں بات کرتا اور اس طرح وہ دونوں روزانہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی خبریں سنا دیتے تھے۔

"شوبھا کیسی ہے؟" جب وجے یہ پوچھتا تو رگھوپتی سمجھ جاتا کہ وجے اصل میں یہ پوچھ رہا ہے کہ شوبھا کا اغوا ہوا یا نہیں؟

"خیریت سے ہے۔" رگھوپتی کو جواب میں کہنا پڑتا۔ "وہ سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں تو کامیاب ہے لیکن ابھی تک راستہ نہیں بھولی ہے۔"

"اور جولی؟" وجے روزانہ ایک آدھ بار ہوٹل میں فون کر کے جولی سے بات کر لیتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ رگھوپتی سے بھی اس کی خیریت ضرورت معلوم کر لیتا تھا اور کہتا تھا۔ "رگھوپتی وہ فون پر مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کر پاتی۔ لگتا ہے سخت ٹینشن میں مبتلا ہے۔"

"اسے کوئی ٹینشن نہیں ہے بلکہ وہ فراق میں اداس ہے۔" رگھوپتی اسے خوش رکھنے کی کوشش میں ادھر ادھر کی باتیں سنا دیتا تھا لیکن چوتھے روز بھی جب شوبھا کے ساتھ کوئی حادثہ وغیرہ نہیں ہوا تو رگھوپتی کی بے چینی بڑھ گئی۔ صبح' دوپہر اور رات کو شوبھا بالکل الگ الگ جگہوں پر گھومنے کے لیے چلی جاتی تھی اور کوشش کرتی تھی کہ ہر وقت وہ لوگوں کی نظروں میں رہے لیکن اس کے باوجود وہ جن لوگوں کی نظروں میں آنا چاہتی تھی' ان سے ابھی تک دور تھی۔ اکثر رات کو وہ کاسینو میں آکر کھیلنے بھی لگتی تھی۔ ہار جیت کی پروا کیے بغیر وہ کھلے ہاتھ سے کھیلتی رہتی لیکن جب کوئی غیر معمولی بات نہ ہوتی تو اپنی میز بھی بدل لیتی تھی۔ اپنے ہر انداز سے وہ یہی ظاہر کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی کہ وہ امیر گھرانے کی بگڑی ہوئی لڑکی ہے اور اب تو اس کے بارے میں ہوٹل کی لابی میں بھی سرگوشیاں ہونے لگی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے تھے کہ یہ بمبئی کے کسی مالدار گھرانے کی لڑکی ہے جو تاج پوشی کا جشن دیکھنے کے لیے نیپال آئی ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ جہاں بھی جاتی تھی' وہاں سے صحیح سلامت واپس آجاتی تھی اور تب رگھوپتی کو لگتا تھا کہ آج کا یہ دن بھی ضائع ہو گیا۔

دوسری طرف جولی بھی سوچتی رہتی تھی کہ کہیں اسی طرح بارہ اپریل کا دن بھی نہ گزر جائے .....اس درمیان اگر شوبھا کا اغوا نہیں ہوا اور اس نقاب پوش درندے کے چہرے سے نقاب اتارنے کی فلم نہ بن سکی تو کیا ہوگا؟

شام کے وقت جولی سے ملاقات کے دوران رگھوپتی نے اس سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا تو جواب میں جولی نے اس سے کہا۔ "ہمیں تو یہی سوچ کر آگے بڑھنا ہے کہ جو ہم نے سوچا ہے' وہی ہوگا لیکن اگر یہ ہفتہ بھی خالی ہو گیا اور شوبھا کو اغوا کر کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس درندے کے پاس نہ لے جایا گیا تو اسکے بعد ہم سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" مگر رگھوپتی کو دوسری فکر پرشورام والی فائل کے درندے کی بھی تھی۔ شوبھا اس کے بارے میں یقیناً کچھ جانتی تھی لیکن وہ زیادہ کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ہر بار اس کا یہی جواب ہوتا تھا۔ "مقررہ وقت پر میں تمہیں اس کے سامنے لے جاؤں گی اور تمہاری نظروں کے سامنے ہی اس کی زندگی کا خاتمہ کروں گی۔"

"لیکن اگر اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہی تم خود اس درندے کے شکنجے میں پھنس گئیں تو؟"

"تو؟" شوبھا نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر کہہ ڈالا تھا۔ "اس درندے کا پتہ اور اس کو ختم کرنے کا موقع دونوں تمہیں بن مانگے مل جائیں گے .....بس.....؟"

شوبھا کے اس جوشیلے اور پرامید جواب سے رگھوپتی کو یقین ہو گیا کہ یہ عورت اپنی دھن کی پکی ہے۔

اس وقت بھی شوبھا کاسینو کے ہال میں بار بار جگہ بدل بدل کر جوا کھیلنے میں مصروف تھی۔ رگھوپتی کو آج وہ پچھلے دنوں سے زیادہ خوبصورت اور پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ وہ جس جگہ بھی بیٹھتی' وہاں سے رگھوپتی پر بار بار نظر ڈالتی تھی۔ رگھوپتی اسے اس طرح بے فکری سے کھیلتے دیکھ کر سوچنے لگا تھا کہ اس کے کافی سمجھانے کے باوجود بھی شوبھا نے اس سے روپے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب تک اپنے خرچے پر ہی وہ یہ سب کچھ کر رہی تھی۔ اس نے رگھوپتی کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر اس سے روپے لینے کے لیے زبردستی کی گئی تو وہ اپنا یہ مشن چھوڑ کر دہلی واپس چلی جائے گی۔

اچانک رگھوپتی کو خیال آیا کہ تھوڑی دیر قبل فلش کی میز پر چیانگ بیٹھا تاش کھیل رہا تھا لیکن اب اس کی کرسی خالی پڑی ہے۔ آخر وہ کہاں چلا گیا؟

○

کھیلتے کھیلتے اگر اسے باتھ روم وغیرہ جانے کی ضرورت محسوس ہوتی تو بھی اس کی بازی چلتی رہتی تھی۔ ایسے موقعوں پر وہ اپنے ساتھ کھیلنے والوں سے کہہ جاتا تھا کہ اس کی بازی جاری رکھی جائے اور جب تک وہ واپس نہ آجائے' اس وقت تک بند پتوں پر چال چلتی رہے۔ ایک بار جب وہ باتھ روم سے واپس آیا تھا تو اس کی بند بازی نے اس کے دس ہزار روپے کم کر دیئے تھے لیکن اس وقت تو اس کی کرسی خالی تھی اور اس کی جگہ پر اس کے پتے بھی نہیں بانٹے گئے تھے' ابھی تو صرف رات کے گیارہ ہی بجے تھے جبکہ چیانگ صبح کے چار بجے سے پہلے کبھی میز چھوڑ کر نہیں جاتا تھا۔

رگھوپتی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کس سے پوچھا جائے' تب ہی کاسینو کے ایک کارکن لڑکے نے آکر اس سے کہا۔ "چیانگ صاحب ٹیلی فون والے کمرے میں آپ کو بلا رہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی رگھوپتی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسے کچھ ڈر بھی لگا تھا کہ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گئی؟ لیکن ٹیلی فون والے کمرے میں جا کر جب اس نے چیانگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تو اسے کچھ اطمینان سا محسوس ہوا اور وہ آگے بڑھ کر بولا۔ "کیا بات ہے ڈریگن؟ تم اپنی بازی چھوڑ کر یہاں کیوں آگئے ہو؟"

"میری بازی ٹھیک سے جم گئی تھی کہ اچانک ایک فون آگیا۔" چیانگ اس کی طرف دیکھ کر دھیرے سے بولا۔ "اب مجھے فوراً ہی جانا ہوگا۔"

"کہاں؟" رگھوپتی کی بے چینی بڑھ گئی لیکن تب ہی چیانگ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "شاید ہمارا کام بن گیا ہے۔ بقیہ فلم بندی شاید آج

ہی مکمل ہو جائے گی۔"

یہ سنتے ہی رگھوپتی نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور بولا۔ "لیکن شوبھا تو کاسینو میں موجود ہے۔ اگر کوئی دوسری لڑکی اس درندے کے جال میں پھنسی ہوگی تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟"

لیکن اس سے پہلے کہ چیانگ کوئی جواب دیتا' کاسینو کا اسسٹنٹ مینجر گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور بولا۔ "رگھوپتی جلدی چلو۔ ہال میں زبردست ہنگامہ ہو گیا ہے۔ وہ شوبھا دیوی....."

"کیا ہوا شوبھا کو؟" کہتا ہوا وہ ہال کی طرف بھاگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یقیناً شوبھا کو کوئی زبردستی اٹھا کر لے گیا ہوگا اور لوگ اسے ایسے ہی واقعے کی تفصیل بتائیں گے لیکن اس کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا کیونکہ ہال میز کے پاس تو ایک اور ہی منظر نظر آرہا تھا۔

"طوائف ہوگی تمہاری ماں۔" شوبھا نے چیخ کر کہا اور گھونسہ تان کر ایک ادھیڑ عمر شخص کی طرف لپکتی دکھائی دی۔ "کمینے کال گرل ہوگی تیری بہن۔" کہہ کر اس نے اس شخص کے پیٹ پر گھونسہ مارا۔

آس پاس کھڑے ہوئے لوگ دم بخود رہ گئے تھے۔ کوئی کچھ بول نہیں رہا تھا لیکن تب ہی رگھوپتی درمیان میں آگیا۔ کاسینو کے باہر اگر کسی نے شوبھا کو چھیڑا ہوتا تو رگھوپتی اسے مار مار کر لہولہان کر دیتا لیکن یہاں تو اسے معاملے کو سنبھالنے کی ضرورت تھی تاکہ کاسینو کی بدنامی نہ ہو۔

"کیا بات ہے؟" رگھوپتی نے اس شخص کا جوابی حملے کے لیے اٹھا ہوا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "ایک شریف عورت کے ساتھ ایسی بدتمیزی نہیں کرنی چاہیے مسٹر۔"

"شریف عورت؟" اجنبی شخص اپنی پتلون کو اپنی کمر پر چڑھاتے ہوئے زور سے بولا۔ "تین سو روپے میں رات بھر ساتھ رہنے والی دہلی کی بازاری عورت ایک شریف زادی کب سے بن گئی؟"

"ارے تیری ایسی کی تیسی۔" شوبھا نے غصے میں کہا اور میز پر پڑا ہوا شیشے کا بھاری ایش ٹرے اس کے ماتھے پر دے مارا۔ اجنبی شخص کی پیشانی سے خون کی لکیر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بہہ نکلی۔ پھر اس سے پہلے کہ ہال میں شور شرابہ اور بڑھ جاتا۔ رگھوپتی نے شوبھا کا ہاتھ پکڑا اور اسے سمجھاتا ہوا باہر لے گیا۔ "پلیز ذرا سوچو شوبھا' تم نے اس قدر ہنگامہ مچایا کہ تمہاری اصلیت بھی ظاہر ہو گئی۔"

"کیسے؟" شوبھا نے چونک کر کہا۔ "میں تو اس لیے اس سے لڑ پڑی تھی کہ لوگ اس کی بات کو سچ نہ مان لیں۔ اگر میں چپ رہتی تو لوگ اس کی بات پر یقین کر لیتے۔ اس لیے تمہیں تو مجھے شاباش دینی چاہیے تھی لیکن تم ہو کہ مجھے ہی ڈانٹ رہے ہو۔"

"ڈانٹ نہیں رہا ہوں شوبھا۔" رگھوپتی اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "میں تو تمہیں ہوشیار کر رہا ہوں۔ چلو کمرے میں چل کر بات کرتے ہیں۔"

"تھری ون ٹو۔" شوبھا نے مڑ کر کاؤنٹر سے چابی مانگی اور ایک سگریٹ سلگا کر کش لینے لگی۔ ابھی بھی اس کے سینے میں غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اگر تھوڑے دن قبل اسے کسی نے طوائف یا کال گرل کہا ہوتا تو وہ خود بھی اسے چیلنج دے کر کہہ دیتی۔ "ہاں' ہاں میں سو بار طوائف ہوں۔ تم میں طاقت ہو تو آجاؤ....." لیکن آج پہلی بار اسے طوائف ہونے کا طعنہ بہت ہی برا لگا تھا۔

"مس شوبھا۔" ہوٹل کے کاؤنٹر مین نے کمرے کی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے چونکا دیا۔ "آپ کی سہیلی مس اینڈرسن کے کمرے کی چابی بھی کاؤنٹر پر ہی پڑی ہے۔ دو روز قبل انہوں نے تاکید کی کہ اگر رات گئے تک کسی روز واپس نہ آؤں تو میری چابی روم نمبر تین سو بارہ کی مس شوبھا کو دے دی جائے۔"

"یہ اس نے کہا تھا۔" رگھوپتی چند لمحوں کے لیے اس طرح ساکت ہو گیا جیسے اس کا دل دھڑکنا ہی بھول گیا ہو۔ پھر اچانک اس کے دماغ میں ایک زوردار دھماکا ہوا اور وہ جلدی سے بولا۔ "شوبھا تم کمرے میں جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کاسینو کی طرف بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسے ذرا دیر ہو چکی تھی کیونکہ چیانگ کاسینو سے روانہ ہو چکا تھا۔ رگھوپتی نے ہانپتے ہانپتے ہوئے سوچا..... اگر شوبھا کی بجائے جولی اٹھا لی گئی ہوگی تو کیا ہوگا؟ میں وجے کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ یکایک اس نے چیانگ کا پیچھا کرنے کے لیے اپنی دور کھڑی ہوئی موٹر سائیکل کی طرف دوڑ لگا دی لیکن آدھے

راستے میں آکر اس کے قدم رک گئے اور وہ سوچنے لگا کہ اگر اسے چیانگ کو پکڑنا ہے تو اسے وہیں جانا پڑے گا لیکن یہ کیسے مان لیا جائے کہ جولی وہیں گئی ہوگی؟

رگھوپتی اپنے دل کی دھڑکن پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا واپس ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ لفٹ کے ذریعے وہ تیسری منزل پر آگیا لیکن شوبھا کے کمرے کی جانب قدم بڑھاتے وقت اس کی نظر تین سو پندرہ نمبر کے کمرے کی طرف اٹھی تو وہ چونک کر رہ گیا۔ یہ جولی کا کمرا تھا جس کا دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا۔ وہ دروازے پر دستک دیئے بغیر ہی اندر گھستا چلا گیا۔ کمرے کے اندر اس نے شوبھا کو دیکھا جو جولی کا بیگ ٹٹول رہی تھی۔ "کیا کر رہی ہو شوبھا؟" وہ ضرورت سے زیادہ زور دے کر بولا لیکن شوبھا نے کوئی جواب نہیں دیا اور بدستور اسی تیزی سے جولی کے بیگ سے اس کے کپڑے نکالنے لگی مگر پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی بڑبڑانے لگی۔ "جولی نے جس طرح ہوٹل کے کاؤنٹر پر اپنے کمرے کی چابی میرے لیے چھوڑی تھی' اسی طرح اس نے اپنے بیگ کی دوسری چابی بھی میرے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے چابیاں کھو دینے کی عادت ہے۔ اس لیے اسے اپنے پاس رکھو شاید کبھی ضرورت پڑ جائے لیکن اس وقت ہمیں کہاں معلوم تھا کہ وہ ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے۔"

"لیکن تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" رگھوپتی گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اور تم اس کے بیگ میں کیا ڈھونڈ رہی ہو؟"

مگر شوبھا کو جواب دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ جولی کی تہہ کی ہوئی زین کی پتلون میں سے ایک سفید لفافہ نکل کر فرش پر گر پڑا تھا۔ شوبھا نے جھپٹ کر اس لفافے کو اٹھا لیا۔ لفافے کے اوپر ہی موٹے موٹے حروف میں لکھا تھا۔

"مجھے تلاش کرنے سے پہلے....."

رگھوپتی نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے کھول کر جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ جولی نے یہ خط اسی کے نام لکھا تھا۔

"رگھوپتی میں جانتی ہوں کہ اس چٹھی کو پڑھتے وقت تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟ پھر بھی لکھتے وقت میں سچے دل سے اپنے خدا سے یہی دعا مانگ رہی ہوں کہ میری اس تحریر کو پڑھنے کا موقع جلد آجائے۔ جب ہمارے درمیان اس درندے کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چہرے کا نقاب نوچنے کا فیصلہ ہوا تھا تو اس وقت سے میں نے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ یہ کام میرے ہی ہاتھوں سے ہوگا..... یہ بات میں نے اس وقت اس لیے نہیں کہی تھی کہ میں جانتی تھی کہ میری بات سن کر وجے ناراض ہو جائے گا اور تم کو بھی برا لگے گا۔ ہمیں روکھی کی موت کا بدلہ لینا تھا' اس لیے میں نے چپ چاپ اس کام کے لیے شوبھا کا نام تجویز کیا تھا لیکن درحقیقت میں یہ کبھی نہیں چاہتی تھی کہ بیچاری شوبھا اس خطرے میں دھکیل دی جائے..... میں جانتی ہوں کہ اپنے مقصد کے لیے دوسروں کی زندگی کو موت کے منہ میں ڈال دینا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں جو کام کرنے جا رہی ہوں' اس میں مجھے خود کو بھی ختم کر دینا ہوگا۔ وجے کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا جو خواب لے کر میں اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئی تھی' وہ خواب اب ہمیشہ کے لیے ٹوٹنے والا ہے۔ جس جگہ میں جا رہی ہوں' وہاں سے کبھی واپس آنے والی نہیں ہوں اور اگر واپس آبھی گئی تو بھی وجے کے لائق رہنے والی نہیں ہوں..... لیکن ..... تمہیں روکھی کی قسم دے کر تم سے عاجزی کر رہی ہوں کہ جب تک ہمارا کام ختم نہ ہو جائے' اس وقت تک میری اس حرکت کا وجے کو علم نہ ہونے پائے اور کام پورا ہونے سے قبل درمیان میں پڑ کر اس وطن کے غدار کو فرار ہونے کا موقع مت فراہم کرنا..... نہیں تو موت کے بعد بھی میری روح کو سکون نہیں ملے گا۔"

فقط گنہگار

جولی

رگھوپتی دم سادھے کاغذ کو تھامے چپ چاپ کھڑا رہا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس میں جان ہی نہ رہی ہو۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھوں میں جب آنسو تیرنے لگے تو یکایک اسے دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا لینا پڑا۔

"یہ تم نے کیا کیا جولی' یہ تم نے کیا کیا؟" اس کی آواز بھرا گئی اور پھر اچانک ایک جھٹکے سے وہ مڑا اور مستحکم لہجے میں بولا۔ "نہیں' ہرگز نہیں..... میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" اتنا کہہ کر اس نے جیسے ہی قدم بڑھایا تو شوبھا نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"مہمان محل میں۔" کہہ کر اس نے ہاتھ چھڑانے کے لیے جھٹکا دیا۔ "اس سے پہلے کہ خون چوسنے والا درندہ جولی پر حملہ کرے' اس سے پہلے ہی جولی کو اس کے پنجے سے رہا کرا لاؤں گا۔"

"لیکن جولی نے تو تمہیں روکھی کی قسم دی؟" شوبھا اس کا راستہ روک کر بولی۔ "اس کے باوجود تم جانا چاہتے ہو؟"

"قسم.....؟" رگھوپتی بھاری آواز میں بولا۔ "مردہ روکھی کی قسم سے زیادہ مجھے زندہ جولی کی عزت پیاری ہے۔ اسکی عزت کی حفاظت میرے لیے زیادہ ضروری ہے شوبھا۔"

"تو جانے سے پہلے مجھے ایک بات کا جواب دیتے جاؤ۔" شوبھا کا چہرہ تنگ ہو گیا اور آواز مستحکم ہوتی گئی۔ "تم لوگ جب مجھے اس درندے کے پنجوں میں دھکیلنے کے لیے یہاں لائے تھے تو اس وقت تمہیں ایسے کسی ظلم کا خیال کیوں نہیں آیا تھا؟ آخر میں بھی تو جولی کی طرح ہی ایک عورت تھی؟"

رگھوپتی سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو شوبھا نے اسی لہجے میں آگے کہا۔ "شاید اس لیے کہ میں ایک کال گرل ہوں اور ہم جیسی لڑکیوں کے پاس عزت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی' ہے نا؟"

"شوبھا۔" رگھوپتی چیخ پڑا لیکن شوبھا نے رگھوپتی کو آگے بولنے ہی نہیں دیا۔ "اب تم جا سکتے ہو۔ شاید تمہارے پہنچنے تک جو ہونے والا ہے' وہ ہو چکا ہوگا اور تمہارے جانے میں یہاں جو نہیں ہونا چاہیے تھا' وہ ہو چکا ہوگا۔" شوبھا کے ان الفاظ نے رگھوپتی کے جسم کی ساری طاقت چوس لی.....وہ اپنے قدم آگے نہ بڑھا سکا۔

○

جولی اپنے ہانپتے ہانپتے ہوئے سینے کی ہر سانس اور دھڑکتے ہوئے دل کی ہر دھڑکن کو بند ہو جانے کے احساس کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ مہمان محل کے اس بڑے سے کمرے میں بالکل تنہا ہونے کے باوجود وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ دیواروں پر لگی ہوئی مختلف کرداروں کی رنگین تصویروں نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا

ہے۔

باہر آدھی رات کا سناٹا طاری ہونے کے باوجود تھوڑی ہی دیر میں کمرے میں داخل ہونے والے انسان نما درندے کے ناپاک قدموں کی چاپ وہ ابھی سے سن رہی تھی۔ گزرتے ہوئے ایک ایک لمحے کے ساتھ اس کے بدن کی تھرتھراہٹ بڑھتی جا رہی تھی.....وجے کے گھر سے نکلنے کے بعد جولی رگھوپتی سے جدا ہو گئی تھی۔ رگھوپتی کاسینو کی طرف چل پڑا تھا اور وہ ہوٹل جانے کے لیے اپنے راستے پر مڑ گئی تھی۔ اس وقت وہ وجے کے راج پروہت بابا کے بارے میں سوچتی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک ایک کار پیچھے سے آکر اس کے برابر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس وقت سوچ میں ڈوبی ہوئی جولی نے یہی سمجھا کہ شاید بے خیالی میں وہ کار کے نیچے آتے آتے بچی ہے۔ اس لیے یہ کار اس کے برابر میں رک گئی ہے۔ اس نے ذرا پیچھے ہٹ کر گردن گھمائی اور "سوری" کہنے جا ہی رہی تھی کہ یکایک پیچھے سے کسی مضبوط پنجے نے اس کا منہ بند کر لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی' اسے لگا تھا کہ وہ زمین سے اوپر اٹھتی جا رہی ہے اور پھر اسے کار کے کھلے ہوئے دروازے میں ڈال دیا گیا۔

پھر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی لیکن اس وقت اس کی آنکھوں پر کالی پٹی چڑھا دی گئی تھی۔ اس کے دونوں جانب دو آدمی موجود تھے جن کی تیز تیز سانسوں اور پسینے کی بو سے وہ بری طرح گھبرا رہی تھی مگر وہ تھوڑی دیر تک دم سادھے بیٹھی رہی اور دل ہی دل میں سوچتی رہی کہ آخر وہ گھڑی آ ہی گئی جس کا اسے انتظار تھا۔ جہاں وہ جانا چاہتی تھی' وہیں یہ لوگ اسے لے جا رہے تھے۔ اس کی بند آنکھوں میں اس نقاب پوش درندے کی پرچھائیں ابھر آئی تھیں اور پھر سوچتے سوچتے ہی اسے لگا کہ جیسے وہ اس کے چہرے کا نقاب اپنی پوری طاقت سے نوچ کر اسے بے نقاب کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"چپ چاپ بیٹھی رہو۔" اس کے داہنے جانب بیٹھے ہوئے شخص کے پنجے کی گرفت اس کے بازو پر سخت ہو گئی۔ بولنے والے نے انگریزی میں یہ دھمکی دی تھی' اس لیے اسے یقین ہو گیا کہ اس کو اغوا کرنے والوں کو اسکے بارے میں سب کچھ سکھا پڑھا کر بھیجا گیا ہے لیکن وہ یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ وہ راضی خوشی سے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ان کے ساتھ جا رہی ہے۔ اس لیے اس نے خود کو چھڑانے کی جھوٹی کوشش شروع کر دی تھی۔

"اگر تم چین سے بیٹھی رہو گی تو سلامت رہو گی۔" اس بار اس کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص نے دھمکی آمیز لہجے میں اسے سمجھایا تھا۔ زیادہ زور آزماؤ گی تو تمہاری کلائی ٹوٹ جائے گی۔"

یہ سن کر اس نے لاچار اور مجبور ہو جانے کی کوشش کی تھی اور تب ہی ان دونوں نے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔

اس کے دونوں آزاد ہاتھ جب اپنی آنکھوں کی پٹی کی جانب اٹھے۔ تو ان دونوں نے ایک بار پھر اس کے ہاتھوں کو پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ کالی پٹی کے نیچے سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھ رہے ہیں تو انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

"بے چاری رو رہی ہے۔" ایک نے نیپالی زبان میں دوسرے سے کہا تھا لیکن اس کے لہجے میں ہمدردی کی بجائے جولی نے طنز کی جھلک محسوس کی تھی۔

"رو لینے دو۔" دوسرے نے بڑبڑاہٹ بھرے لہجے میں کہا تھا۔ "اس کے بعد تو اسے رونے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔"

یہ سن کر جولی نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور دل ہی دل میں بولی۔ "اس وقت تو رونے کی باری میری بجائے کسی اور کی ہوگی لیکن شاید اسے رونے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔"

راستے میں جب ایک جگہ کار رک گئی تو اس نے یہ ہی سمجھ لیا کہ ٹھکانہ آگیا ہے لیکن جب اس نے آس پاس سے گزرتی ہوئی دوسری گاڑیوں کی آوازیں سنیں تو اسے اپنا اندازہ بدلنا پڑا۔ لگتا ہے ٹریفک سگنل کی وجہ سے کار کو روکنا پڑا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کار کے تمام شیشوں پر پردے لگے ہوئے ہیں تاکہ اغوا کی اس واردات کا کسی کو علم نہ ہونے پائے۔ گویا پورے انتظام کے ساتھ یہ کام ہو رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد سگنل سے گزرنے کے بعد گاڑی کی رفتار اچانک ہی تیز ہو گئی تھی اور تب جولی نے اندر بیٹھے یہ اندازہ لگا لیا کہ اسے شہر سے باہر کہیں لے جایا جا رہا

ہے۔

"اب راستہ صاف ہے اور گاڑی کو تیزی سے جانے دو۔" جولی کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص نے شاید ڈرائیور سے کہا تھا۔ "جلدی جلدی مال ان کے حوالے کرکے ہم اپنے نشے پانی میں ڈوب جائیں گے۔"

یہ سن کر جولی سمجھ گئی کہ ان لوگوں کو نشے کی طلب لگی ہوئی ہے' شاید یہ عادی نشے باز قسم کے لوگ ہیں لیکن یہ کس چیز کا نشہ کرتے ہوں گے' کیا شراب کا؟ افیون کا؟ پھر اس نے دل ہی دل میں سوچ لیا کہ یہ افیون کے نشے کے ہی عادی ہوں گے کیونکہ اس کی طلب شراب کے نشے سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔

آخری موڑ کاٹنے کے بعد جب کار کی رفتار ذرا سست ہو گئی تو اس کی داہنی جانب والے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا تھا۔ "لڑکی سمجھدار نکلی۔ ایک بار منع کرنے کے بعد سے اب تک چپ چاپ ہی بیٹھی ہوئی ہے۔ دیسی اور پردیسی میں یہی تو فرق ہوتا ہے۔" اور تب جولی نے جان بوجھ کر زور آزمائی کرکے کار سے نیچے اتر جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے منہ سے ٹیپ نوچ کر کہا تھا۔ "کون ہو تم لوگ اور مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ان دونوں نے جھپٹ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تھے لیکن اس بار انہوں نے اس کا منہ بند کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ ان میں سے ایک نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اب اگر تم چیختے ہوئے مر بھی جاؤ گی تو بھی کوئی سننے والا نہیں ہوگا۔"

"یہاں کی دیواروں کو لڑکیوں کی چیخیں سننے کی عادت پڑ گئی ہے۔" دوسرے نے اسے کھینچتے ہوئے کہا تھا۔ "اب اگر آنکھوں سے پٹی کھولنے کی کوشش کی تو....."

اس نے اپنی بات ادھوری ہی چھوڑ دی تھی' شاید اسے دھمکی کے لیے کوئی لفظ نہیں مل رہا تھا لیکن یہ بات جولی کی سمجھ میں آگئی تھی کہ اسے اغوا کرکے لانے والے یہ لوگ بڑی احتیاط سے کام لے رہے ہیں کہ کہیں وہ پہچان نہ لیے جائیں۔

کار میں سے اتر کر زمین پر قدم رکھتے ہی جولی کو یاد آگیا کہ اس کے ایک پاؤں کا سینڈل تو اس وقت اس کے پاؤں میں سے نکل گیا تھا' جب اسے کار کے اندر زبردستی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دھکیلا گیا تھا۔ اس لیے اس نے دوسرے پاؤں کے سینڈل کو کار میں ہی چھوڑ دیا اور ننگے پاؤں ہی ان دونوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔

"اب تم کار واپس لے جاؤ اور اپنی ڈیوٹی میں لگ جاؤ۔" ڈرائیور کو دی جانے والی یہ ہدایت جب جولی کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ سوچنے لگی کہ اس کار میں رہ جانے والے اس کے سینڈل پر اگر کسی کی نظر پڑ گئی تو اسے نقصان ہوگا یا کوئی فائدہ ہی پہنچے گا۔"

"اب آگے زینے ہیں۔" اسے پکڑ کر لے جانے والوں میں سے ایک نے کہا تو اس نے زینے چڑھنے کے لیے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھایا لیکن اوپر چڑھنے کی بجائے اسے تو زینے سے نیچے اترنا پڑا تھا اور اس کا مطلب تو یہی تھا کہ اسے کسی تہہ خانے میں لے جایا جا رہا ہے۔ وہ ایک ایک زینے کو دل ہی دل میں گنتی ہوئی اتر رہی تھی۔ پورے بارہ زینے گن کر اسے رک جانا پڑا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے دس فٹ نیچے آنا پڑا ہے۔ اس نے دل ہی دل میں اندازہ لگایا۔ زینے سے اترنے کے بعد اسے صرف چند قدم ہی چلنا پڑا تھا۔ اس کے بعد اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تھی۔ پھر اسے لے کر آنے والوں نے اسے اسی دروازے کے اندر دھکیل دیا تھا۔

پھر دروازہ بند ہوتے ہی اس نے آنکھوں پر بندھی ہوئی کالی پٹی ہٹا دی تھی۔ چند لمحوں تک تو کمرے کی ہر چیز اسے دھندلی سی نظر آئی تھی لیکن اپنے آس پاس نظر دوڑانے سے قبل اس نے بند کمرے کے دروازے کو زور زور سے تھپتھپایا تھا اور چیخ چیخ کر کہا تھا۔ "یہ تم لوگوں نے مجھے کیوں بند کر دیا ہے؟ کہاں جا رہے ہو تم لوگ؟ بچاؤ' کوئی مجھے بچاؤ۔" اداکاری کرتے ہوئے سچ مچ رو پڑی تھی۔ اس کی چیخ و پکار کے جواب میں باہر سے کسی نے کہا تھا۔ "اس کمرے میں آنے والی لڑکی آج تک بچ کر نہیں گئی ہے۔ آدھی رات کے بعد تمہارا بندوبست بھی ہو جائے گا۔"

یہ سن کر جولی نے بند دروازے کو زور سے ہلانے کی کوشش کی تھی لیکن اس بار دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا مگر جولی نے دور جاتے ہوئے قدموں کی آواز ضرور سنی تھی۔

دروازے کی طرف سے منہ پھیرنے کے بعد جولی نے کمرے کا جائزہ لینا شروع

کیا۔ اسے وہاں پہلی عجیب بات یہ نظر آئی کہ کمرے میں روشنی کا ایک بھی بلب نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس کے باوجود کمرہ روشن تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کسی تہہ خانے میں ہے لیکن پھر بھی کمرے میں گھٹن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کمرے میں ایک بھی کھڑکی یا روشندان نہیں تھا لیکن اس کے باوجود ہوا کہاں سے آرہی تھی' یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

کمرے کی دیواروں پر بڑی بڑی رنگین تصویروں کو دیکھ کر اسے ایک عجیب وحشت سی ہونے لگی تھی۔ مرد اور عورتوں کی ان قابل اعتراض تصویروں کے نیچے عجیب و غریب جملے لکھے ہوئے تھے۔ ان تصویروں کو دیکھتے ہی اسے پہلی بار یہ محسوس ہوا تھا کہ وہ جہنم میں آگئی ہے اور یہاں سے باہر نکل کر کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی نہیں رہے گی۔ اچانک دروازے کے ہینڈل کو گھومتا ہوا دیکھ کر وہ دیوار کے سہارے فرش پر بیٹھ گئی۔ دروازہ کھل چکا تھا لیکن پھر بھی اس نے گردن گھما کر دروازے کی طرف نہیں دیکھا۔

چند لمحوں بعد اس نے کسی کے نزدیک آنے کی آواز سنی لیکن قدموں کی چاپ سن کر اس نے تو اپنے جسم کو اور بھی سمیٹ لیا تھا اور اسی خوف سے اندر ہی اندر کانپ رہی تھی کہ بس اب کسی وقت بھی کوئی اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر دے گا مگر جب کافی دیر تک آنے والے اجنبی نے کوئی حرکت نہیں کی تو اسے ڈرتے ڈرتے اپنی آنکھوں کو ذرا اوپر اٹھانا پڑا۔

اپنے سامنے کھڑے ہوئے شخص کے پیروں پر اس کی نظر پڑی..... نہیں..... وہ شخص ننگے پاؤں نہیں تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کے موزے پہن رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر جولی نے اپنی نگاہیں ذرا اوپر اٹھائیں مگر یہ کیا۔ وہ تو سر سے لے کر پاؤں تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس کا چہرہ اور تمام جسم سیاہ کپڑوں میں ڈھکا ہوا تھا لیکن یہ وہ نقاب پوش درندہ نہیں لگتا تھا..... اس نے نہ تو ایسا سیاہ لبادہ پہن رکھا تھا۔ جیسا برسوں پہلے یورپ کی دہشت گرد تنظیم کے لوگ پہنا کرتے تھے اور پھر اس سیاہ لباس میں ملبوس شخصیت کا جسم بھی کسی مرد کا جسم تو نہیں لگ رہا تھا۔ تو کیا یہ کوئی عورت ہے؟ جولی نے دل ہی دل میں خود سے پوچھا۔ پھر وہ رحم طلب نظروں سے اس کی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طرف اس طرح دیکھنے لگی جیسے سیاہ لبادے میں ملبوس شخصیت ابھی بول پڑے گی لیکن منہ سے کچھ کہنے کی بجائے اس پراسرار اجنبی نے زور سے اپنا ایک پاؤں زمین پر مارا اور پھر ایک دوسرے کمرے کی جانب انگلی اٹھا دی۔ ٹھیک اسی وقت نقاب پوش نے آگے آکر اس دوسرے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ جولی نے جب کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا تو وہ فوراً سمجھ گئی کہ یہ ایک خوبصورت اور تمام جدید آسائشوں سے سجا سجایا ہوا باتھ روم ہے۔ شاید یہ نقاب پوش شخصیت اسے نہلانے کے لیے یہاں لائی تھی۔

جولی کو یہ بات بڑی عجیب سی لگ رہی تھی کہ مکروہ کام کرنے والے شیطان بھی عورتوں کی عزت کو داغدار کرنے سے پہلے اس کی صفائی اور نفاست پر توجہ دیتے ہیں۔ جولی کچھ دیر چپ چاپ کھڑی دل ہی دل میں سوچتی رہی کہ اسے اس رسم کے لیے خود کو تیار کرلینا چاہیے یا نہیں؟ لیکن ابھی وہ کوئی فیصلہ ہی نہیں کرپائی تھی کہ اچانک اس کے کندھے سے اس سیاہ پوش کا ہاتھ ٹکرایا۔ یکایک جولی نے ایک فیصلہ کرلیا اور مزاحمت کا ارادہ ترک کرکے دو قدم آگے بڑھ گئی اور پھر پلٹ کر اس سیاہ پوش سے بولی۔ "خبردار مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر وہ ذرا اور غضبناک لہجے میں بولی۔ "مجھے اگر نہانا ہی ہے تو خود ہی نہا لوں گی۔"

سیاہ پوش شخصیت جہاں تھی، وہیں رک گئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے جولی سے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔ سیاہ نقاب کے دونوں سوراخوں سے اس کی پتلیاں جولی کو گھورے جا رہی تھیں۔ اس کی اس خاموشی سے جولی نے اندازہ لگا لیا کہ سیاہ لبادے میں ملبوس مرد نہیں بلکہ کوئی عورت ہی ہے لیکن پھر بھی اس کا دل اس بات پر یقین نہیں کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اتنے بڑے کام میں کسی عورت کو ساتھ کیسے رکھا جا سکتا ہے؟ ممکن ہے یہ کوئی نازک بدن والا مرد ہو؟

"میں خود ہی نہا لیتی ہوں۔" یکایک اس نے کہا اور باتھ روم کے اندر داخل ہو گئی تھی لیکن جب سیاہ پوش نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس نے جلدی سے باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

اس کو اس بات کی خوشی ہو رہی تھی کہ جس راز کے ظاہر ہو جانے کا خوف تھا، اس سے تو وہ بچ گئی تھی۔ اس نے نہانے کا دکھاوا کرنے کے لیے نلکے کا پانی کھول کر اسے بہنے دیا تاکہ پانی گرنے کی آواز باہر جاتی رہے اور نہانے کی بجائے صرف وہ اپنا منہ ہاتھ دھوتی رہی۔ وہ اس درندے کے سامنے جانے سے قبل یہ راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ عزت کی حفاظت کی خاطر اس نے سینے سے لے کر نیچے رانوں تک المونیم کا ایک باریک بکتر پہن رکھا ہے۔ اس نے چینی چیانگ کی دکھائی ہوئی فلم میں دیکھ لیا تھا کہ اس نقاب پوش درندے نے اپنے ہاتھ میں ایسے دستانے چڑھا رکھے تھے۔ جن میں لمبے لمبے ناخن بنے ہوئے تھے جن کی مدد سے وہ اپنے شکار کے جسم کو لہولہان کر دیتا تھا اور پھر جسم سے بہنے والے خون کو ہونٹوں سے چوستا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے بچاؤ کی تیاری کرکے آئی تھی۔ وہ اس درندے کو ایسا کوئی موقع ہی دینا نہیں چاہتی تھی کہ دوسری لڑکیوں کی طرح وہ درندہ اس کا بھی لہو چوس لے اور اس کی عزت کو تار تار کر دے۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ سیاہ پوش شخصیت میز پر پھلوں کی قیمتی پلیٹیں سجائے اس کے انتظار میں ادب سے کھڑی ہے۔ پھلوں کی طرف دیکھ کر جولی نے دل ہی دل میں کہا۔ "شاید خالی پیٹ والی لڑکی کے ساتھ زبردستی کرنے میں اس درندے کو مزہ نہیں آتا ہوگا۔ اس لیے یہ پھل وغیرہ کھلائے جائیں گے۔"

سیاہ پوش شخصیت کے دستانوں میں چھپے ہوئے ہاتھوں نے جب پھلوں کی پلیٹ اس کے سامنے بڑھائی تو وہ غصے سے چیخ اٹھی۔ "یہ سب کیا تماشا ہے؟ پہلے تو نہانے کے لیے کہا گیا اور اب یہ پھل کھلائے جا رہے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ یہ کون سی جگہ ہے اور یہ کس کا گھر ہے؟"

لیکن اس کے ایک ساتھ پوچھے گئے ان سوالوں میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ اس کے سامنے کھڑے ہوئے سیاہ پوش نے جب ایک لفظ بھی نہیں کہا تو ایک لمحے کے لیے جولی نے سوچا کہ کیوں نہ وہ اس پر جھپٹ پڑے اور اس کے چہرے کا نقاب نوچ لے لیکن اس نے خود کو قابو میں رکھا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو کوئی حکم کا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

غلام ہے اور ایسے آدمی پر اسے اپنی طاقت صرف کرکے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اسے تو بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا.....اپنی مزاحمت اور احتجاج کا جھوٹا ڈھونگ رچا کر اسے تو اصل سردار تک پہنچنے کی کوشش کرنا ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی وہ بولی۔

"اگر تم میرے سوالوں کا جواب نہیں دو گے تو میں کچھ کھانے والی نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے پلیٹ اپنے سامنے سے ہٹا دی۔

لیکن اس سیاہ پوش کی آنکھیں جب نقاب کے دونوں سوراخوں سے صرف اسے گھورتی ہی رہیں تو وہ تلملا کر پوچھ بیٹھی۔ "میری تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مرد ہو یا عورت اور تمہارے منہ میں زبان بھی ہے یا نہیں؟"

یہ سن کر اس سیاہ پوش نے پہلی بار گردن ہلا کر انکار میں جواب دیا اور تب جولی نے دوسرا سوال کر دیا۔ "تو تمہاری زبان نہیں ہے' کیا کسی نے تمہاری زبان کاٹ لی ہے؟"

یہ سوال سن کر وہ سیاہ پوش شخصیت اس طرح دو قدم پیچھے ہٹ گئی جیسے کسی نے اسے بہت زور سے دھکا مارا ہو۔ جولی کو اس کے کندھے کانپتے ہوئے محسوس ہوئے اور وہ سمجھ گئی کہ اس کے لگائے ہوئے اندازے نے اسے چونکا دیا ہے اور اس کا مطلب تو یہ ہے کہ سچ مچ اس کی زبان کاٹ دی گئی ہے مگر وہ کون ہے؟ اپنے دل میں اٹھے ہوئے اس سوال سے جولی نے اپنے اندر ایک سنسناہٹ سی محسوس کی مگر پھر ہمت کرکے بول پڑی۔ "ٹھیک ہے اب تم جاؤ.....جب میرا جی چاہے گا' میں کھا لوں گی۔"

اس کا یہ کہنا تھا کہ سیاہ پوش شخصیت کمرے سے باہر نکل گئی تھی لیکن ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہی سیاہ پوش نے دوبارہ کمرے میں داخل ہو کر اسے ایک اور بڑے کمرے میں لا کر چھوڑ دیا تھا لیکن جاتے جاتے اس سیاہ پوش نے ایسی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا جیسے اسے جولی پر رحم آرہا ہو۔

ابھی تو صرف ایک مہینہ پہلے کی بات ہے کہ وہ "کوٹا کھانا" کی رسم والے دن صبح کے وقت وجے سے ملنے کے لیے اس کمرے میں آچکی تھی اور تب اس کمرے کی دیواروں پر لگی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر اسے ہمیشہ کے لیے وجے سے بچھڑنے کا دکھ

ہوا تھا۔

عورت اور مرد کی ان رنگین تصویروں کو دیکھ کر وہ وجے کی جدائی برداشت نہیں کر پا رہی تھی اور اس وقت اس کے اندر کی محبت کے عجیب سے جذبات مچلنے لگے تھے۔

لیکن آج وجے سے جدا ہو جانے کے حالات پیدا ہو گئے تھے۔ اس وقت اپنی کھوئی ہوئی بہن کو تلاش کرنے کے لیے وجے نے سورگباشی مہاراجہ کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے کر اپنے وطن کی سرزمین سے نکل جانے کا فیصلہ کر رکھا تھا لیکن وہ اسے مطلبی سمجھ بیٹھی تھی مگر آج وہ خود ویسا ہی کرنے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔ وجے کو جب اس بات کا پتا چلے گا تو وہ بھی اسے مطلبی اور دھوکے باز سمجھے گا اور اسے اپنی زندگی بیکار محسوس ہونے لگے گی۔ شاید اس کا یہ قدم وجے کو بہت ہی ناگوار گزرے گا کہ وہ جان بوجھ کر اسی درندے کی گود میں کیوں جا گری؟

جولی دل ہی دل میں یہ ساری باتیں سوچتی ہوئی دھیرے دھیرے پلنگ کے نزدیک سرکنے لگی اور پھر وہ پلنگ پر بچھی ہوئی ریشمی چادر پر آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ پھیرنے لگی اور سوچنے لگی کہ اسے دہلی سے نیپال آئے ہوئے تین چار روز ہو چکے ہیں اور وجے اس کی جدائی میں شاید ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا ہو گا۔ اس کا تو ایک ایک دن بڑی بے چینی سے گزرا ہوگا.....

یکایک کسی کے قدموں کی آہٹ نے اسے وجے کے حسین تصور سے جگا دیا اور تلخ حقیقت کا سامنا کرنے کے لیے چوکنا کر دیا۔ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور دروازے پر نگاہیں جماتے ہوئے کانپتی ہوئی دیوار سے چپک کر کھڑی رہ گئی لیکن کمرے کا بند دروازہ نہیں کھلا اور جب چند لمحوں تک دروازہ نہیں کھلا تو اس کی خوفزدہ نظریں دیوار پر لگی ہوئی بڑی بڑی رنگین تصویروں پر جم گئیں جو اس وقت اسے بڑی بھیانک اور خوفناک نظر آرہی تھیں۔

اسے ایک بات کی پریشانی تھی کہ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ جو مکروہ کھیل اس کمرے میں کھیلا جائے گا' اس کی فلمبندی کے لیے چیانگ پہنچ چکا ہے یا نہیں.....؟ اور فلم بندی کے لیے کمرے کی کسی دیوار میں کوئی سوراخ یا کوئی روشندان وغیرہ کیوں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دکھائی نہیں دے رہا ہے؟ جبکہ چیانگ نے تو بتایا تھا کہ مووی کیمرے کی مدد سے ہی وہ اس کھیل کے ایک ایک لمحے کی عکس بندی کرے گا لیکن وہ اپنا مووی کیمرہ کہاں چھپا کر رکھے گا؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ چیانگ نے جھوٹ بولا ہو اور فلم بندی کا کوئی پروگرام ہی نہ ہو؟

اسی آخری خیال نے اس کے کلیجے پر زبردست ہتھوڑا مارا۔ اس کا مطلب تو یہی ہوگا کہ دوسری لڑکیوں کی طرح وہ بھی اس درندے کی ہوس کا نشانہ بن جائے گی اور اس درندے کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ ابھی وہ آنے والے وقت کی سنگینی پر غور کر رہی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھل گیا.....اور جولی کو اتنی دور سے بھی دروازے کی طرف دیکھنے پر اپنی آنکھوں میں کانٹے سے چبھتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔ کھلتے ہوئے دروازے کے عین درمیان میں وہ گردن اٹھائے اور سینہ تانے ہوئے کھڑا تھا۔ خون چوسنے والا' خوفناک شیر جس طرح خوف سے تھرتھراتی ہوئی ہرنی کو دیکھتا ہے' بالکل اسی طرح اس کے سیاہ نقاب کے پیچھے چھپی ہوئی اس کی دونوں آنکھوں کی پتلیاں اسے گھور رہی تھیں۔

جولی نے اس کی خونخوار نگاہوں سے خود کو بچانے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے۔ اس کی یہ کوشش یوں تو اداکاری ہی تھی لیکن اس اداکاری میں حقیقی خوف کا عنصر بھی شامل تھا اور جب نقاب پوش شخص پیچھے مڑا تو اس کی پیٹھ جولی کی طرف تھی۔ دروازہ بند کر دیا تو جولی کا سینہ خوف سے پھٹنے لگا۔ اس کے بائیں کندھے کی ابھرتی ہوئی ہڈی کو دیکھ کر جولی کو پورا یقین ہو گیا کہ نقاب میں چھپا ہوا چہرہ وہی ہے جس کا اس نے پہلے سے اندازہ لگا رکھا تھا.....لیکن پھر بھی اس کے منہ سے ایک ڈری ڈری سی چیخ نکل ہی گئی۔

نقاب پوش نے ایک جھٹکے سے اپنی پیٹھ اس طرح گھمائی جیسے اسے زبردست دھکا لگا ہو۔ پھر اپنے قدم اٹھانے سے پہلے اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا وہ پنجہ اٹھایا جس میں اس نے سفید رنگ کا دستانہ پہن رکھا تھا۔ جولی کو اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب نقاب پوش نے اپنا بائیں ہاتھ کا پنجہ جس میں سیاہ کانٹوں والا دستانہ اس نے پہن رکھا تھا' اسے دکھایا تو جولی اس کا اشارہ سمجھ گئی۔ شاید وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اگر

صلح صفائی سے پیش آؤ گی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا لیکن اگر تم نے میرے ساتھ تعاون نہیں کیا تو کانٹوں سے تمہارے جسم کو لہولہان کر دیا جائے گا۔ جولی نے اس نقاب پوش درندے کو صرف ایک ہی بار پردے پر دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ اس سے زیادہ قد آور اور خوفناک نظر آرہا تھا۔

"مجھے.....مجھے.....یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" اپنے خوف کو دور کرنے کے لیے جس طرح آدمی زور سے بولتا ہے' بالکل اسی طرح جولی نے بھی ذرا اونچی آواز میں اس سے سوال کیا۔ اس کے سوال کا نقاب پوش نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایک ایک قدم کرکے دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"میں یوراج سے اس کی شکایت کروں گی....." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ نقاب پوش نے اس طرح زوردار قہقہہ لگایا جیسے اس کی بات سننا ہی نہ چاہتا ہو۔ اس کے قہقہے سے پورا کمرہ گونج رہا تھا اور ٹھیک اسی وقت جولی کی نظر پیٹھ پیچھے کی دیوار پر بنے ہوئے دو گول گول سوراخ پر پڑی۔ پھر اسے ایک گول سوراخ کے پیچھے کیمرے کا چمکتا ہوا لینس بھی دکھائی دے گیا اور دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے دل میں منصوبہ سوچ لیا کہ اس نقاب پوش کا نقاب نوچنے سے پہلے اسے اس کے چہرے کا رخ کیمرے کی جانب موڑنا ہوگا۔ سیاہ نقاب کے دونوں سوراخوں میں سے جھانکتی ہوئی آنکھوں کی پتلیاں جب آہستہ آہستہ اس کے قریب آنے لگیں تو جولی کو لگا کہ یہ درندہ ایک ہی جھٹکے میں اسے دبوچ لے گا اور اگر اس نے کوئی مزاحمت نہ کی تو وہ سفید دستانے والے ہاتھ میں سے پہلے تو اسے سہلائے گا اور پھر اس کا خون چوسنے کے لیے اپنے بائیں ہاتھ کا نوکیلا پنجہ اس کے بدن اور گردن پر استعمال کرے گا اور تب شاید اسے یہ شک بھی ہو جائے کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے اپنے جسم پر المونیم کا بکتر پہن کر پوری طرح سے تیار ہو کر آئی ہے۔

اور پھر جب ان کے درمیان صرف پانچ قدموں کا فاصلہ رہ گیا تو جولی نے یکایک ایک زخمی ناگن جیسا روپ اختیار کر لیا اور دانت پیستی ہوئی اس پر چھلانگ لگانے کا دکھاوا کرتی ہوئی بڑی چالاکی سے اس کی داہنی جانب سے نکل کر سامنے کی طرف آگئی۔ یہ دیکھ کر نقاب پوش نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔ اب جولی کی پیٹھ کیمرے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے لینس کی جانب تھی اور اس نقاب پوش کا چہرہ کیمرے کے لینس کی زد میں آچکا تھا۔ جولی کو اس نقاب پوش کا پیچھے چھپا ہوا چہرہ نظر تو نہیں آرہا تھا لیکن پھر بھی جولی کو اس کی آنکھوں کی ناچتی ہوئی پتلیوں کو دیکھ کر اس کے غصے کا اندازہ ہو رہا تھا۔

دوڑنے کی وجہ سے جولی کے کندھے پر سے اس کی ساری کا پلو سرک گیا تھا اور اس کے ہانپتے ہوئے سینے پر اس نقاب پوش کی نگاہیں جمی ہوئی تھیں۔ یکایک نقاب پوش نے نوکیلے پنجے والا اپنا بایاں ہاتھ اوپر اٹھایا تو وہ کانپ گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ساری کے پلو سے اپنا سینہ چھپاتی' وہ نقاب پوش کسی جنگلی بھینسے کی طرح اس کی طرف لپکا۔ جولی نے ایک جھٹکے سے خود کو بائیں طرف ہٹایا۔ اس طرح وہ اس کے نوکیلے پنجے کے وار سے بچ گئی تھی لیکن اس کی ساری کا پلو اس درندے کے ہاتھ میں آگیا تھا اور پھر ایک ہی جھٹکے میں اس نے اس کے جسم سے ساری کھینچ نکالی۔

اپنے سامنے خوف سے تھرتھر کانپتی ہوئی ایک لڑکی کا خوبصورت جسم دیکھ کر نقاب پوش کی آنکھوں کی پتلیوں میں اور زیادہ چمک آگئی۔ یہ تو اچھا تھا کہ جولی نے اندر پہنے ہوئے المونیم کے بکتر کو چھپانے کے لیے کمر تک ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ نقاب پوش کی نظروں نے بریزر کی بجائے ٹی شرٹ کی موجودگی کو محسوس تو ضرور کیا ہوگا مگر شاید یورپی لڑکیوں کا فیشن سمجھ کر اس نے اس تبدیلی کو نظرانداز کر دیا تھا۔

پسینے میں بھیگی ہوئی جولی نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور رحم طلب نظروں سے اس نقاب پوش کی طرف دیکھنے لگی تو اس درندے نے اپنا سفید دستانے والا ہاتھ اٹھا کر اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور تب ہی جولی کو احساس ہوا کہ ایک بار پھر اس درندے کی پیٹھ کیمرے کی طرف ہو گئی ہے۔ اس لیے اس نے قریب جانے کا بہانہ کیا اور دھیرے دھیرے سرکتے ہوئے اس نے اپنا رخ بدل لیا۔ اس کے رخ بدلتے ہی نقاب پوش کو بھی گھوم جانا پڑا۔ اس کے چہرے کا رخ ایک بار پھر کیمرے کی طرف ہو گیا تھا لیکن اس وقت اسے کچھ ہوش ہی کہاں تھا۔ اس کی شکاری آنکھیں تو اس وقت اپنے شکار پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اسے دبوچ لینے کے لیے بے قرار تھا اور دوسری طرف جولی اس کے چہرے پر تنی ہوئی نقاب کا نشانہ تاک کر تھرتھر کانپتی ہوئی کھڑی تھی۔

یکایک کسی جنگلی جانور کی طرح آواز نکالتا ہوا وہ نقاب پوش اس پر جھپٹا اور تب جولی اس کے پنجے پر لگے ہوئے نوکیلے کانٹوں سے بچنے کے لیے نیچے کی طرف جھکی مگر اس وقت اس کی ٹی شرٹ اس کے پنجے کے لمبے ناخن میں پھنس کر پھٹ گئی۔ جولی زمین پر گری لیکن جیسے ہی وہ اٹھنے لگی تو اس نقاب پوش کی نظر اس کے المونیم کے بکتر پر پڑ گئی۔ یہ دیکھ کر اس کی لہو کی پیاسی آنکھوں میں غصے کی ایک بھیانک سی آگ جلنے لگی۔ جولی نے اس کے غصے میں اکڑے ہوئے لمبے چوڑے جسم کو دیکھا تو اسے اپنی موت بہت نزدیک نظر آنے لگی۔ اس کی ایک ہی چھلانگ اور کانٹوں والے پنجے کا ایک ہی وار اس کی زندگی کو ختم کر دینے کے لیے کافی تھا۔ اب اس کے پاس ایک آخری موقع تھا' ایک آخری کوشش کا موقع .....اس نے ایک پل کے لیے ہی اپنی آنکھیں بند کیں اور دل ہی دل میں اپنی زندگی کی دعا مانگنے لگی۔ پھر یکایک اپنے جسم کی پوری طاقت کو اکٹھا کر کے اس نے اس نقاب پوش پر چھلانگ لگا دی۔

بجلی کی سی تیزی سے اس کے نزدیک آجانے والی اس غیر ملکی حسینہ نے ایک لمحے کے لیے اس نقاب پوش کو حیرت میں ڈال دیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا' جولی نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیئے اور لٹک گئی۔ نقاب پوش کو یوں لگا جیسے شکار خود اپنے پیروں سے چل کر اس کی گود میں آگرا ہے۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ دھیرے دھیرے جولی کی کمر پر اس کی گرفت سخت ہونے لگی اور پھر یکایک ہی وہ اپنے فولادی کانٹوں والے پنجے سے جولی کی پیٹھ ادھیڑنے کی کوشش کرنے لگا لیکن جب المونیم کے بکتر سے اس کے پنجوں کے ناخن ٹکرائے تو اس نے ٹی شرٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس کی کھال نوچنے کی کوشش کی مگر یہاں بھی بکتر نے رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھی اور تب جھنجھلا کر اس نے اپنی گردن سے لٹکی ہوئی جولی کا چہرہ نوچ لینے کے لیے دوسرا ہاتھ بلند کیا.....اور.....بس جولی کے لیے اتنا ہی موقع کافی تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے جو ناخن پچھلے دس روز سے بڑھا رکھے تھے' انہیں پوری طاقت سے اس نقاب پوش کے چہرے پر گاڑ دیا۔ نقاب پوش اس اچانک حملے سے بری طرح گڑبڑا گیا اور اپنا چہرہ بچانے کے لیے ایک جھٹکے سے اپنی گردن کو پیچھے لے گیا مگر ایسا کرتے وقت اس کا سیاہ نقاب آپ ہی آپ درمیان سے پھٹ گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پھٹے ہوئے نقاب کے چیتھڑے مٹھی میں دبائے جولی پیٹھ کے بل زمین پر جا گری اور پھر بے نقاب ہو جانے والے درندے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے ایسا لگا کہ یہ یوراج چندربھوشن نہیں ہو سکتا۔ اس وقت یوراج چندربھوشن کی کھلی ہوئی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی اور ہونٹوں پر پھسلتی ہوئی زبان سے رال ٹپک رہی تھی۔ اس کے جبڑے تنگ ہو رہے تھے اور پیشانی پر ابھری ہوئی نسیں پھڑک رہی تھیں۔ جولی اس کی طرف دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ کیا ایک انسان کا چہرہ اس قدر بھیانک روپ بھی اختیار کر سکتا ہے؟

یکایک جولی نے اس کے پھٹے ہوئے نقاب کے ٹکڑے سے اس طرح اپنا منہ ڈھانپ لیا جیسے اس میں یوراج چندربھوشن کا اس قدر خوفناک چہرہ دیکھنے کی تاب ہی نہ ہو لیکن دوسرے ہی لمحے یوراج کے بھیانک قہقہے سے کمرے کی دیواریں گونجنے لگیں۔

اپنے من پسند شکار کا گوشت کھانے اور اس کا لہو چاٹنے کے لیے جس طرح کوئی بھوکا شیر اپنے پاؤں موڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح لہو کا پیاسا یوراج بھی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر جولی کے جسم پر جھک گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے جولی کی پھٹی ہوئی ٹی شرٹ اس کے جسم سے نوچ کر پھینک دی اور المونیم کے بکتر کو چیرنے کے لیے اپنے فولادی پنجے کے ناخن سے اسے نوچنے لگا لیکن اس کے فولادی ناخن المونیم کی سطح پر بار بار پھسل جاتے تھے۔ جب اسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس نے غصے میں بائیں ہاتھ کا وہ نوکیلا دستانہ ہی اتار پھینکا اور اپنے دونوں ہاتھوں کے پنجوں میں جولی کی نازک گردن پکڑ لی۔ پھر دھیرے دھیرے اس کے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی گئی.....اور تب ہی .....ایک خفیہ دروازہ دھڑم سے کھلا اور گھبرایا ہوا چیانگ بڑی تیزی سے اندر داخل ہو کر بولا۔ "یوراج صاحب! یہ فلم تو بالکل بیکار گئی۔" کہہ کر اس نے سولہ ایم ایم کے دو ڈبے یوراج چندربھوشن کے سامنے رکھ دیئے۔

غصے میں آئے ہوئے یوراج نے دانت پیس کر اپنے سامنے کھڑے چیانگ کی طرف دیکھا۔ چیانگ نے آج سے پہلے کبھی یوراج چندربھوشن کا ایسا بھیانک روپ نہیں دیکھا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جولی کی گردن پر ڈھیلے ہوتے ہوئے اس کے پنجے

کہیں اس کی گردن ہی نہ دبوچ لیں مگر پھر بھی ہمت کر کے وہ جھکا اور فلم کے ڈبوں میں سے فلم کے لیگٹو کو کھینچ کھینچ کر باہر نکال دینے کے بعد اپنی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیجیے یوراج صاحب.....میں نے شوٹ کیے ہوئے تمام مناظر مٹا دیئے ہیں اب اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

لیکن بپھرے ہوئے یوراج نے جب ایک لفظ بھی نہیں کہا تو چیانگ نے دونوں ڈبوں کو وہیں پھینک کر دروازے کی طرف دوڑ لگا دی اور جاتے جاتے بولتا گیا....."میں جا رہا ہوں' پھر کبھی ضرورت ہو تو بلوا لیجئے گا....."

یوراج نے فرش پر بکھری ہوئی فلم کی طرف دیکھا اور غصے میں اپنے دانت پیسنے لگا۔

یکایک اپنے نقاب کے پھٹے ہوئے ٹکڑے کو جولی کے منہ پر سے ہٹا کر اس نے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش میں ایک جھٹکے سے اس ٹکڑے کو ہٹا دیا لیکن جولی کی بند آنکھوں کو دیکھ کر وہ جھنجھلا گیا۔ گوری چمڑی کو چیر کر اس میں سے ٹپکتے ہوئے لہو کو پینے کی پیاس سے اس کا گلا سوکھ رہا تھا لیکن بے ہوش اور بے سدھ پڑی ہوئی عورت کا خون چوسنے میں اسے کبھی بھی مزا نہیں آیا تھا۔ بے ہوش عورت کے خون میں بھلا وہ گرمی' وہ تازگی اور وہ مٹھاس کہاں تھی.....جس کا وہ عادی تھا۔

جب تک اس کے پنجوں میں پھنسی ہوئی لڑکی درد اور تکلیف سے تڑپتی نہ ہو' اس وقت تک خون چوسنے کا مزا ہی کیا؟

اور پھر وہ بڑی بے چینی سے جولی کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا رہا.....اور بیٹھے بیٹھے جولی کے حسین جسم کو گھورتا رہا۔

دروازے کی گھنٹی کافی دیر تک بجتی رہی لیکن کمرے کی کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب بیٹھا ہوا رگھوپتی ایک ٹک لگائے مسلسل آسمان کو گھورے جا رہا تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں اس قدر محو تھا کہ اسے گھنٹی کی آواز سنائی ہی نہیں دی۔ پورے پانچ گھنٹوں سے وہ صرف جولی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ وہ جولی کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس بات کا اسے سخت افسوس ہو رہا تھا۔ اسے اپنی لاچاری پر بھی سخت غصہ آرہا تھا اور اس لیے وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہتا ہوا دیر تک ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

شوبھا کو اس کے ہوٹل میں چھوڑ کر وہ واپس کاسینو آگیا تھا لیکن اس خیال نے اسے وہاں بھی چین نہیں لینے دیا تھا کہ جولی پر کیا گزر رہی ہوگی؟ پھر دو بجے گھر واپس آکر اس نے سوچا کہ وہ دہلی ٹرنک کال کرکے وجے کو اس نئی صورتحال سے آگاہ کر دے۔ اس کے جی میں آیا کہ وہ وجے کو صاف صاف بتا دے کہ ان کا بنایا ہوا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے۔ ہم تو شوبھا کو اس درندے کے ہاتھوں اغوا کرانا چاہتے تھے تاکہ وہ وہاں پہنچ کر اس کا اصلی چہرہ کیمرے کے سامنے بے نقاب کر دے لیکن چار دنوں کی مسلسل کوشش کے باوجود بھی اس شیطان کے کارندوں کی نظر شوبھا پر نہیں پڑی اور آج شوبھا کی بجائے جولی کو وہ لوگ اٹھا کر لے گئے ہیں۔

رگھوپتی دیر تک کشمکش میں مبتلا رہا اور آخر وہ وجے کو فون کرنے کی ہمت نہیں کر سکا۔ شاید اس خیال سے اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا تھا کہ وجے جولی کے اغوا کی بات برداشت نہیں کر سکے گا۔ اسے یقیناً اس خبر سے دکھ پہنچے گا۔ اس کے علاوہ خود جولی نے بھی اپنی لکھی ہوئی چٹھی میں اسے یہ قسم دی تھی کہ وہ وجے کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گا اور یہی وجہ تھی کہ وہ وجے کو فون نہیں کر سکا تھا۔

اس کے پاس اب سوائے جولی کی سلامتی کی دعا کرنے کے اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ یکایک گھنٹی کی آواز کچھ اور تیز ہو گئی تو رگھوپتی نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا لیکن ٹیلی فون سیٹ کو خاموش پا کر اسے لگا کہ اسے وہم ہو رہا ہے لیکن اس وقت دروازے کو کسی نے ہاتھ سے تھپتھپایا تو اسے خیال آیا کہ دروازے کی گھنٹی بجی تھی اور تنگ آکر اب کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ شاید یہ جولی ہی ہوگی.....جولی کا خیال آتے ہی اس کے ساکت جسم میں ہلچل سی مچ گئی۔ اچانک اس کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو گئی اور وہ چھلانگ لگا کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ "کھولتا ہوں۔" کہہ کر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا لیکن جولی کی بجائے اسے ہانپتا ہوا چیانگ اپنے سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ وہ زور زور سے سانسیں لے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بہت دور سے بھاگتا ہوا آرہا ہو۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گیا اور رگھوپتی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں تمہیں ڈھونڈنے کے لیے کاسینو میں گیا تھا۔" کہہ کر اس نے چمڑے کے ہینڈ بیگ میں سے سولہ ایم ایم فلم کے دو ٹین باہر نکالے اور کہا۔ "میں اپنا کام کرکے آیا ہوں۔ اب اس فلم کی ڈلیوری لے لو اور مجھے رقم ادا کر دو۔"

لیکن رگھوپتی نے نہ تو فلم کے ان ڈبوں کی طرف دیکھا اور نہ ہی چیانگ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اس کی نیند سے بوجھل سرخ سرخ آنکھیں اس طرح چیانگ کو گھور رہی تھیں جیسے وہ اپنے کسی دشمن کو دیکھ رہی ہوں۔

"اس لڑکی نے تو واقعی کمال ہی کر دیا۔" چیانگ کو ہی بولنا پڑا۔ "بڑی ہوشیاری سے کام کیا ہے اس نے .....وہ اپنے کپڑوں کے نیچے المونیم کا بکتر پہن کر آئی تھی۔ اس نے اپنے دشمن کو بہت تھکایا اور اس کا نقاب چیرنے کا شارٹ تو اس نے میرے کیمرے کو ایسا دیا کہ میں تعریف ہی نہیں کر سکتا۔"

رگھوپتی سانس روکے اس کی بات سن رہا تھا اور چیانگ کہتا جا رہا تھا۔ "یوراج کو مجھ پر شک نہ ہو' اس لیے خراب ہو جانے والی فلم کے دو ڈبے میں اپنے ساتھ لے گیا تھا اور یہاں آنے سے قبل میں نے اصل فلم اپنے بیگ میں رکھ کر اس خراب فلم کے ڈبوں کو اس کے سامنے ہی روشنی میں کھول دیا تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کے بے نقاب چہرے والی فلم ضائع ہو گئی ہے۔ بس اب یہ دونوں ڈبے جلد سے جلد دہلی پہنچ جائیں تو میرا کام ختم۔"

یکایک رگھوپتی نے اس طرح میز پر ہاتھ مارا جیسے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہو۔

"ڈریگن....." وہ بڑے ہی کرخت لہجے میں چیانگ سے بولا۔ "یہ سب باتیں بعد میں ہوں گی' پہلے یہ بتاؤ کہ جولی کا کیا ہوا؟"

"جولی.....؟" چیانگ کچھ بولتے بولتے رک گیا۔ اتنی دیر بعد اب وہ سمجھ سکا تھا کہ جس کام کے لیے رگھوپتی اتنے دنوں سے پریشان تھا' وہ کام ہو گیا ہے مگر پھر بھی رگھوپتی کو کوئی خوشی کیوں نہیں ہو رہی ہے؟

"جو کچھ ہوا ہے' وہ مجھے صاف صاف بتا دو۔" چیانگ کو خاموش دیکھ کر رگھوپتی نے کہا۔ "اور کیا ہونا تھا؟" کہ چیانگ پھر رک گیا لیکن چند لمحوں کی تاخیر کے بعد وہ آگے بولا۔ "وہ خون کا پیاسا درندہ ایسا بپھرا ہوا تھا کہ اسے زندہ نہیں چھوڑتا۔ وہ اس

کی گردن دبا ہی رہا تھا کہ میں وقت پر وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت تو میری وجہ سے وہ بچ گئی تھی اور بے ہوش ہو گئی تھی..... لیکن....."

"لیکن اب وہ نہیں بچے گی' یہی نا؟" کہہ کر رگھوپتی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بولا۔ "اب میں دیکھوں گا کہ وہ شیطان اس کے ساتھ کیا کرتا ہے؟"

رگھوپتی اتنا کہہ کر مڑا اور کرسی پر سے اپنی چمڑے کی جیکٹ پہن کر اس کی جیب میں اپنا پستول ڈالنے لگا۔ یہ دیکھ کر چیانگ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا۔

"آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو رگھوپتی؟"

"مجھے پتا نہیں کہ میں کیا کروں گا۔" کہہ کر رگھوپتی نے قدم بڑھایا اور بولا۔ "اگر میں دو گھنٹے میں واپس نہ آیا تو فلم کے یہ دو ڈبے تم شوبھا کے حوالے کر دینا۔" رگھوپتی نے اتنا کہہ کر گھر کی چابیوں کا گچھا اس کی طرف پھینک دیا اور بولا۔ "یہ گھر کی چابیاں ہیں۔ یہ بھی شوبھا کو ہی دے دینا۔" دوسرے ہی لمحے رگھوپتی تیزی سے مڑا اور گھر سے باہر نکل گیا۔

○

ہر سوچا ہوا کام جب کسی رکاوٹ کے بغیر مقررہ وقت پر ہونے لگتا ہے تو آدمی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا لیکن کبھی کبھی ایسی خوشیوں کے درمیان میں بھی آدمی کو ایک عجیب سی بے قراری اور افسردگی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہی حال اس وقت رگھوپتی کا بھی تھا۔

جمعرات کی صبح کو چار بجے چیانگ یوراج چندر بھوشن کا چہرہ بے نقاب کرنے کی خوشخبری کے ساتھ اس منظر کی مووی فلم لے کر اس کے پاس آپہنچا تھا لیکن تب رگھوپتی کو خوشی کی بجائے سخت صدمہ ہوا تھا۔ جولی نے اپنی قربانی دے کر یہ کام کیا تھا۔ اس لیے اسے یہ خوشی ایک سزا محسوس ہو رہی تھی۔ جولی نے اسے روکھی کی قسم دے کر مجبور کر دیا تھا لیکن اب اسے اپنی اس مجبوری پر غصہ آرہا تھا لیکن اب تو جولی نے جو کرنا تھا' وہ کر لیا ہے۔ اب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کا فائدہ ہی کیا تھا؟ اب تو روکھی کی قسم کو توڑ کر اسے جولی کو بچانا ہی ہوگا۔ یہی سب سوچ کر وہ موت

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کا سامنا کرنے کے لیے اپنی موٹر سائیکل پر مہمان محل جانے کے لیے نکل پڑا تھا لیکن جب وہ پون گھنٹے بعد ہی اپنے گھر واپس آگیا تو اپنے کھلے ہوئے کمرے میں چیانگ کو اونگھتے ہوئے دیکھ کر اس کے قدم رک گئے۔ اس کے قدموں کی آہٹ سن کر چیانگ بھی چونک کر جاگ پڑا تھا۔ رگھوپتی کی پیشانی سے بہتی ہوئی خون کی لکیر کو دیکھ کر چیانگ نے سوچا کہ اچھا ہی ہوا کہ یہ آدمی راستے سے واپس آگیا۔ نہیں تو کنارے پر آنے والی کشتی ڈوب جاتی۔

"تم نے موٹر سائیکل سے کسی کو کچل تو نہیں دیا؟" چیانگ نے رگھوپتی سے پوچھا۔

"نہیں۔" رگھوپتی بولا۔ "اندھیرے میں مجھے سڑک کا گڑھا نظر نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے موٹر سائیکل اچھل پڑی اور میں دور جا گرا۔ میرے سر پر ایک نوکیلا پتھر لگا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ایک جولی کی زندگی بچانے کے لیے مجھے اپنے دوسرے ساتھیوں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"ویری گڈ۔" چیانگ نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور خوش ہو کر بولا۔ "صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ اچھا ہوا تمہیں جلد ہی احساس ہو گیا۔ اب میری ہتھیلی گرم کر دو تاکہ میں فلم کے آخری سین کے نیگٹو لے کر دہلی روانہ ہو جاؤں۔"

اور چیانگ کو دہلی روانہ ہوئے آج پانچواں دن ہو چکا تھا۔ آج دہلی سے آنے والی فلائٹ میں وجے بھی آرہا تھا۔ جسے لانے کے لیے رگھوپتی کو ایئرپورٹ جانا تھا اور اس افراتفری میں شیو بتانا بھول گیا تھا۔ اسے خوشی تھی کہ ان پانچ دنوں میں انہوں نے اپنے کئی کام خوش اسلوبی سے انجام دے ڈالے تھے۔ اپنے ساتھیوں شپرا اور رانا سے اسے جو خفیہ پیغامات ملے تھے' ان کے مطابق ان کے باغی نوجوان دو سو کی تعداد میں نیپال پہنچ چکے تھے اور اس وقت تک وہ سب پچیس پچیس کے چھوٹے چھوٹے گروہ میں تقسیم ہو کر تقریباً آٹھ مختلف جگہوں پر اپنا پڑاؤ ڈالے بیٹھے تھے جبکہ راج محل کے اور اہم کام کے لیے ایک آخری دستہ دو روز بعد نیپال پہنچنے والا تھا۔

ان کا بھیس بدل کر انہیں راج محل کے اندر داخل کرنے کے منصوبے کو بہت خفیہ رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دہلی پہنچ کر چیانگ نے اپنے فلمائے ہوئے آخری سین

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کے پرنٹ بھی نکال لیے تھے۔ جس کی اطلاع اس نے بذریعہ ٹرنک کال رگھوپتی کو دیتے ہوئے بتایا تھا کہ "پانچ منٹ کے اس سین میں جب جولی یوراج کے چہرے کا نقاب نوچ لیتی ہے تو پورے ڈیڑھ منٹ تک یوراج کا چہرہ پردے پر دکھائی دیتا ہے۔ وجے نے ہی میرے ساتھ اس سین کو دیکھا تھا۔ جولی کو اس درندے کا شکار بنتے دیکھ کر وجے کو سخت غصہ آیا تھا لیکن تمہارے کہنے کے مطابق اسے سمجھا دیا اور یہ یقین دلا دیا کہ جولی بالکل صحیح سلامت ہے۔ تب جا کر اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تھا۔ اب آئندہ کل کی فلائٹ میں' میں ایک سو ایک پرنٹوں کی چار پیٹیاں روانہ کر رہا ہوں۔ جس کو وہاں کے کسٹم سے نکلوانا تمہارا کام ہے۔"

کسٹم سے پیٹیاں نکلوانے کا انتظام رگھوپتی نے پہلے سے ہی کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کھٹمنڈو کے تمام سینما گھروں کو زیادہ کرایہ دے کر چار دنوں کے لیے بک کر لیا تھا۔ اس نے سینما گھروں کے مالکوں کو یہ کہہ کر سمجھا دیا تھا کہ نئے راجا کی تاج پوشی کے موقع پر دوسرے ملکوں سے بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ یہاں آئیں گے۔ اس لیے میں نے ہندی اور کئی انگریزی فلمیں منگوائی ہیں تاکہ اس موقع پر بھی کچھ کمائی کر لوں۔ سینما گھروں کے مالکوں کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

پچھلی رات جب وہ کاسینو میں اپنی ڈیوٹی پر تھا تو وہاں شوبھا نے آکر اس کے کان میں کہا تھا۔ "وجے کے ساتھ کل میرے ڈیڈی بھی آرہے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ کیا لانے والے ہیں' یہ تمہیں معلوم ہے؟"

"کیا؟" اس نے دھیرے سے پوچھا تھا۔

"وہ اپنے ساتھ ٹائم بم لے کر آئیں گے۔" شوبھا کا یہ جواب سن کر وہ اس طرح اچھل پڑا تھا جیسے سچ مچ ٹائم بم پھٹ گیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک شوبھا کو دیکھتا ہی رہ گیا اور پھر اس کے منہ سے آپ ہی آپ نکل پڑا۔ "پرشورام کا ٹائم بم؟"

"جی ہاں۔" شوبھا نے گردن ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ "اس شیطان کو اپنی گرفت میں لینے کا یہی ہتھیار۔"

اور اس وقت بھی وہ شیو بناتے بناتے یہی سوچ رہا تھا کہ پرشورام کی فائل ٹائم بم شوبھا کے پاس کہاں سے آگئی؟

اچانک دروازے کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ کہیں شوبھا تو نہیں آگئی؟ لیکن اس نے تو اسے گھر آنے سے منع کر دیا تھا۔ اس نے تو اسے سمجھا دیا تھا کہ ہم الگ الگ ایئرپورٹ جائیں گے تو پھر کون ہو سکتا ہے؟ ہاتھ میں ریزر تھامے وہ صابن والے چہرے کے ساتھ ہی دروازے کو دیکھ کر گھبرا گیا..... "کون؟ آشا؟" اس کے ہونٹ تھرتھرائے۔ تیز رفتار جھولے پر بیٹھے ہوئے آدمی کو جیسے چکر آجاتا ہے' بالکل اسی طرح آشا کو دیکھتے ہی رگھوپتی چکرا گیا تھا۔ "گھر آئے ہوئے مہمان کا راستہ روک کر کھڑے ہو جانا یہ کوئی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہے مسٹر رگھوپتی۔" کہہ کر آشا بے دھڑک اندر داخل ہو گئی اور کمرے میں آکر بولی۔ "چند روز قبل دہلی میں ہماری اچانک ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے میرا خیال تھا کہ یہاں میرے آنے کا انتظار کیا جا رہا ہوگا لیکن اس کے بجائے یہاں تو مجھے خوش آمدید بھی نہیں کہا جا رہا ہے۔"

"اور اس طرح بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہو جانا کسی شریف عورت کا شیوہ نہیں ہے؟" کہہ کر رگھوپتی اس کے پیچھے کمرے میں آگیا۔ آشا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر پیچھے آکر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر ہنستی ہوئی بولی۔ "یہ سچ ہے کہ شریف عورت کا یہ شیوہ نہیں ہے لیکن تم لوگوں کی نگاہوں میں' میں شریف عورت ہوں ہی کب؟"

بند ہونے والے کمرے کے دروازے اور آشا کے طنزیہ لہجے نے رگھوپتی کو ایک لمحے کے لیے بوکھلا دیا لیکن آشا بدستور کہہ رہی تھی۔ "تم اس طرح میری طرف دیکھ رہے ہو جیسے میں تمہاری عزت لوٹنے آئی ہوں۔ اس سے پہلے کہ تمہارے چہرے پر لگا ہوا صابن سوکھ جائے' چہرے پر ریزر پھیر لو۔ ہم اطمینان سے بات کریں گے۔" اتنا کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

رگھوپتی کو اس کی بات کی کاٹ ریزر میں لگے ہوئے بلیڈ سے بھی زیادہ تیز لگ رہی تھی۔ وہ اپنے چہرے پر پھر سے شیونگ کریم لگاتے ہوئے خود کو آشا کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ اچانک سامنے لگے ہوئے آئینے میں آج سے پانچ روز پہلے کا منظر لہرانے لگا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

وہ اپنی موٹرسائیکل پر بڑی تیز رفتاری سے مہمان محل کی جانب اڑا جا رہا تھا۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کی موٹرسائیکل کی رفتار لحہ بہ لحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس وقت وہ صرف یہی سوچ رہا تھا کہ اگر جولی کو بچانے میں وہ ناکام ہوا تو اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکے گا اور اسی لیے وہ آندھی طوفان کی طرح اڑا جا رہا تھا کہ اسے جولی تک پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے لیکن ٹھیک اسی وقت سامنے سے آتی ہوئی کسی کار کی ہیڈ لائٹ نے اس کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ اس نے زبردستی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا تو اسے کار کے اگلے حصے میں شاہی دربار کا چھوٹا سا جھنڈا لہراتا دکھائی دیا تھا اور ڈرائیور کی پچھلی سیٹ پر دو تین عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر جب کار کے ڈرائیور نے راستہ دینے کے لیے ہارن بجایا تو اچانک اسے خیال آیا کہ شاید اس کار میں جولی کو لے جایا جا رہا ہے۔ اسی لئے کسی بھی قیمت پر کار کو روک کر اندر دیکھ لینا چاہیے۔ پھر اس سے پہلے کہ اس کی موٹرسائیکل اور کار کا ٹکراؤ ہو جاتا' رگھوپتی اسی طرح موٹرسائیکل سے اچھل کر دور جا گرا جیسے وہ موٹرسائیکل پر سے اپنا توازن کھو چکا ہو۔ اس نے بڑی زبردست اداکاری کی تھی جس کے نتیجے میں بالکل آخری لمحے میں ڈرائیور کو بریک لگا کر کار روک دینی پڑی تھی لیکن موٹرسائیکل سے پتھروں کے ڈھیر پر گرے ہوئے رگھوپتی کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ کار کے بریک کی چیخ کے ساتھ اس نے کار کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی تھی۔ اسی لیے فوراً ہی بے ہوش ہو جانے کی اداکاری کرکے وہ چپ چاپ وہیں پڑا رہا۔

اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ کار کا ڈرائیور کار سے نیچے اتر کر راستے میں پڑی ہوئی اس کی موٹرسائیکل کو کار کے سامنے سے ہٹانے لگا تو اندھیرے میں پڑے ہوئے رگھوپتی نے اپنا پستول نکالنے کے لیے دھیرے سے اپنے چمڑے کی جیکٹ کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ ڈرائیور ذرا دور ہٹے تو وہ چھلانگ لگا کر کار کے کھلے ہوئے دروازے میں گھس کر اس کی سیٹ پر قبضہ کر لے گا اور کار کو بھگا کر لے جائے گا لیکن تب ہی ایک سریلی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "ارے موٹرسائیکل والا بیچارہ زمین پر گرا ہوا ہے اور تم اسے دیکھنے کے بجائے موٹرسائیکل

ہٹانے لگے۔ پہلے دیکھ تو لو اسے کتنی چوٹ لگی ہے؟"

کار کے اندر بیٹھی ہوئی کسی عورت نے یہ بات ڈرائیور سے کہی تھی جسے سن کر رگھوپتی کا ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ہی رہ گیا اور وہ سوچنے لگا۔ یہ آواز تو جولی کی ہی لگتی ہے۔ یکایک اس نے نزدیک آتے ہوئے قدموں کی آواز سنی تو وہ پھر سے بے حس و حرکت ہو کر پڑا رہ گیا۔

"بھائی تمہیں بہت زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟" جولی جیسی آواز ایک بار پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی اور اس کے ساتھ ہی کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ رگھوپتی نے یکایک اپنی گردن موڑ کر اپنے پر جھکی ہوئی عورت کی طرف چور نظروں سے دیکھا تو اس کے پھیپھڑوں کے اندر رکا ہوا سانس ایک ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود اس نے خود پر جھکی ہوئی جولی کو ایک نظر میں ہی پہچان لیا تھا۔ خود جولی بھی اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ "اوہ گاڈ.....یہ تم ہو.....؟"

جولی کے ہونٹوں سے کانپتی ہوئی آواز نکلی تھی لیکن تب ہی کار میں سے ایک دوسری آواز سنائی دی جو شاید جولی کو مخاطب کرکے پوچھ رہی تھی۔ "اگر یہ بے ہوش ہو گیا تو اسے کار میں ڈال کر لے چلتے ہیں۔" کسی عورت کی اس آواز اور اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز بھی سنائی دی تو جولی نے جلدی سے آنکھ دبا کر بڑے ہی رازدارانہ لہجے میں دھیرے سے رگھوپتی سے کہا۔ "سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ تم اس وقت اجنبی ہی بنے رہنا....."

رگھوپتی نے فوراً ہی اس کا اشارہ سمجھ لیا اور دوسرے ہی لمحے وہ اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اپنی پیشانی سے بہتے ہوئے خون پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ پھر ذرا اونچی آواز میں اس طرح بولا کہ اس کی بات ہر کوئی آسانی سے سن لے۔ "معاف کیجئے گا' کار کی لائٹ کی وجہ سے آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ اس لیے میں اپنا توازن کھو بیٹھا تھا لیکن آپ کے ڈرائیور نے بروقت بریک لگا دیا جس کی وجہ سے میری جان بچ گئی۔" یہ کہہ کر اس نے کار کی جانب سے نظریں ہٹا لیں اور اپنی موٹرسائیکل کے قریب جا کر آگے بولا۔ "لیکن اصل میں غلطی میری ہی تھی....."

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پھر وہ سر جھکا کر کسی مجرم کی طرح اپنی موٹرسائیکل پر سوار ہو گیا۔ یہاں تک تو غنیمت تھا اور کوئی بات خلاف توقع نہیں ہوئی تھی لیکن جیسے ہی ڈرائیور نے کار کی لائٹ کو آن کر کے کار اس کے قریب سے نکال کر آگے نکل جانے کی کوشش کی' ویسے ہی ایک لمحے کے لیے ہیڈ لائٹ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ گئی تھی اور اس لمحے کار کے اندر جولی کے برابر بیٹھی ہوئی آشا نے اسے پہچان لیا تھا اور خود اس کی نظریں بھی آشا کے چہرے پر جم گئی تھیں اور وہ بری طرح چونک پڑا تھا۔ یہ یہاں کہاں سے آگئی؟ کیا یہ بھی یوراج چندر بھوشن کے .....

اس کے آگے وہ کچھ نہیں سوچ سکا اور تیزی سے موٹرسائیکل دوڑا دی۔ پھر اس نے اس طرح اپنے یہ پانچ روز گزار دیئے تھے جیسے آشا نے اسے دیکھا ہی نہ تھا لیکن آج اچانک وہ اس کے گھر میں آکر اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

شیو بناتے وقت آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے چونکہ گوپی ناتھ کے ساتھی رانا کو اس کا شکار بننے سے بچا لیا تھا' اس لیے وہ اس سے اس کا بدلہ لینے آئی ہوگی یا شاید اسے راج شاہی کے خلاف ہماری بغاوت کا علم ہو گیا ہوگا اور وہ ہمیں بلیک میل کرنے کی نیت سے یہاں آئی ہو؟ اندر آتے ہی اس نے کمرے کا دروازہ کیوں بند کر دیا؟ سوچتے سوچتے رگھوپتی کو اس طرح گھٹن سی محسوس ہونے لگی جیسے اس کی گردن دشمن کے شکنجے میں پھنس گئی ہو اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے اپنا شیو مکمل کر لیا۔

"اب بولیے آشا دیوی' اس طرح اچانک کیسے آنا ہوا؟" ذہنی طور پر وہ آشا کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کر کے اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا اور پوچھا۔ "لگتا ہے ہماری جو ملاقات دہلی میں ہوئی تھی' اس ملاقات کی یاد ہی آپ کو یہاں لائی ہوگی؟"

"دہلی والی ملاقات تو پرانی ہوگئی۔" آشا نے ہونٹوں پر ایک طنز بھری مسکراہٹ بکھرا دی اور آگے بولی۔ "میں تو اس تازہ ملاقات کے سلسلے میں آئی ہوں جو آج سے پانچ روز پہلے ہوئی تھی۔"

"تازہ ملاقات؟" رگھوپتی نے جان بوجھ کر انجان بننے کی اداکاری کی تو آشا اپنی

پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دھیرے دھیرے مسکرانے لگی اور پھر تھوڑی دیر بعد بڑے ہی طنزیہ لہجے میں بولی۔ "تمہارے ماتھے کا زخم تو بھر گیا ہے لیکن اس کا نشان تو ابھی بھی صاف نظر آرہا ہے رگھوپتی۔"

یہ سن کر رگھوپتی اس کی طرف تاکتا ہی رہ گیا اور تب آشا نے پھر اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں نیند میں تو موٹرسائیکل چلانے کی عادت نہیں ہے نا؟ آدمی اگر نیند میں موٹرسائیکل پر سے اچھل کر گر پڑے تو بھی دوسرے دن یاد نہیں رہتا جبکہ اس بات کو تو پانچ روز ہو چکے ہیں۔"

یہ سن کر رگھوپتی کو لگا کہ اب بات کو ٹالنا بے کار ہے۔ اس لیے اسے صاف طور پر کہنا پڑا۔ "نہیں..... مجھے نیند میں چلنے کی یا کسی پرائی عورت کے شکنجے میں پھنسنے کی کوئی عادت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" آشا نے کہا۔ "لیکن پرائی عورت کو کسی کے شکنجے میں سے بچانے کی عادت تو ہے ہی' حالانکہ جولی کو اب پرائی عورت ہی کیسے کہا جا سکتا ہے۔؟"

"تو کیا واقعی جولی کسی کے شکنجے میں پھنس گئی تھی؟" یہ پوچھ کر رگھوپتی کو آگے کہنا پڑا۔ "تب تو اس کے بچانے کا سہرا تمہارے سر جانا چاہیے آشا۔"

"اچھا....." رگھوپتی کو پہلی بار اس کے ہونٹوں پر ایک مختلف سی مسکراہٹ دکھائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تو کیا تمہیں یہ لگ رہا ہے کہ میں کسی کو بچانے کا کام بھی کر سکتی ہوں؟"

"پیسے ملنے کی امید میں شاید تم یہ بھی کر سکتی ہو؟" رگھوپتی نے ہمت سے کہا۔

"ہاں اب تم بالکل ٹھیک سمجھے۔" آشا نے گردن اکڑا کر کہا۔ "آشا کوئی بھی کام بغیر معاوضے کے نہیں کرتی۔"

"تو اس کام کے بدلے میں تمہیں کیا چاہیے آشا؟" رگھوپتی نے پوچھا۔

"قیمت جاننے سے پہلے کیا تم یہ جاننا نہیں چاہو گے کہ میں اس کے بارے میں کیا کیا جانتی ہوں؟" آشا نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تو یہ سن کر رگھوپتی اندر ہی اندر تھرتھرا گیا۔ آشا کا لہجہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ بہت کچھ جان چکی ہے اور اب کیا پتا کہ وہ کیا قیمت مانگے؟ ایک لمحے کے لیے تو اس کا جی چاہا کہ وہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اچھل کر اس کی گردن دبا دے تاکہ اس کی بولتی ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے لیکن ایسا کرنے سے پہلے اس کے لیے یہ جاننا ضروری تھا کہ آشا اس سلسلے میں کتنا کچھ جانتی ہے؟ یہی سوچ کر اس نے آشا سے کہا۔

"اب بتا دو کہ آشا تم کیا جانتی ہو؟ مجھے ذرا جلدی ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تمہیں ساری بات جان لینے کی جلدی ہے۔" کہہ کر آشا نے ایک گہرا سانس لیا اور دھیرے سے بولی۔ "اصل میں جولی کو تو اس کے ایک سینڈل نے ہی بچایا۔"

"سینڈل؟" رگھوپتی بری طرح چونک پڑا۔

"ہاں۔" آشا نے کہا۔ "جس کار میں جولی کو اغوا کیا گیا تھا' وہ پردے والی کار بینا دیوی کی تھی۔"

"بینا دیوی؟ یہ کون ہے؟" رگھوپتی نے حیرت سے پوچھا۔

"یوراج چندر بھوشن کی بیوی بینا دیوی۔" آشا بولی۔ "اور اب وہ نیپال کی ہونے والی مہارانی ہے۔"

رگھوپتی نے اس کی بات غور سے سنی اور دل ہی دل میں بولا۔ "لیکن وہ مہارانی نہیں بن سکے گی۔" سوچتے سوچتے وہ فوراً ہی سنبھل گیا کیونکہ آشا اپنی بات جاری رکھتے ہوئے آگے کہہ رہی تھی۔ "اغوا کرنے والے کارندے جولی کو کار میں ڈال کر لے گئے اور جب انہوں نے اس کو مہمان محل کے اندر کار سے باہر نکالا تو جولی کا ایک سینڈل کار کے اندر ہی رہ گیا تھا۔ جولی کو اتارنے کے بعد وہ کار واپس راج محل آگئی کیونکہ اس وقت بینا دیوی کے ساتھ مجھے بھی چینی سفارت خانے میں عورتوں کی ایک پارٹی میں جانا تھا۔ چونکہ جشن تاج پوشی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس لیے بینا دیوی کو کمپنی دینے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ میرے شوہر پرشاد جی کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ نئے راجا کی تاج پوشی کے بعد مہاراجہ چندر بھوشن اور مہارانی بینا دیوی ہماری خدمات کا اچھا بدلہ دیں گے۔"

رگھوپتی کا جی چاہا کہ وہ کہے "کہ تم دونوں میاں بیوی سچ مچ بڑے لالچی ہو..... مگر ایک بار پھر اسے اپنی اس خواہش کا گلا گھونٹ کر آشا کی بات پر پوری توجہ دینا پڑی۔

کہہ رہی تھی۔ "تقریباً ایک ڈیڑھ بجے جب ہم لوگ پارٹی سے واپس آرہے تھے تو ہی کار میں بیٹھی بینا دیوی کے پاؤں سے جولی کا سینڈل ٹکرایا۔ اپنی کار میں وہ ایک ہی سینڈل دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھ گچھ کی تو ڈرائیور گول ول جواب دینے لگا۔ جس پر بینا دیوی کا شک کچھ اور گہرا ہو گیا اور اس نے بڑے ن لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔ "سچ سچ بتا دو کہ کار میں کون عورت بیٹھی تھی اور اج محل میں آنے سے پہلے تم کہاں گئے تھے؟"

ڈرائیور بینا دیوی کے لہجے سے ڈر گیا اور گھبرا کر بولا۔ "میں مہمان محل میں ایک یی لڑکی کو چھوڑنے گیا تھا۔"

"کیا وہ نشے میں تھی؟ اس کا ایک سینڈل کار میں کیسے رہ گیا؟ وہ لڑکی اکیلی تھی یا ں کے ساتھ کار میں کوئی اور بھی تھا؟ بینا دیوی کے سوالات بڑھتے گئے اور ڈرائیور ھبرا کر گول مول جواب دیتا گیا۔ ڈرائیور کی گھبراہٹ دیکھ کر بینا دیوی کا شک یقین میں دل گیا اور انہوں نے کار کو مہمان محل کی جانب لے جانے کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر رائیور کانپ گیا تھا مگر حکم کی تعمیل تو اسے کرنی ہی تھی۔ اس طرح برسوں بعد بینا ی پہلی بار ایک بڑے ہی عجیب وقت پر مہمان محل پہنچ گئیں۔ انہیں دیکھ کر محل ے خدمت گاروں اور پہرے داروں کے ہوش اڑ گئے۔ وہ مہمان محل کے ہر کمرے ں گھوم آئیں لیکن انہیں وہاں کوئی مہمان دکھائی نہیں دیا اور جب خدمت گاروں ے پوچھنے کے باوجود انہیں کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ملا تو میرا خیال تھا کہ اب واپس لوٹ جائیں گی لیکن عورت کے دل میں جب کوئی شک جاگتا ہے تو اس کے ں کی آنکھیں بھی کھل جاتی ہیں اور وہ ایسا سب کچھ دیکھ لیتی ہے جو آنکھیں نہیں یکھ سکتیں..... تھوڑی دیر بعد انہوں نے مجھ سے کہا۔ "آشا تمہیں نہیں معلوم مگر یہاں ایک تہہ خانہ بھی ہے۔ آؤ تمہیں دکھاتی ہوں۔" لیکن اصل میں وہ اس بہانے ں تہہ خانے کی بھی تلاشی لینا چاہتی تھیں۔ پھر جیسے ہی ہم تہہ خانے کے زینے پر پہنچے تو ہمیں دیکھ کر سامنے سے آتی ہوئی گونگی ملازمہ تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر بینا دیوی کی رگوں میں دوڑنے والا راجپوتی خون اور جوش مارنے لگا اور ں نے آگے بڑھ کر تہہ خانے کا دروازہ دھیرے سے کھول دیا۔ اندر جھانک کر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دیکھا تو انہیں سہمی سمٹی ہوئی جولی دکھائی دی۔ موت کے شکنجے میں گھری ہوئی کوئی بے بس عورت جس طرح کسی تیسرے آدمی کو دیکھ کر مدد کے لیے اس کی جانب لپکتی ہے' بالکل اسی طرح جولی بھی دوڑ کر بینا دیوی سے لپٹ گئی۔ اسے ہچکیاں لے لے کر روتے دیکھا تو بینا دیوی کی آنکھوں میں غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جب جولی کی ہچکیاں بند ہو گئیں تو بینا دیوی نے اس سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ تمہیں کون یہاں لایا تھا؟ کس نے تم پر کیا کیا ستم ڈھایا ہے؟ بینا دیوی کے پوچھنے پر جولی نے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا۔"

"سب کچھ؟" رگھوپتی چونک کر پوچھ بیٹھا تو آشا کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ہاں۔ جو کچھ بھی بتانے کے لائق تھا' وہ سب جولی نے بتا دیا۔" کہہ کر آشا نے ٹٹولنے کے انداز میں تھوڑی دیر رک کر رگھوپتی کو گھورا' پھر آگے بولی۔ "بیچاری جولی کو تو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اسے کون اٹھا کر لے گیا تھا کیونکہ اغوا کرنے والوں نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی جبکہ گونگی نوکرانی نے بھی اپنے چہرے کو نقاب میں چھپا رکھا تھا۔ اس لیے وہ اسے بھی پہچان نہیں سکتی تھی اور اس کی عزت پر حملہ کرنے والے درندے نے بھی اپنا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیچاری جولی نہ تو کسی کو دیکھ سکی اور نہ ہی وہ کسی کا نام جان سکی تھی۔"

یہ سن کر رگھوپتی نے اطمینان کا سانس لیا' پھر بولا۔ "پھر کیا ہوا آشا؟"

"پھر وہیں سے ہی راج محل فون کر کے بینا دیوی نے یوراج چندر بھوشن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ انہیں وہ اس بات سے آگاہ کر سکیں۔" آشا نے بتاتے ہوئے کہا۔ "لیکن چندر بھوشن جی سر میں درد ہونے کی وجہ سے سو گئے تھے۔ اس لیے بینا دیوی جولی کو آسرا دینے کی خاطر اسے اپنے ساتھ راج محل لے جانے لگیں اور جس وقت ہم کار میں بیٹھ کر راج محل کی طرف جا رہے تھے تو تمہاری موٹر سائیکل نے ہمارا راستہ روک لیا تھا۔"

آشا کی بات ختم ہوئی تو رگھوپتی یہ سوچنے لگا کہ اب وہ آشا سے کیا پوچھے؟ ویسے جولی نے یوراج چندر بھوشن کا نام بینا دیوی کو نہ بتا کر بڑی سمجھداری کا ثبوت دیا تھا

لیکن اس کے باوجود آشا کی باتوں اور اس کے لہجے سے یہ اظہار کیوں ہو رہا ہے کہ وہ اور بھی بہت کچھ جانتی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اس طرح کی اداکاری کر کے خود اس کے منہ سے اگلوانا چاہتی ہو؟

"پھر کیا ان اغوا کرنے والوں کا پتا چلا؟" اس نے انجان بنے رہنے کا دکھاوا کرتے ہوئے پوچھا۔ "یوراج چندر بھوشن صاحب نے تو انہیں سخت سزا دی ہوگی؟"

"اغوا کرنے والوں کا پتا تو نہیں چلا ہے لیکن شری یوراج چندر بھوشن نے شاہی مہمان محل کے تمام ملازموں کو قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ دیر سویر ان میں سے کوئی نہ اپنے جرم کا اقرار کرے گا ہی۔" بولتے بولتے آشا ایک پل کے لیے رکی' پھر آگے بولی۔ "جب تک تاج پوشی کی رسم ادا نہیں ہو جاتی' اس وقت تک اس بات کو خفیہ رکھنا ہی بہتر ہے کیونکہ بہت سے پردیسی مہمان بھی اس موقع پر یہاں آ رہے ہیں اور اگر ایسی بات پھیل گئی تو یہ پورے ملک کے لیے بدنامی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔"

"بالکل۔" رگھوپتی اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے بڑبڑایا۔ "شاید اس بات کو خفیہ رکھنے کے لیے یوراج صاحب اس کی زیادہ تفتیش ہی نہیں کرائیں گے۔ ممکن ہے تاج پوشی کی خوشی میں وہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ جولی کو اغوا کرنے والے مجرموں کو بھی معاف کر دیں۔"

"مجرموں کو یوراج تو معاف کر دیں گے۔" آشا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "لیکن کیا اوپر والا سب سے بڑا راجا انہیں ان کے جرم کی سزا نہیں دے گا؟"

"آشا نے ایک گہرا سانس لے کر یہ بات کچھ اس طرح سے کہی کہ وہ اس بات پر پھر سوچنے لگا کہ کیا یہ بھی آشا کی اداکاری ہی ہے؟ اس کے دل میں اگر اوپر والے کا کوئی خوف ہوتا تو یہ آج تک پرائے مردوں کو کیوں اپنے ہوس کے جال میں پھانستی رہتی؟ ایسی بے حیا اور بے شرم عورت کے منہ پر اوپر والے کے خوف کی بات اچھی نہیں لگتی۔ یہ ساری باتیں سوچنے کے باوجود رگھوپتی کو یہ ضرور محسوس رہا تھا کہ اس وقت آشا کی باتوں میں اسے بناوٹ کی جھلک نظر نہیں آ رہی ہے۔

"یہ بہت اچھا ہوا آشا کہ تم جولی کی خیر خیریت بتانے کے لیے میرے پاس آئی ہو۔" تھوڑی دیر بعد رگھوپتی نے کہا۔ "اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اب مجھے یہ بتاؤ کہ اس کے بدلے میں تمہیں کیا چاہیے؟"

"میں جو مانگوں گی' وہ دو گے؟" آشا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اگر میرے ہاتھ کی بات ہوگی تو ضرور دوں گا۔" رگھوپتی نے کہا۔

"یہ تمہارے ہاتھ کی نہیں بلکہ تمہاری ایک انگلی کی بات ہے۔" آشا کی یہ بات سن کر رگھوپتی اس طرح بوکھلا گیا جیسے کسی نے اس پر زندہ سانپ پھینک دیا ہو۔ وہ آشا کو دیکھ ہی رہا تھا کہ آشا کی آواز پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "مجھے تمہاری یہ انگوٹھی چاہیے۔"

"یہ انگوٹھی۔" رگھوپتی نے اس طرح پوچھا جیسے اسے یقین ہی نہ آرہا ہو۔ وہ چند لمحوں تک تو حیرت بھری نظروں سے آشا کو دیکھتا رہا' پھر بولا۔ "آشا میرا خیال ہے تم سے کوئی بھول سرزد ہو رہی ہے۔ لگتا ہے اس انگوٹھی کے چمکتے ہوئے پتھر کو دیکھ کر تم نے اسے بہت قیمتی سمجھ لیا ہے لیکن صرف سو روپے میں ایسی درجن بھر انگوٹھیاں بازار میں ملتی ہیں۔"

"اگر یہ اتنی ہی سستی سی چیز ہے تو اتار دو نا۔" آشا نے بڑے ہی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "میں اس انگوٹھی کے نگ کے اندر چھپی ہوئی گولی کی قیمت خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔"

رگھوپتی کو ایک زبردست جھٹکا لگا اور باوجود کوشش کے وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو چھپا نہیں سکا۔ اس نے سوچا کہ آشا کی اس بات کا مطلب تو یہی نکلتا ہے کہ اس نے جولی سے انگوٹھی کا راز بھی جان لیا ہے لیکن پھر بھی جان بوجھ کر وہ اس کے پاس سے یہ موت کی انگوٹھی کیوں مانگ رہی ہے؟ رگھوپتی کو اس کی چال سمجھ میں نہیں آرہی تھی' اس لیے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو رہا تھا کہ شاید راج شاہی کے خلاف ہونے والی بغاوت کا راز بھی اب آشا کی مٹھی میں آچکا ہے اور اگر اس مکار عورت نے اپنی مٹھی کھول دی تو ان کے سارے منصوبے پر پانی پھر جائے گا۔

"میں نے اتنی معمولی سی چیز مانگ کر شاید تمہیں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔" آشا کے لہجے میں حد درجہ مٹھاس آگئی تھی اور وہ بڑی ہی گھمبیر لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہی تھی۔ "یقین کرو مجھے جولی نے کچھ بھی نہیں بتایا ہے لیکن میں اتنا ضرور جان گئی

ہوں کہ اس نے جو انگوٹھی پہن رکھی ہے' اس کے اندر موت کی گولی ہے۔ میں نے تو اس سے صرف اتنا ہی پوچھا تھا کہ جولی اگر تمہاری عزت لٹ جاتی تو تم کیا کرتیں؟ میرا یہ سوال سن کر وہ جوش میں آگئی اور اپنی انگوٹھی کا ڈھکن کھول کر بولی تو میں یہ گولی کھا کر خودکشی کر لیتی۔"

"تو پھر تمہیں اس گولی کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔" رگھوپتی نے پوچھا۔

"اتنے سمجھدار ہونے کے باوجود بھی تم یہ بات نہیں سمجھے؟" کہہ کر آشا نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا اور بولی۔ "لو اپنے ہاتھوں سے میرے بلاؤز کی زپ کھول دو پھر ساری بات تم سمجھ جاؤ گے۔"

یہ سنتے ہی رگھوپتی کی پیٹھ اس طرح صوفے کی پشت سے لگ گئی جیسے کسی نے اسے زوردار دھکا دیا ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بند کمرے کے اندر آشا اس کے ہاتھ سے اپنے بلاؤز کی زپ کھلوا کر کیا کھیل کھیلنا چاہتی ہے؟ یکایک اس نے سوچا کہ اسے اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھول کر اس ناپاک عورت کو باہر نکال دینا چاہیے۔ ابھی اس نے اٹھنے کا فیصلہ ہی کیا تھا کہ اچانک آشا نے اپنے بلاؤز کی زپ خود ہی کھول کر اپنی ننگی پیٹھ اس کے سامنے کر دی اور بولی:۔

"لو دیکھ لو..... تمہیں کچھ نظر آرہا ہے؟" اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھا اور پیٹھ کے قریب پڑے ہوئے دو گڑھوں پر اپنی انگلی رکھ دی اور آگے بولی۔ "یہ نشان اس درندے کے فولادی پنجوں کے ہیں۔ اس کا پہلا شکار میں ہی بنی تھی۔ اس وقت اس نے چہرے پر نقاب نہیں چڑھا رکھا تھا۔ پہلے اس نے میرا لہو چاٹا اور پھر میری عزت لوٹی اور اس کے بعد میرے لیے اس نے ایک شوہر بھی تلاش کر دیا۔"

"آشا۔" رگھوپتی چیخ مار کر اٹھا اور اس کے سامنے آکر بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" آشا کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ ابھی تک رگھوپتی کو جو ایک بدکردار اور آوارہ عورت نظر آرہی تھی' اس کے آنسوؤں کو دیکھ کر رگھوپتی کے دل میں اس کے لیے ہمدردی کا جذبہ جاگ پڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ آشا کی بھیگی ہوئی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ پھر اپنا انگوٹھی والا ہاتھ اس کی جانب بڑھا کر دھیرے سے بولا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"آشا..... تم اپنے ہاتھوں سے ہی یہ انگوٹھی اتار لو۔ تمہارے آنسوؤں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ آج تک میں تمہیں ایک بدچلن اور آوارہ عورت سمجھ رہا تھا مگر....." بولتے بولتے رگھوپتی کی آواز بھرا گئی۔

"لیکن اب مجھے اچھا سمجھنے کی بھول نہیں کرنا۔" کہہ کر اس نے رگھوپتی کی انگلی سے انگوٹھی اتار کر اپنی انگلی میں ڈال لی اور بڑی بھاری آواز میں بولی۔ "اپنا بدلہ لینے کے لیے نکلنے والی عورت بڑی بے رحم بن جاتی ہے۔ پھر چاہے اس کے انتقام کا نشانہ اس کا شوہر ہو یا کوئی راجہ ہو۔"

اس کے آخری الفاظ سن کر رگھوپتی کا سارا شک دور ہو گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ آشا ان کی بغاوت والی سازش سے واقف نہیں ہے بلکہ یوراج چندر بھوشن سے اپنا انتقام لینے کے لیے تڑپ رہی ہے۔

آشا کمرے سے باہر جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھی تو رگھوپتی کا ہاتھ آپ ہی آپ اس کی جانب بڑھ گیا اور وہ اسے روک کر بولا۔ "آشا جولی کا خیال رکھنا اور ایسا کوئی موقع نہ آنے دینا کہ اسے یہ گولی کھانا پڑ جائے۔"

یہ سنتے ہی آشا نے جھٹ اپنے آنسو پونچھ لیے۔ پھر اپنے ہاتھوں کی پانچوں انگلیاں اٹھا کر مسکراتے ہوئے بولی۔ "دیکھو میری انگلیوں میں اب دو انگوٹھیاں ہیں۔ ایک شادی کی انگوٹھی ہے اور دوسری موت کی لیکن شادی کی اس انگوٹھی کو پہنتے ہی میں مر چکی تھی۔ اس لیے جو مر چکا ہو' اسے اب موت کا خوف کیوں ہو گا؟" اتنا کہہ کر آشا باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد دیر تک رگھوپتی کے کانوں میں اس کے کہے ہوئے الفاظ گونجتے رہے۔

○

کچھ تاخیر سے ایئرپورٹ پہنچنے والا رگھوپتی جب ٹیکسی رکوا کر نیچے اترا تو وجے کسٹم سے فارغ ہو کر باہر آچکا تھا۔ رگھوپتی نے اسے تلاش کرنے کے لیے جب کسٹم میں جھانکا تو بہت ہی قریب سے ایک آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "جئے بشپتی ناتھ۔"

"رگھوپتی نے چونک کر گردن گھمائی تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ جس شخص کو اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لینا چاہیے تھا' اسے پہچاننے میں اسے دشواری سی محسوس ہوئی تھی۔ وجے اس کے سامنے کھڑا تھا لیکن اس کا حلیہ کافی بدلا ہوا تھا۔ میرون رنگ کا لمبا سا چوغہ' گلے میں موٹی موٹی مالائیں اور سر پر سادھو سوامی بابا جیسی میرون رنگ پگڑی۔ بڑھی ہوئی داڑھی اور مونچھیں اگر اس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ نہ ہو تو وجے بالکل سادھو سوامی بابا کی نقل لگ سکتا تھا۔

وجے کو پہچان لینے کے بعد رگھوپتی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے اس سے ہاتھ ملانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک اسے خیال آگیا کہ آس پاس بہت سارے لوگ موجود ہیں اور وجے ایک سادھو کے روپ میں اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اس لیے اسے احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور ادب سے وجے کے آگے جھک کر بولا۔ "جئے بشپتی ناتھ۔"

"جئے بشپتی ناتھ۔" جواب میں وجے نے بھاری آواز میں کہا اور سوامی بابا کی طرح اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس نے آشیرواد دیا اور کہا۔ "بچہ ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کہاں رکھا ہے؟"

"تشریف لے چلئے مہاراج۔" کہہ کر رگھوپتی اسے ٹیکسی کی جانب لے جانے لگا لیکن تب ہی شوبھا اپنے باپ اروند آزاد کے ساتھ وہاں آپہنچی۔ اس نے قریب آتے ہی وجے کو مخاطب کر کے کہا۔ "مہاراج میرے پتاجی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ہمالیہ سے تشریف لائے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ وجے کو پرنام کرنے کے لیے ذرا آگے جھکی تو وجے نے سادھو سوامی بابا کے انداز میں اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر دھیرے سے کہا۔ "ہمالیہ تو یہاں بھی ہے' من کی آنکھیں کھول کر دیکھ لے۔"

رگھوپتی ٹیکسی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ وجے نے ایک نظر شوبھا پر ڈالی اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ ٹیکسی کے اندر داخل ہو گیا۔ رگھوپتی نے دروازہ بند کیا اور گھوم کر دوسری جانب کے دروازے میں داخل ہو کر بیٹھ گیا لیکن اس سے پہلے کہ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھتی' شوبھا ایک بار پھر ان کے قریب آگئی اور ٹیکسی کی کھڑکی کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سامنے جھک کر بولی۔ "لیجے مہاراج میں آپ کی خدمت میں ایک حقیر سا نذرانہ پیش کر رہی ہوں۔ اسے قبول کر لیجئے۔" اتنا کہہ کر اس نے ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک پیکٹ پکڑا دیا۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہوئی تو اس نے دھیرے سے رگھوپتی سے کہا۔ "اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر ہی اسے کھولنا۔"

وجے اور رگھوپتی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہی رہے۔ وہ کچھ پوچھنے اور کچھ کہنے کے لیے کافی بے چین دکھائی دے رہے تھے لیکن ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی کی وجہ سے انہیں صبر کرنا پڑ رہا تھا لیکن پھر بھی بے خیالی میں رگھوپتی نے ایک بار اپنی گود میں پڑے ہوئے پیکٹ کو کھولنے کی کوشش کی تھی مگر تب ہی وجے نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ "بچہ ذرا صبر سے کام لے۔"

وجے نے رگھوپتی کو پیکٹ کھولنے سے روک دیا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ خود بھی پیکٹ کھول کر دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا کہ آخر شوبھا نے ایسی کیا چیز ان پیکٹوں میں پیک کر کے انہیں دی ہے؟

گھر پہنچ کر رگھوپتی نے اپنے دروازے کا تالا اس طرح کھولا جیسے یہ تاخیر بھی اس سے برداشت نہیں ہو رہی ہو۔ گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے وجے کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی بے صبری سے بولا۔ "وجے ہم ایسا کرتے ہیں کہ دونوں ایک ساتھ ہی اپنے اپنے پیکٹ کھولتے ہیں۔ ریڈی' ون' ٹو تھری.....

پیکٹ پر لپٹے ہوئے کاغذات ان دونوں نے ایک ساتھ ہی اتار پھینکے۔ پھر اندر سے نکلنے والی چیز پر ان کی نظریں کسی مقناطیسی لوہے کی طرح چپک گئیں۔ پھر دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ "ارے یہ تو ٹائم بم ہے۔ قوم کے سب سے بڑے مگر سب سے بھیانک لیڈر کی جیون کہانی۔"

دونوں کے ہاتھوں میں تقریباً دو سو صفحات کی ایک ایک کتاب تھی جس کے ٹائٹل پر سرخ رنگ سے لکھا تھا "ٹائم بم۔" اور واقعی یہ کتاب انہیں اس وقت ٹائم بم کی طرح ہی خطرناک محسوس ہو رہی تھی۔

"تو شوبھا نے پرشورام کے مسودے کی کتاب بھی چھپوالی؟" تھوڑی دیر بعد وجے نے کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔ "لیکن پرشورام کے مسودے کی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فائل اس کے ہاتھ میں کیسے آگئی؟"

"ارے کتاب کو کھول کر ذرا پانچویں صفحے پر تو دیکھو۔" رگھوپتی نے کہا اور خود ہی پڑھ کر سنانے لگا۔ "خونی درندے کی بھینٹ چڑھ جانے والی ایک معصوم لڑکی رکمنی دیوی عرف روکھی کے نام....."

یہ جملہ پڑھتے ہی دونوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ یہ آنسو روکھی کی موت پر بھی بہہ رہے تھے اور شوبھا کی ہمت پر بھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں دھندلائی ہوئی آنکھوں سے کتاب کو گھورتے رہے۔ پھر وجے اس طرح دھیرے دھیرے بڑبڑانے لگا جیسے خود سے بات کر رہا ہو۔ "اب سمجھ میں آرہا ہے کہ شوبھا نے لاکھ روپے واپس کیوں کر دیئے تھے؟ درندے سے بدلہ لینے کے لیے اس کے ہاتھ میں ٹائم بم آگیا ہوگا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اب مجھے لاکھ روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ بدلہ لینے کے لئے مجھے ایک سستا مگر بے حد موثر ہتھیار مل گیا ہے اور وہ ہتھیار یہی ٹائم بم ہے۔"

"لیکن پرشورام کے مسودے کی فائل شوبھا کو کیسے اور کہاں سے مل گئی؟" رگھوپتی نے وجے کی بڑبڑاہٹ سننے کے بعد کہا۔ "آخری بار تو اس مسودے کی فائل سندھی رام چندر روی والے کے پاس تھی جس سے روکھی وہ فائل لے گئی تھی اور اس کے دوسرے روز ہی اس کا قتل ہو گیا تھا....." ابھی رگھوپتی نے اتنا ہی کہا تھا کہ کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"شاید شوبھا کا ہی ہوگا۔" کہہ کر رگھوپتی فون کی جانب بڑھا اور پھر کان پر ریسیور لگاتے ہی اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ دوسری طرف شوبھا ہی تھی جو پوچھ رہی تھی۔ "کتاب دیکھی؟"

"ہاں شوبھا.....اور ابھی ہم اس کے اثر سے باہر بھی نہیں نکل پائے تھے کہ تمہارا فون آگیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ....."

"کہ فائل میرے قبضے میں کیسے آگئی؟" شوبھا نے دوسری طرف سے اس کی بات کاٹ دی اور اس کی ادھوری بات مکمل کر کے آگے بولی۔ "میں فون پر زیادہ تفصیل نہیں بتاؤں گی۔ بس اتنا بتا دیتی ہوں کہ روکھی روی والے سندھی سیٹھ سے فائل لے کر اسے اپنے گھر لے ہی نہیں گئی تھی بلکہ اس نے وہ فائل بیوٹی پارلر میں ہی ایک

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جگہ چھپا کر رکھ دی تھی۔"

اتنی دیر میں وجے نے آگے بڑھ کر رگھوپتی کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا اور شوبھا سے بولا۔ "لیکن شوبھا تم نے ٹائم بم کا دھماکہ وقت سے پہلے کر دیا ہے۔ ابھی ہمارا اہم کام تو....."

"نہیں وجے۔" شوبھا نے پھر بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں نے ٹائم بم کو بالکل فٹ کر کے ہی رکھا ہے۔ بھارت میں اس کا دھماکا اس وقت ہوگا جب ہم یہاں سے اس کا سوئچ دبائیں گے۔"

یہ سن کر وجے چپ رہ گیا۔ ٹھیک اسی وقت رگھوپتی نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا اور شوبھا سے بولا۔ "شوبھا اب یہ بتاؤ کہ تم مجھے اس درندے کے پاس کب لے جاؤ گی؟" رگھوپتی شاید یہ سمجھ رہا تھا کہ پہلے کی طرح اس بار بھی شوبھا اس کے سوال کو درمیان میں ہی کاٹ کر ٹال دے گی لیکن اس بار اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا کیونکہ شوبھا کہہ رہی تھی۔ "آئندہ پیر کے روز شام کے ٹھیک سات بجے۔" اتنا کہہ کر اس نے ریسیور رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

ایک ایک لمحہ بڑی بے چینی میں گزر رہا تھا۔ منگل کے دن وجے نے جب کھٹمنڈو میں قدم رکھا تو کھٹمنڈو ایئرپورٹ پر ہی پرشورام کی کتاب ٹائم بم اس کے ہاتھوں میں آگئی تھی اور تب اس نے محسوس کیا تھا کہ ایک سنسنی خیز کھیل کا پہلا حصہ اب ختم ہو گیا ہے۔

مہاراجہ کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے کر جب اس نے اپنا وطن چھوڑا تھا تو یہ بات اس کے تصور میں بھی نہیں تھی کہ کوئی غیبی قوت اسے کسی انجانے راستے پر لے جا رہی ہے۔ دو ایسے واقعات جن کا آپس میں ایک دوسرے سے کوئی ربط ہی نہ ہو' وہ دونوں واقعات اگر اچانک ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں تو آدمی حیران سا رہ جاتا ہے۔ بینک سے لوٹی ہوئی رقم سے بھری ہوئی دو پیٹیوں کو اس نے سورگباشی مہاراجہ کے گناہوں سے بھری ہوئی پیٹیاں سمجھ کر ایک کنویں میں پھینک دیا تھا۔ تو

اس وقت اسے یہ بات کہاں معلوم تھی کہ انہی پیٹیوں میں وہ طاقت چھپی ہوئی ہوگی جو آزادی وطن کی جدوجہد کے لیے ان کے کام آئے گی اور پھر دہلی جاتے وقت الہ آباد ایکسپریس میں جب پرشورام نے اپنے مسودے کی فائل اس کے سپرد کی تھی تو اس وقت اس کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اپنی جس بہن کو تلاش کرنے کے لیے وہ اپنے وطن سے باہر نکلا ہے' وہی بہن روکھی آج ایک کتاب کے روپ میں اس کے ہاتھ میں ہوگی۔

وجے اور رگھوپتی ہر بات کو بھول کر جلد سے جلد اس کتاب کو پڑھ ڈالنا چاہتے تھے۔ دو سو صفحات پر مشتمل کتاب ٹائم بم کے ختم ہونے تک وہ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی کو بھی فراموش کر چکے تھے۔ پھر کتاب کا آخری صفحہ ختم کر کے انہوں نے اس کا آخری پیراگراف تقریباً ایک ساتھ ہی پڑھا۔ "لوگ اسے دانا' درویش دستگیر' داور اور دیوتا جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ اسے اپنا رہبر اور ایک رحم دل انسان سمجھتے ہیں' اسے اپنا اور اپنی قوم کا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں وہ انتہائی ہوشیار اور ہونہار لیڈر ہے۔ قوم اسے انہی القاب سے یاد کرتی ہے لیکن اس ناپاک انسان کا اصل نام تو ان القاب کے پہلے لفظ کو ملا کر پڑھا جائے۔

مثلاً دیوتا کا پہلا لفظ د' رہبر کا پہلا لفظ ر' نجات دہندہ کا پہلا لفظ ن' دستگیر کا پہلا لفظ د اور ہونہار کا پہلا لفظ ہ کو اگر ملا کر پڑھا جائے تو وہ "درندہ" بن جاتا ہے اور یہی اس کی اصلیت ہے۔

اس آخری پیراگراف کو پڑھ کر ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے انہیں خیال آگیا کہ چونکہ شوبھا خود اس بھیڑیئے کا شکار بن چکی ہے' اس لیے وہ اس کی اصلیت سے بھی واقف تھی۔ جب ہی اس نے اس کے تمام القاب سے ایک ایک لفظ نکال کر اسے "درندہ" کا نام دیا ہے۔ انہیں یاد آگیا کہ شوبھا نے انہیں بتایا تھا کہ بھارت سرکار کا ایک بے محکمہ وزیر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بڑے بڑے سیاست دانوں اور بڑے بڑے لیڈروں کے بستروں پر چھوڑ آتا تھا۔ پرشورام نے یہ صاف صاف لکھا تھا کہ آزادی کی جنگ لڑنے والے سپاہی اروند آزاد کی بیٹی شوبھا کو ایک بڑے وزیر نے ہنستے ہوئے بتایا تھا کہ ہم نے ایک بے محکمہ وزیر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس لیے رکھا ہوا ہے کہ وہ تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کے پاس باآسانی پہنچ جایا کرے۔

"تم کس سوچ میں ڈوب گئے ہو وجے؟" رگھوپتی نے کتاب بند کر دی اور اسے اپنے بستر کے نیچے چھپا کر بولا۔ "لگتا ہے میری طرح تم بھی یہی سوچ رہے ہو کہ ابھی اور اسی وقت چل کر اس درندے کو گولی مار دوں' ہے نا؟"

"اس کا وقت تو شوبھا نے مقرر کر رکھا ہے۔ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔" وجے کتاب کے سرورق کو گھورتے ہوئے بولا۔ "عوامی حکومت قائم کرنے کے لیے ہم نے راجا شاہی حکومت کو ختم کرنے کا فیصلہ تو کر لیا ہے لیکن ہمارے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ عوامی حکومت کے اندر بھی کوئی ایسا درندہ پیدا نہیں ہوگا؟"

"تو کیا تم....."

"نہیں۔" وجے نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی اور کہا۔ "راجا شاہی حکومت کے خلاف ہونے والی ہماری بغاوت کو روکنا اب مشکل ہے کیونکہ راجا شاہی حکومت کی جگہ عوامی حکومت قائم کرنے کے سوا اب کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔"

"یہ سب تم جانو۔" رگھوپتی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں نے تو صرف روکھی کا بدلہ لینے کا عہد کر رکھا ہے۔ چاہے دشمن کا تعلق راجا شاہی سے ہو یا عوامی نمائندے سے ہو' جو بھی ہو دیکھا جائے گا۔"

"ہندوستان کی آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو اگر یہ بات معلوم ہوتی کہ ان کی قربانی کے نتیجے میں ہندوستان کو ایسی آزادی نصیب ہوگی تو وہ کبھی آزادی کے لیے نہ لڑتے۔" کہہ کر وجے نے آگے کہا۔ "یہی بات مجھ سے شوبھا کے باپ نے پوچھی تھی۔"

"تو پھر تم نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟" رگھوپتی نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ میرا جواب صحیح تھا یا غلط لیکن میں نے کہا تھا کہ اگر ایک جنگ سے کوئی بہتر نتیجہ نہ نکلے تو دوسری جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔" وجے بولا۔ "بس تو پھر تم راجا شاہی اور عوامی حکومت کا موازنہ کیوں کرتے ہو؟" رگھوپتی اس طرح بولا جیسے اسے کچھ یاد آگیا ہو۔ "شروع شروع میں یہاں نیپال پر راناؤں کی حکومت تھی

اور یہاں کے چھوٹے بڑے راجاؤں پر رانا ہی حاوی تھے لیکن پھر راجاؤں نے بغاوت کی اور راناؤں کی حکومت کا خاتمہ کرکے اپنی راجاشاہی حکومت قائم کر دی اور اب عوام ان کے خلاف بغاوت کرکے اپنی عوامی حکومت قائم کرے گی' اس لیے میرے خیال میں آزادی کی جنگ لڑنے والے سپاہی کو پہلے سے کوئی نتیجہ نہیں سوچنا چاہیے۔"

رگھوپتی کی یہ دلیل سن کر وجے کو خاموش ہو جانا پڑا۔ دہلی سے رگھوپتی کے چلے جانے کے بعد وجے دن رات اسی بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اس نے کارل مارکس' پلاٹو' قائداعظم محمد علی جناح اور مہاتما گاندھی تک کے خیالات پڑھ ڈالے لیکن وہ اپنی ایک آزاد ریاست اور آزاد قوم کا کوئی نقشہ نہیں بنا سکا اور تب اس نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لی تھی کہ آزادی حاصل کر لینے کے بعد ہر قوم اپنی زندگی کا راستہ خود ڈھونڈ لیتی ہے۔

اور اس وقت بھی اسے اپنے دل کو یہی تسلی دے کر خود کو کام میں مصروف کر لینا پڑا تھا۔ بغاوت کی سازش کو کامیاب بنانے کا سارا پلان اس نے رگھوپتی سے سمجھ لیا تھا اور ایک اہم ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ سادھو سوامی بابا کے بھیس میں رہ کر ہی اسے فلموں کے پرنٹ پروجیکشن کے لیے پہنچانے تھے۔ ان ساری باتوں کے بعد رگھوپتی نے اس سے کہا تھا۔ میں ہر جگہ چیک کرکے خود ہی دیکھ لوں گا کہ وہاں کیسی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد میں پیر کی شام کو شوبھا کے ساتھ جا کر پرشورام کے درندے کا خاتمہ کر دوں گا۔" رگھوپتی کی یہ بات سن کر وجے اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن تب ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

○

"شوبھا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" کہہ کر رگھوپتی نے ریسیور اٹھا لیا تھا لیکن دوسری طرف سے آنے والی آواز عورت کی ہونے کے باوجود شوبھا نہیں تھی' کون آشا؟ کون ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"میں آشا ہی ہوں۔" دوسری طرف سے آشا نے کہا۔ "میں اس وقت بینا دیوی کے پرائیویٹ فون پر سے بات کر رہی ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے یہاں کوئی گرو جی آئے ہیں؟"

"ہاں۔" رگھوپتی نے وجے کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا۔ "ایک گرو دیو جی تشریف تو لائے ہیں لیکن تمہیں ان سے کیا کام پڑ گیا؟"

"ان سے مجھے کام نہیں پڑا ہے بلکہ یہاں ان کی ایک بھگت بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ ان سے بات کرنا چاہتی ہے۔" کہہ کر آشا نے ریسیور شاید جولی کو دیا تھا کیونکہ رگھوپتی کو یہی لگا تھا کہ وہ جولی اور وجے کی بات کرانا چاہتی ہے' لہٰذا رگھوپتی نے بھی اپنا ریسیور وجے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیجئے گرودیو مہاراج' آپ کی کوئی داسی آپ کی آواز سننے کے لیے بے چین ہے۔"

وجے جلدی سے اٹھ کر فون کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ دہلی میں تھا تو اس وقت بھی آشا نے ایک بار اس سے جولی کی بات کرائی تھی۔

"سب خیریت تو ہے ناں؟" وجے نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "آشا اور بینا دیوی تمہارا خیال تو رکھتی ہیں ناں؟"

"ہاں لیکن آپ کے درشن کے لیے دل تڑپ رہا ہے۔" جولی کی آواز گھمبیر لگ رہی تھی۔ "آشا نے آپ کے محل میں آنے کی ترکیب سوچ لی ہے۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"محل میں اور میرے آنے کی ترکیب؟" وجے نے ایک جھٹکا سا محسوس کیا' پھر سنبھل کر بولا۔ "مگر مجھے صبح سویرے ہی باہر نکل جانا ہے۔" ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ دوسری طرف سے جولی کی بجائے اسے آشا کی آواز سنائی دی۔ "سنئے گرو دیو جی..... آپ کی داسی جو آپ سے کہتے ہوئے شرما رہی ہے' وہ بات میں آپ کو بتاتی ہوں۔ اصل میں آپ کی داسی جولی یہ نہیں چاہتی کہ جس نے اسے ایک نئی زندگی دی ہے' اس ہونے والی مہارانی بینا دیوی کی قسمت کا ستارہ طلوع ہونے سے پہلے ہی نہ ڈوب جائے۔ کیا آپ مہارانی کو اس اداسی سے نکال کر انہیں خوش قسمتی کا آشیرواد دے سکتے ہیں؟"

آشا کی یہ بات سن کر وجے کانپ اٹھا۔ جولی نے آشا کے ذریعے جو بات کہلوائی تھی' اس کا مطلب تو یہ تھا کہ یوراج چندر بھوشن جیسے ناپاک درندے کو معاف کر دیا جائے۔ چونکہ بینا دیوی نے عین وقت پر پہنچ کر جولی کی عزت اور اس کی جان بچائی تھی۔ اس کے بدلے میں جولی بینا دیوی کے سہاگ کو زندگی دینا چاہتی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر معصوم روکھی اور دوسری بہت سی لڑکیوں کی قربانی کا بدلہ کس طرح لیا جا سکے گا؟

"آپ نے خاموشی کیوں اختیار کر لی؟" دوسری طرف سے جواب نہ پا کر شوبھا نے پوچھا اور آگے کہا۔ "آئندہ منگل کے روز جشن کی تقریب کا دعوت نامہ آپ کو مل جائے گا اور آپ کی جولی کی خواہش ہے کہ مجرم کی جان بخشی کا مطلب قید خانہ بھی ہو سکتا ہے۔" آشا نے یہ آخری الفاظ بہت جلدی میں کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا لیکن پھر وجے ریسیور ہاتھ میں لیے دیر تک کھڑا رہا۔ یہ دیکھ کر رگھوپتی نے بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر پر تجسس لہجے میں بولا۔ "کیا ہو گیا وجے؟"

"بہت برا۔" کہہ کر وجے نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے اس بات کی ساری تفصیل رگھوپتی کو بتا دی جو ابھی ابھی جولی نے آشا کے ذریعہ اس سے کہلوائی تھی۔

"ایسی بات پر تو سوچنا بھی نہیں چاہیے۔" رگھوپتی غصے میں پھنکارتا ہوا بولا۔ "ارے اگر بینا دیوی کے سامنے اس کے نامدار شوہر کا اصل روپ ظاہر ہو گا تو بیوی ہونے کے باوجود اس کے دل میں ایسے شیطان صفت آدمی کے لیے ہمدردی کا جذبہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نہیں پیدا ہوگا اور اگر تم جولی کی خواہش کے آگے مجبور ہو جانا چاہتے ہو تو برائے مہربانی منگل کی شام کو یوراج کی تاج پوشی کے وقت محل میں مت داخل ہونا۔ مجھے تو اس درندے کو اس وقت تک تڑپا تڑپا کر مارنا ہے جب تک کنواری لڑکیوں کے خون کا ایک ایک قطرہ تک اس کے جسم میں موجود ہے۔" رگھوپتی کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وجے کو اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک تو رگھوپتی کی طرف دیکھتا رہا' پھر بولا۔ "دوست اس پاپی کی موت ہی ہمارا عہد ہے اور اس کی موت میرے ہی ہاتھوں ہوگی۔" اتنا کہہ کر وجے چپ ہو گیا لیکن دل ہی دل میں اس نے اپنے آپ سے یہ ضرور کہا تھا۔ پھر چاہے میری موت اس کے ہاتھوں ہی کیوں نہ ہو۔

○

اتوار کی رات کو رگھوپتی کاسینو میں بظاہر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا تھا لیکن اس کی نگاہیں مسلسل داخلی دروازے پر ہی لگی ہوئی تھیں۔ وہ ہر تھوڑی تھوڑی دیر بعد دروازے کی جانب دیکھتا اور پھر ناامید ہو کر وہ منہ پھیر لیتا۔ آج دوپہر ہی سے شوبھا کی کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ اس کا کچھ بھی پتا نہیں چل رہا تھا۔ رگھوپتی نے دوبار اس کے ہوٹل میں فون کرکے اس کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دونوں ہی بار شوبھا کے باپ نے اسے ایک ہی جواب دیا تھا کہ ابھی وہ آئی نہیں ہے۔

رات کو کاسینو آنے سے قبل وہ خود ہوٹل میں گیا تھا لیکن اس وقت بھی شوبھا ہوٹل میں واپس نہیں آئی تھی اور تب شوبھا کے پتاجی نے اسے بتایا تھا کہ جاتے ہوئے وہ صرف اتنا ہی کہہ کر گئی تھی کہ ایک کام انجام دینے جا رہی ہوں۔ اگر مجھے دیر سویر ہو جائے تو فکر مت کرنا۔

رگھوپتی نے محسوس کیا تھا کہ شوبھا کے اس طرح جانے کے بعد اس کے پتاجی بھی اندر ہی اندر پریشان ہیں' اس لیے وہ ان کا جی بہلانے کے لیے انہیں اپنے ساتھ کاسینو لے آیا تھا۔ پھر رات نو بجے سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک اس نے ہوٹل میں فون کرکے شوبھا کے بارے میں پوچھا تو اسے کاؤنٹر پر سے یہی جواب ملا کہ ان کے کمرے کی چابی ہمارے پاس ہی موجود ہے۔

آخر وہ کہاں گئی ہوگی؟ رگھوپتی اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسے یہ شک بھی ہونے لگا تھا کہ کہیں کسی نئے گاہک کو کمپنی دینے کے لیے تو نہیں چلی گئی ہوگی؟ آج سے پندرہ روز قبل تک تو شوبھا کے بارے میں ایسی باتیں سوچی جا سکتی تھیں لیکن اس وقت رگھوپتی کو یہ ایک بڑی واہیات سی بات معلوم ہو رہی تھی کیونکہ بدکردار عورتوں کا بھی کوئی کردار تو ہوتا ہی ہے۔ کسی ایک مرد کے ساتھ وفادار رہنے کی بات کو نہ تسلیم کرنے والی عورت اپنا فرض نبھانا جانتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت تو یہی ہے کہ کسی کو بتائے بغیر پرشورام کا لکھا ہوا مسودہ حاصل کرکے اس کی کتاب بھی چھپوا لی تھی اور کسی مدد کے بغیر اس نے تن تنہا یوراج چندربھوشن جیسے طاقتور درندے سے انتقام لینے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا اور روزانہ صبح و شام وہ باقاعدگی سے پشپتی ناتھ کے مندر میں جانے لگی تھی۔ ایک بار اسے مندر جاتے دیکھ کر رگھوپتی نے اس سے پوچھا تھا۔ "روزانہ مندر جا کر تم بھگوان سے اپنے لیے کیا مانگتی ہو شوبھا؟"

تب رگھوپتی کے اس مذاق کا جواب شوبھا نے بڑی سنجیدگی سے دیتے ہوئے کہا تھا۔ "اب میری زندگی میں رکھا ہی کیا ہے جس کے لیے بھگوان سے کچھ مانگوں؟ اپنے ماتھے پر لگے ہوئے کلنک کو تو اب میں دھو ہی نہیں سکتی لیکن پھر بھی میں داغ کو مٹانے کی تھوڑی کوشش تو کر سکتی ہوں۔"

ایسی اچھی بات کہنے والی شوبھا کے بارے میں اس وقت رگھوپتی جیسی باتیں سوچ رہا تھا' وہ خود اسے بہت ناگوار محسوس ہو رہی تھیں جس کے لیے وہ اپنے آپ کو دل ہی دل میں کوس رہا تھا۔ یکایک کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بری طرح سے چونک پڑا۔ "ارے بانکے میاں تم؟ کافی دنوں بعد نظر آئے؟ کب آئے ہو یہاں؟"

"کاسینو کے اندر تو کافی دیر سے موجود ہوں۔" بانکے میاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہاری نظروں میں اب آیا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے چٹکی بجا کر سگریٹ کی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

راکھ جھاڑی پھر آگے بولا۔ "لگتا ہے آج تمہاری چوکنا نگاہیں کسی اور کے انتظار میں بھٹک رہی ہیں؟"

افیون' چرس اور ہیروئن کے اسمگلر بانکے میاں نے رگھوپتی کی آنکھوں کی چوری پکڑ لی تھی اور رگھوپتی اس کا جواب سوچ رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دے پاتا' بانکے میاں خود ہی بول پڑا۔ "ارے تمہارا ایک دوست مجھ سے الہ آباد کی جیل میں ٹکرا گیا تھا۔ کیا تھا اس کا نام؟" وہ نام یاد کرنے کی کوشش میں اپنا سر کھجاتے ہوئے کچھ سوچتا رہا۔ پھر چٹکی بجا کر سگریٹ کی راکھ جھاڑ کر جلدی سے بولا۔ "ہاں یاد آگیا.....وہ نیپال کے سورگباشی مہاراجہ کا پاپ اٹھانے والا وجے تھا۔ بیچارہ اپنی گمشدہ بہن کی تلاش میں نکلا تھا۔ پھر کیا ہوا اس کا؟"

یہ سن کر رگھوپتی کو الہ آباد کے حوالات کی وہ کہانی یاد آگئی جو وجے نے اسے سنائی تھی۔ تو یہی وہ بانکے میاں تھا جس سے وجے کی حوالات میں ملاقات ہوئی تھی۔

"ہاں یار....." رگھوپتی نے بڑی ہمدردی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اس نے اپنے خط میں تمہارا ذکر کیا تھا اور بڑے اچھے لفظوں میں اس نے تمہیں یاد کیا تھا۔"

"وہ چونکہ خود ہی بہت اچھا آدمی تھا' اس لیے دوسروں کو بھی اچھے لفظوں میں یاد کرتا ہے۔" کہہ کر بانکے میاں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ "لیکن اس کا کیا ہوا؟ کیا اس کی بہن اسے مل گئی؟"

"نہیں.....نہیں مل سکی۔" ایک سرد سی آہ بھر کر رگھوپتی نے آگے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ کاسینو کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے پولیس انسپکٹر پر اس کی نظر پڑ گئی اور وہ چونک کر بول پڑا۔ "ارے یہ تو کسٹم انسپکٹر ہے۔" اتنا کہہ کر رگھوپتی نے ایک لمحے کے لیے دروازے کی جانب گردن گھمائی۔ رگھوپتی نے گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھا لیکن بانکے میاں کا کوئی پتا نہیں تھا اور تب ساری بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ کسٹم پولیس کا انسپکٹر بانکے میاں کی تلاش میں ہی یہاں آیا ہوگا جسے دیکھ کر بانکے میاں رفوچکر ہو گیا ہے۔ اس نے دل ہی دل میں بھگوان سے دعا مانگی کہ بیچارہ بھاگ سکے تو اچھا ہے.....

لیکن اس سے پہلے کہ اس کی دعا بھگوان تک پہنچتی' بانکے میاں پولیس کے شکنجے میں پھنس گیا۔ "بچے بانکے میاں تم بہت دنوں سے ہماری نظروں میں تھے اور آج تم ہمارے ہاتھوں میں ہو۔" کسٹم انسپکٹر کے الفاظ رگھوپتی کی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔ "تمہارے کمرے سے سوا دو لاکھ کا مال برآمد ہوا ہے اور ہم نے تمہارے ایک ساتھی کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ چلو آگے....."

یہ سن کر رگھوپتی کو لگا کہ بانکے میاں اب بالکل ہی ٹوٹ کر بکھر پڑے گا لیکن بانکے میاں نے تو مسکرا کر رگھوپتی کی طرف دیکھا۔ پھر اسے تسلی دیتا ہوا بولا۔ "اس میں افسوس کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔" اتنا کہنے کے بعد وہ ذرا دھیمی آواز میں آگے بولا۔ "آج کل ہمارا باس سیر سپاٹے کے لیے یہاں آیا ہوا ہے۔ میں تو اسے نہیں پہچانتا لیکن وہ تو مجھے پہچانتا ہی ہوگا ناں.....بس دو چار دنوں میں ہی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے میں رہا ہو جاؤں گا۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی عادت کے مطابق زوردار چٹکی بجا کر سگریٹ کی راکھ جھاڑی اور ہنستا ہوا انسپکٹر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

بانکے میاں کے جانے کے بعد رگھوپتی کو خیال آیا کہ شوبھا اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ وہ اچانک شوبھا کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گیا اور چونکتے ہوئے بولا۔ "ارے شوبھا.....؟ میں تو بے حد فکرمند ہو رہا تھا کہ....."

"اچھا....." شوبھا نے ہنستے ہوئے درمیان میں ہی کہہ دیا۔ "اچھا ہوا۔ آج مجھے پتا تو چلا کہ میری فکر کرنے والا بھی کوئی ہے تو سہی۔"

"لیکن مجھ سے زیادہ تمہارے پتا جی تمہاری فکر میں تھے۔" رگھوپتی نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اب یہ بتاؤ تم گئی کہاں تھیں؟"

"خبر لینے۔"

"کس کی؟"

"ابھی جس شخص کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے' اس کے باس کی۔" شوبھا نے جواب دیا۔

"کیا؟" رگھوپتی چونک پڑا۔ "کون ہے اس کا باس؟"

"اس کا باس وہی ہے جو ہمارا دشمن ہے۔" شوبھا نے کہا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رگھوپتی کو اس وقت شوبھا بڑی پراسرار لگ رہی تھی۔ اس کا جواب سن کر وہ کچھ دیر تک اسے گھورتا ہی رہا۔ جب وہ کوئی اور سوال نہ کر پایا تو شوبھا نے ہی کہا۔ "آئندہ کل شام کے وقت جس کو اس دنیا سے رخصت ہونا ہے' اسے آج اچانک دل کا دورہ پڑ گیا ہے۔"

"ہارٹ اٹیک؟" رگھوپتی حیرت سے بولا۔ "اور تم اس کی خیریت پوچھنے گئی تھیں؟"

"خیریت پوچھنے نہیں بلکہ خبر معلوم کرنے گئی تھی۔" کہہ کر شوبھا نے بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "ہمارے انتظار میں وہ ابھی اور چوبیس گھنٹے کھینچ لے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی موت مر جائے' ہمیں اسے مار ڈالنا چاہیے۔"

یہ سن کر رگھوپتی سناٹے میں رہ گیا۔ آج تک جو عورت مردوں کو کھلونے جیسی لگتی تھی' وہی عورت اس وقت اسے مردوں کی موت جیسی خوفناک نظر آ رہی تھی۔

○

دو منزلہ اسپتال کی عمارت کے مین گیٹ کے لیمپ پوسٹ کے نیچے کھڑے ہوئے رگھوپتی نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا تو ۷ کے سات بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے۔ شوبھا نے اس سے کہا تھا کہ وہ سات بج کر پانچ منٹ تک وہاں پہنچے گی لیکن رگھوپتی تو پندرہ منٹ پہلے ہی وہاں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے کندھے سے چمڑے کا ایک سفری بیگ جھول رہا تھا جس میں ایک کیمرہ اور فلش گن کے علاوہ کوئی اور وزنی چیز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود بھی رگھوپتی کو یہ بیگ اس وقت بڑا وزنی محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی اسلحہ وغیرہ ساتھ لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات شوبھا نے اسے سمجھا دی تھی مگر پھر بھی اپنے جیکٹ کے اندر اس نے اپنا پستول رکھ ہی لیا تھا۔ شوبھا کی عادت تھی کہ وہ ہر کام کو آخری وقت تک خفیہ رکھتی تھی اور شوبھا کی اسی عجیب سی خاصیت نے رگھوپتی کو اس وقت بھی الجھن میں ڈال رکھا تھا لیکن اس کے باوجود شوبھا کے اٹل اور مضبوط ارادوں کا دل ہی دل میں قائل ہوتا جا رہا تھا۔

شوبھا کے انتظار میں کھڑا وہ بار بار اپنی گردن سے جھولتے ہوئے پشمینی ناتھ کے لاکٹ پر اپنا ہاتھ پھیرتا رہا اور سوچتا رہا کہ آخر شوبھا نے اس درندے کو ختم کرنے کے لیے کون سی ترکیب سوچی ہوگی؟

"کسی آدمی کو مارنے کے تو بہت سے طریقے ہوتے ہیں۔" شوبھا نے ایک بار رگھوپتی اور وجے کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔ "سامنے اگر کوئی مرد ہو تو اس کو مارنے کے لیے ہتھیار اٹھانا پڑتا ہے لیکن ہمیں جس بزدل شیطان کو مارنا ہے' اس کے لیے تو کاغذ کا ٹائم بم ہی کافی ثابت ہوگا۔"

"تم کوئی بھی ترکیب آزما لو شوبھا۔" تب وجے نے اس کے جواب میں کہا تھا۔ "لیکن یہ بات ضرور یاد رکھنا کہ چوبیس گھنٹے بعد ہمیں بہت ہی طاقتور دشمن کو ختم کرنا ہے اور تم ایسا کوئی کام نہ کر بیٹھنا کہ ہمیں اس کام کو انجام دینے میں کوئی تاخیر ہو جائے۔"

"یہ سب میں نے سوچ لیا ہے۔" شوبھا نے اپنی عادت کے مطابق اپنے پراسرار لہجے میں اتنا ہی کہا تھا۔ "کل صبح تک تو صرف اس کی موت کی خبر سنی جائے گی مگر پرسوں سارے بھارت کے لوگ اس کی زندگی پر تھوکیں گے۔" اتنا کہہ کر وہ اس وقت ان دونوں کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

اچانک اسپتال کی عمارت سے چار پانچ نرسوں کو نکلتے دیکھ کر رگھوپتی لیمپ پوسٹ کی روشنی سے ذرا دور ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری سات آٹھ نرسیں اس کے قریب سے گزر گئیں۔ اس وقت اس کی گھڑی میں سات بج کر پانچ منٹ ہو چکے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ ان نرسوں کی آمد و رفت کے درمیان شوبھا نہ آ جائے لیکن ٹھیک اسی وقت اسپتال کے مین گیٹ کے سامنے ایک ٹیکسی آ کر رکی۔ ٹیکسی اسپتال کے کمپاؤنڈ میں داخل ہونے کی بجائے چونکہ مین گیٹ پر رک گئی تھی' اس لیے رگھوپتی کو تھوڑا اور اندھیرے میں سرک جانا پڑا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی آنے جانے والے کی نظر اس پر پڑے۔ ٹیکسی سے ایک نرس نے اتر کر ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا۔ پھر ٹیکسی کے روانہ ہوتے ہی وہ نرس رگھوپتی کی جانب بڑھی اور پیچھے سے آواز دیتی ہوئی بولی۔ "اے مسٹر ہمیں اسپتال کے اندر جانا ہے' باہر نہیں۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نرس کے لباس میں شوبھا کو تو نہ پہچان سکا تھا لیکن اس کی آواز کو وہ فوراً ہی پہچان گیا۔ "ارے شوبھا؟ بھلا مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نرس....." وہ اتنا ہی کہہ کر رک گیا۔

"میں رات والی نرس کی جگہ آئی ہوں۔" کہہ کر شوبھا نے آگے قدم بڑھایا اور بولی۔ "رات کی ڈیوٹی والی نرس کو میں نے دوسرے کام پر بھیج دیا ہے۔ اس وقت وہ ہمارے بیمار دشمن کے سیکرٹری کا دل کسی ہوٹل میں بہلا رہی ہوگی۔"

"تمہارا دماغ کافی تیز ہے۔" رگھوپتی دھیرے سے بڑبڑایا اور آہستہ آہستہ اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا لیکن اوپر جانے کے زینوں تک پہنچ کر وہ اچانک رک گئی اور پھر دھیمی آواز میں بولی۔ "میں آگے جا رہی ہوں' تم ٹھیک پانچ منٹ بعد فرسٹ فلور کے کمرہ نمبر 7 میں آکر دروازے پر دستک دینا اور اس وقت تک لوگوں پر یہی ظاہر ہونے دینا کہ تم کسی مریض کو دیکھنے کے لیے آئے ہو۔"

یہ کہہ کر شوبھا کسی سنجیدہ نرس کی طرح زینے چڑھتی ہوئی اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور رگھوپتی اپنی جگہ پر کھڑا یہ سوچتا رہا کہ اگر اس لڑکی کو اس درندے نے برباد نہ کیا ہوتا تو آج کہاں سے کہاں پہنچی ہوئی ہوتی اور اپنی عقل اور ہوشیاری کی وجہ سے کتنا نام کما چکی ہوتی؟

"ارے رگھوپتی تم یہاں کہاں؟" رگھوپتی کی سماعت سے ایک آواز ٹکرائی تو اس کے پورے بدن میں ایک سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ پھر اس نے گردن گھما کر پکارنے والے کو قریب سے دیکھا تو اس کے دل کی دھڑکن جیسے بند ہو کر رہ گئی۔

"کون پرشاد جی؟" بڑی مشکل سے وہ تھوک نگل کر بولا۔

"ارے تم تو اس طرح گھبرا گئے جیسے کوئی غلط کام کرتے ہوئے پکڑے گئے ہو۔"

پرشاد کا یہ طنزیہ لہجہ اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور مسکراتے ہوئے خود اعتمادی سے بولا۔ "کوئی غلط کام تو نہیں ہے پرشاد جی۔ البتہ ذرا خفیہ سا کام تھا۔" اتنا کہہ کر اس نے اپنی ایک آنکھ دبائی اور پھر دھیمی آواز میں آگے بولا۔ "آج کل ایک نرس سے ذرا رومانس....."

"اوہ ..... سمجھ گیا۔" پرشاد اس طرح ہنس پڑا جیسے اسے بہت خوشی ہوئی ہو۔ "اس کا مطلب ہے آج کل محبت کا جوا کھیل رہے ہو تم۔"

یہ سن کر رگھوپتی نے شرما جانے کی اداکاری کی اور گردن جھکا کر دھیرے سے بولا۔ "اب میں جاؤں؟ وہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔" اس کے ساتھ ہی وہ پرشاد کے جواب کی پروا کیے بغیر جلدی جلدی زینے چڑھتا چلا گیا۔

اوپر آکر اس نے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر نیچے کمپاؤنڈ میں جھانکا تو پرشاد اپنی کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ رہا تھا۔ پھر جب پرشاد کی کار مین گیٹ سے باہر نکل گئی تو اس نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا اور گلے میں پڑے ہوئے پشپتی ناتھ کے لاکٹ کو اپنے ماتھے سے لگا کر آگے بڑھ گیا۔

سات نمبر کا کمرہ بالکل آخر میں تھا اور اس کے دروازے پر ایک تختی لٹک رہی تھی جس پر لکھا تھا۔ "مہمانوں کا داخلہ ممنوع ہے۔"

رگھوپتی نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کے شیشے پر تین بار دستک دی تو اندر سے فوراً ہی جواب مل گیا۔ "یس کم ان۔"

رگھوپتی نے دھیرے سے دھکا دے کر دروازہ کھولا تو سامنے ہی شوبھا کھڑی تھی۔ اس نے رگھوپتی کو دیکھتے ہی کہا۔ "اپنے چہرے پُر نقاب ڈال لو۔ مریض ابھی گہری نیند میں ہے۔"

رگھوپتی نے جھٹ اپنے کندھے سے لٹکتے ہوئے بیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنا سیاہ نقاب نکالا اور اسے چہرے پر چڑھا لیا اور اس وقت تک شوبھا اسے اپنی اوٹ میں چھپائے کھڑی رہی' پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"کون آیا ہے نرس؟" شوبھا کی پشت سے جب مریض کی آواز ٹکرائی تو رگھوپتی نے جلدی سے اپنا کیمرہ سنبھال لیا لیکن اس پر فلش گن فٹ کرتے وقت اسے اپنا منہ دوسری طرف کر لینا پڑا تھا۔

"سر کوئی فوٹوگرافر آپ کی تصویر لینے آیا ہے۔" شوبھا نے ترچھا چہرہ رکھ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔ "کہتا ہے کہ دہلی کے اخبار "دی ڈیلی نیوز" کی طرف سے آیا ہے۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

یہ سن کر مریض کے چہرے پر بے چینی اور جھنجلاہٹ کے تاثرات ابھر آئے اور وہ تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "دہلی سے میری تصویر لینے آیا ہے؟" بولتے بولتے اس کی آواز یکایک اس طرح تیز ہوتی گئی جیسے اسے بولتے وقت کافی تکلیف محسوس ہو رہی ہو۔ "کس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی؟ کہاں مر گیا میرا سیکرٹری؟" یہ کہہ کر اس نے پلنگ پر اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور پھر سرہانے پر لگے ہوئے بیل کے بٹن کو دبانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت شوبھا اس کی جانب لپکی اور اسے روکتے ہوئے بولی۔ "ارے سر یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ ڈاکٹر نے آپ کو بستر پر لیٹے رہنے کے لیے کہا ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے مریض کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی کلائی پکڑ لی۔ "تم اس فوٹوگرافر کو کمرے سے باہر نکال دو نرس۔" ہانپتے ہانپتے مریض نے کہا۔ "اپنے ہارٹ اٹیک کی بات کو میں خفیہ رکھنا چاہتا ہوں اور میرے مخالف لوگ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر میری تصویر اخبار میں شائع کرا کے میری خرابی صحت کا ڈھنڈورہ پیٹ کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" بولتے بولتے اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ پھر یکایک اس نے شوبھا کے ہاتھ کی گرفت سے اپنی کلائی چھڑانے کے لیے زور لگایا لیکن تب ہی شوبھا نے دانت پیس کر اس کا ہاتھ مروڑ دیا اور دانت پر دانت جما کر غصے میں بولی۔ "چپ چاپ بستر پر پڑے رہو بے محکمہ وزیر..... کیونکہ اگر تمہارے ناک سے آکسیجن کی نلکی نکل گئی تو تمہارے دل کی دھڑکن بند ہو جائے گی۔"

زبردستی مڑے ہوئے ہاتھ کی تکلیف اور غصے میں بولے گئے الفاظ کی سختی نے مریض کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ چند لمحوں تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے شوبھا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ پھر یکایک اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں ناچنے لگیں۔ "کون؟ کون..... شوبھا؟" کسی گہرے کنویں سے آئی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا۔ "تم..... تم نرس بن کر.....؟"

"جی ہاں' مجھے آپ کی خدمت کرنے کے لیے ہی یہ بھیس بدلنا پڑا ہے۔" شوبھا نے دانت پیستے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اور اس فوٹوگرافر کو بھی میں ہی لے کر آئی

ہوں۔"

یہ سننا تھا کہ مریض کی گردن ایک جھٹکے سے اس طرف مڑ گئی' جدھر رگھوپتی کیمرہ ہاتھ میں لیے تیار کھڑا تھا۔ "مگر کیوں شوبھا؟ یہ سب کس لیے؟" اچانک وہ ڈری ڈری سی آواز میں بولا۔ "میری تصویر کھینچ کر تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔ غریبوں کے داتا' ہمدرد' دیوتا اور راہنما صاحب۔" شوبھا ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہتی جا رہی تھی۔ "اخباروں میں تصویر شائع ہو' بھلا یہ بات کسی وزیر کو پسند نہیں ہوگی؟"

شوبھا بول رہی تھی کہ اچانک اسی وقت مریض نے زور لگا کر ایک جھٹکا دیا اور شوبھا کو دور دھکیل کر گھنٹی بجانے کے لیے سوئچ کی جانب جھپٹا لیکن اس کا ہاتھ تو سوئچ سے صرف چند انچ ہی دور رہ گیا کیونکہ ٹھیک اسی وقت اس کی ناک میں سے آکسیجن کی نلکی نکل چکی تھی اور شوبھا نے اسے دھکا مار کر بستر پر چت لیٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تم نے مجھے اور مجھ جیسی بے شمار مجبور لڑکیوں کو تڑپایا ہے۔" کہہ کر شوبھا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے سینے کو دبا دیا اور انتہائی غضبناک لہجے میں آگے بولی۔ "تم نے اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے بیچارے پرشورام کو ٹرک کے نیچے کچلوا کر ہلاک کر دیا اور معصوم روکھی کی گردن میں پھندا ڈال کر اسے پھانسی دے دی۔ کیا تمہیں اس وقت خیال نہیں آیا تھا کہ درندوں کا شکار کرنے والا کوئی تو شکاری ہوگا؟" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھی اور میز پر رکھے ہوئے اپنے پرس کو کھول کر اس نے "ٹائم بم" نامی کتاب نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دی اور چیخ کر بولی۔ "لو پڑھو..... اپنے گناہوں کی رام کہانی۔"

مریض کی حیرت زدہ نگاہیں کتاب کے سرورق پر گھوم رہی تھیں۔ اس کے اپنے چہرے کے بنے ہوئے اسکیچ کے نیچے لکھی ہوئی تحریر پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ "قوم کے ایک شیطان صفت راہنما کی جیون کہانی۔" اس مختصر سی تحریر کو پڑھتے ہی وہ اس طرح کانپ گیا جیسے ایک ساتھ ہزاروں بچھوؤں نے اسے اکٹھے ڈنک مار دیا ہو۔ یکایک اس نے گردن اٹھا کر رحم طلب نظروں سے شوبھا کی طرف دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے کی کوشش کی لیکن اس وقت تک تو شوبھا نے اس کی کمر تک ڈھکی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوئی سفید چادر کو کھینچ کر دور پھینک دیا تھا اور چیخ کر بولی۔ "میں ساری دنیا کو دکھانا چاہتی ہوں کمینے کہ اس کتاب میں لکھا ہوا ایک ایک واقعہ بالکل سچا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھی اور اس کی کمر سے لپٹی ہوئی اس کی دھوتی کو بھی کھینچ کر اس کے جسم سے الگ پھینک دیا۔

شوبھا کا جنون اور اس شیطان مریض کی بے بسی کو دیکھ کر کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے رگھوپتی کے ہاتھ بھی اس کے کیمرے پر کانپنے لگے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پچاس باون سال کا یہ بزرگ چہرے والا آدمی اندر سے اتنا بڑا شیطان بھی ہو سکتا ہے؟ چند لمحوں کے لیے تو اسے یقین ہی نہیں آیا لیکن دھوتی کے بغیر اس کی کھلی ہوئی رانوں کو دیکھ کر اسے یقین آگیا کہ یہی وہ پاپی ہے جس نے اس کی روکھی کو بے موت مار دیا ہے۔

یکایک اس نے اس ننگے شیطان کی تصویر لینے کے لیے اپنے کیمرے کا بٹن دبا دیا۔ فلش گن کی لائٹ نے اس شیطان کو اس طرح کپکپا دیا کہ جیسے کسی نے بندوق کی گولی اسے ماری ہو۔

"سن لو شیطان۔" ٹائم بم نامی کتاب کو اس کے کھلے ہوئے پیٹ پر رکھ کر شوبھا چلائی۔ "کل تک یہ کتاب بھارت کے پارلیمنٹ کے ایک ایک ممبر کے ہاتھ میں پہنچ چکی ہوگی۔ اس کے علاوہ میں نے ملک بھر کے تمام اخباروں کو بھی اس کی کاپیاں بھیج دی ہیں۔ یہ تمہارے گناہ کی سزا ہے۔" یہ کہہ کر وہ رگھوپتی کی جانب مڑی اور کہا۔ "کھینچ لو اس کی اور بھی تصویریں۔ اس کی جیون کہانی کے ساتھ اس کی یہ تصویریں بھی ملک کے تمام اخباروں میں نمایاں طور پر شائع ہوں گی تاکہ بھارت کے ایک ایک آدمی کو یہ معلوم ہو جائے کہ جسے وہ دیوتا کی طرح پوجتے چلے آرہے ہیں' اس لیڈر کا اصل روپ کتنا مکروہ ہے۔"

رگھوپتی بغیر رکے کیمرے کا بٹن دباتا گیا اور فلش گن سے نکلنے والی روشنی کا ہر جھماکا اس شیطان پر بجلی گراتا گیا۔ اس کے پسینے سے بستر بھیگ چکا تھا اور آنسوؤں سے چہرہ تربتر ہو رہا تھا۔ اس کے منہ سے سفید سفید جھاگ نکل رہا تھا اور شوبھا اس کی اس حالت پر قہقہے لگا رہی تھی اور پھر تین منٹ تک تڑپتے رہنے کے بعد اس کی گردن ایک جھٹکے سے ایک جانب ڈھلک گئی۔

رگھوپتی نے جلدی سے اپنا نقاب اتار لیا اور شوبھا کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔ "ایسی موت میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔" یکایک شوبھا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شوبھا کے یہ آنسو پچھتاوے کے آنسو نہیں ہو سکتے۔ یہ تو برسوں سے دل میں دبا ہوا درد تھا جو اب آنسو بن کر آنکھوں میں آگیا تھا۔ شوبھا کے یہ آنسو بزدلی کے نہیں بلکہ بہادری کے آنسو تھے۔

یکایک شوبھا نے اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھا اور پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر اس شیطان کے مردہ جسم کے پیٹ پر سے ٹائم بم کی کتاب اٹھا لی اور اسے اپنے پرس کے اندر رکھتے ہوئے بولی۔ "اب ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" کہہ کر وہ اس طرح اس مردے کے کپڑے اور بستر کو ٹھیک ٹھاک کرنے لگی جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہوئی ہو۔ چند ہی لمحوں میں اس نے سب ٹھیک کر لیا اور لاش پر چادر ڈال دینے کے بعد رگھوپتی سے بولی۔ "اب تم نیچے جاؤ' میں آرہی ہوں۔"

رگھوپتی دروازے کی جانب مڑ گیا تو شوبھا جلدی جلدی لاش کی ناک میں آکسیجن کی نلکی لگانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد شوبھا سات نمبر کمرے کے دروازے سے اس طرح تن کر باہر نکلی جیسے کوئی بڑا سرجن کوئی کامیاب آپریشن کرکے آپریشن تھیٹر سے باہر آرہا ہو۔ کمرے سے نکل کر وہ زینے کی طرف بڑھی اور تیزی سے نیچے اترتی چلی گئی۔ اس وقت اس کی گھڑی میں سات بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے یعنی صرف بیس منٹ میں ہی اس نے ایک بہت بھیانک مگر کامیاب آپریشن کر ڈالا تھا۔ نیچے رگھوپتی اس کا منتظر تھا۔ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

○

شوبھا نے اپنی زندگی برباد کرنے والے اپنے دشمن کو اپنے ہاتھوں سے موت کی نیند سلا کر اپنا بدلہ لے لیا تھا۔ رگھوپتی شوبھا کو اس کے ہوٹل چھوڑ کر اپنے گھر کی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طرف روانہ ہو گیا۔

"شوبھا نے اپنے دشمن کو ختم کر دیا۔" گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے انتظار میں بیٹھے ہوئے وجے کو یہ خوشخبری سنائی لیکن وجے کے سنجیدہ چہرے پر اس خوشخبری کا کوئی اثر نہیں ہوا تو وہ وجے کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ "کیا بات ہے وجے؟" وہ ذرا آگے جھک کر دھیرے سے بولا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل ہی ٹیلی فون پر یہ خبر ملی ہے کہ....." بولتے بولتے اس طرح اچانک رک گیا جیسے آگے کی بات بتانے میں اسے سخت تکلیف محسوس ہو رہی ہو مگر پھر وہ اپنا گلا صاف کر کے بولا۔ "گوپی ناتھ گرفتار ہو گیا ہے۔"

"کیا؟" رگھوپتی ایک جھٹکے سے صوفے پر گر پڑا۔ اسے کمرا گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ انہوں نے آزادی کے لیے جو منصوبہ بنایا تھا' وہ گوپی ناتھ کی گرفتاری کے ساتھ ہی چکناچور ہو گیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ خود وجے بھی کمرے کی چھت کو گھورے جا رہا تھا۔

○

موسم بہت ہی خوشگوار تھا اور صبح بھی بے حد حسین تھی لیکن اس کے باوجود بھی ان سب کے چہروں پر اداسی کے گہرے سائے منڈلا رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سوچتے سوچتے تھک گئے ہوں۔ ان کے دماغ میں امنڈے ہوئے خیالات جیسے ایک جگہ جم کر رہ گئے ہوں اور دل کے سارے جذبات دل کے اندر ہی کہیں دفن ہو گئے ہوں۔ کمرے میں پانچ لوگوں کی موجودگی کے باوجود وہاں موت کا سا سناٹا طاری تھا۔ وہ اس طرح گم سم بیٹھے تھے جیسے ان کی زبانوں میں اتنی طاقت ہی نہ ہو کہ وہ کوئی آواز نکال کر اس گہری خاموشی کا پردہ چاک کر سکیں۔

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" کافی دیر بعد اپنی تمام طاقت اکٹھی کر کے شوبھا نے بمشکل کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی لیکن پھر بھی باقی کے چار لوگوں میں سے کوئی اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا۔ ان سب کی نگاہیں سنٹرل ٹیبل پر پڑے ہوئے اخبار پر جمی ہوئی تھیں۔ اخبار "راشٹر سماچار" کے پہلے صفحے پر ایک سرخی چمک رہی

تھی۔

نئے راجا یوراج چندر بھوشن کی تاج پوشی کے موقع پر دنیا بھر سے مہمانوں کی نیپال آمد "اخباروں میں اس قسم کی سرخیاں پڑھنے کے لیے جو پچھلے کئی دنوں سے بے چین تھے۔ وہی لوگ آج ایسی سرخی پڑھ کر کسی خوفزدہ چوہے کی طرح ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدیسی مہمانوں کی نیپال آمد کی سرخی کے برابر میں ہی ایک اور خبر چھپی ہوئی تھی اور وہ خبر یہ تھی۔

"نیپال ایئرلائن کے جہاز کو اغوا کر کے بینک کی رقم لوٹنے والے گروہ کا سرغنہ گرفتار۔" تاج پوشی والی خبر کی بقیہ تفصیل کچھ یوں تھی کہ سترہ اپریل کی صبح کو تاج پوشی کی جو رسم ادا ہونے والی ہے' اس میں شریک ہونے کے لیے اب تک دنیا بھر کے چھوٹے ملکوں کے وفد نیپال پہنچ چکے ہیں۔ جن میں پڑوسی ملک چین اور بھارت کے وزیر خارجہ امریکہ اور برطانیہ کے دہلی کے سفارتکار' سری لنکا کے صدر' برما' انڈونیشیا اور ملائشیا کے خاص نمائندے۔ یورپ اور افریقہ کے تقریباً بارہ ریاستوں کے وفد اور وزراء اس کے علاوہ نزدیک اور دور کے ملکوں کے بے شمار کاروباری لوگ نیپال پہنچ چکے ہیں۔ توقع ہے کہ منگل اور بدھ کے دو دنوں کے درمیان جو اور مہمان آئیں گے' ان کی فہرست بہت طویل ہے جن میں بھارت' پاکستان اور بنگلہ دیش کے صدر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نیپال کے لیے تاج پوشی کے یہ چار دن بے حد خوشی کے دن ثابت ہوں گے۔ شاہی اور سرکاری مہمانوں کی تفریح کے لیے بہت سارے پروگرام ترتیب دیئے گئے ہیں جو مسلسل تین روز تک جاری رہیں گے جن میں نیپال کے لوک گیت اور لوک رقص کے علاوہ نئے راجا سری یوراج چندر بھوشن کی تاج پوشی کی فلم بھی براہ راست ملک بھر میں دکھانے کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ ملک کے کونے کونے کے لوگ راج محل میں ہونے والی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال خود دیکھ سکیں جس کے لیے تقریباً ایک سو پروجیکٹر کو شہر میں جگہ جگہ نصب کیا گیا ہے۔ نیپال کی تاریخ میں پہلی بار کسی شاہی تقریب کو اس طرح نشر کیا جا رہا ہے۔

اس تفصیلی خبر کے برابر میں اگر گوپی ناتھ کی گرفتاری کی خبر شائع نہ ہوئی ہوتی تو اس وقت یہ گم سم سے ہو جانے والے لوگ اپنے ہاتھ میں آزادی کی مشعل لیے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ گوپی ناتھ کی گرفتاری کا ان پانچوں کو سخت صدمہ تھا۔ یہ صدمہ بھی وہ برداشت کر سکتے تھے لیکن اس خبر نے تو ان سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا کہ گوپی ناتھ نے سلطانی گواہ بن کر پولیس کو اپنے تمام ساتھیوں کے نام بتا دینے پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ خبر میں یہ صاف لکھا ہوا تھا کہ غیر ملکی اسلحہ کے ساتھ گرفتار کیا جانے والا نیپال ایئر لائن کا جہاز اغوا کرنے والا گوپی ناتھ ہے جس نے اپنی گرفتاری کے بعد راجا شاہی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کا اعتراف کیا ہے اور اپنے پچھتاوے کا اظہار کیا ہے۔ اس نے پولیس کو یہ بھی بتایا ہے کہ اس سازش میں اسے ملکی اور کئی غیر ملکی لوگوں کا تعاون حاصل رہا ہے۔ یہ ساری باتیں اس نے تحریری طور پر لکھ کر دی ہیں۔ اس طرح راجا شاہی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش میں شریک اس کے تمام ساتھیوں کی جلد گرفتاری متوقع ہے کیونکہ پولیس کے پاس ان کے نام اور ان کے خلاف ثبوت موجود ہیں۔ صرف چند گھنٹوں میں ہی پولیس نے ان سب کی گرفتاری کا عندیہ دے دیا ہے۔

چائے کی ٹرے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہونے والی شوبھا کے قدموں کی آہٹ اگرچہ بڑی دھیمی تھی لیکن اس کے باوجود وہ چاروں ایک جھٹکے سے گردن اٹھا کر اس طرح چونک پڑے جیسے سچ مچ پولیس ان کو گرفتار کرنے کے لیے آگئی ہے۔

پچھلی شام کو وجے نے جب گوپی ناتھ کی گرفتاری کی خبر رگھوپتی کو سنائی تھی تو اس وقت وہ سچ مچ ہی ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد ان دونوں نے اپنے ہوش و حواس کو یکجا کر کے اس مسئلے پر کافی غور کیا تھا۔ ٹوٹی ہوئی مالا کے بکھرے ہوئے دانوں کو جمع کر کے جس طرح پھر ایک دھاگے میں پرویا جاتا ہے' بالکل اسی طرح ان دونوں نے بھی اپنی ٹوٹی ہوئی ہمت کو اکٹھا کر لیا تھا۔

ان کا خیال تھا کہ گوپی ناتھ کی گرفتاری کی خبر اگر دو چار ساتھیوں کے علاوہ چوبیس گھنٹوں تک اور کسی کو معلوم نہ ہو تو ان کے منصوبے میں کہیں سے بھی کوئی رکاوٹ نہیں پڑ سکتی تھی۔ ممکن ہے جشن تاج پوشی کے موقع پر خود سرکار ہی اس خبر کو دبا کر رکھے کیونکہ غیر ملکی مہمانوں کی اتنی بڑی تعداد یہاں موجود ہے اور ان سب کی موجودگی میں جہاز کے اغوا اور مجرموں کی گرفتاری کی خبر کی وجہ سے شاہی جشن کی

خبریں ماند پڑ سکتی تھیں اور یہ کوئی اچھا شگون نہیں ہوگا۔

جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کے سہارے کو بھی بہت غنیمت سمجھ لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح وہ دونوں بھی الٹے سیدھے اندازے لگا کر خود کو تسلی دینے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن صبح کے سوا چھ بجے جب رانا نے انہیں "راشٹر سماچار" میں شائع ہونے والی گوپی ناتھ کی گرفتاری کی خبر سنائی تو وجے اور رگھوپتی نے اس طرح اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں جیسے وہ اپنی بازی ہار چکے ہوں۔

شپرا اور رانا اخبار لے کر صبح ہی صبح رگھوپتی کے گھر پہنچ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد شوبھا بھی ہانپتی کانپتی اپنے ہوٹل سے یہاں آگئی تھی۔

اور اب وہ پانچوں ایک دوسرے کو بڑی حسرت بھری نظروں سے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ ان سب کی آنکھوں میں ایک ہی سوال مچل رہا تھا' اب کیا ہوگا؟ ہمارا کیا ہوگا؟

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا واقعی گوپی ناتھ اتنی جلدی اقرار جرم کے لیے تیار ہو سکتا ہے؟" آخرکار رگھوپتی کو ہی پہل کرنا پڑی تھی۔

"شاید پولیس نے اس پر کافی سختی کی ہو۔" رانا نے گوپی ناتھ کا بچاؤ کرتے ہوئے آگے کہا۔ "ورنہ گوپی ایک لفظ بھی بتانے والا آدمی نہیں ہے۔" لیکن سختی کرنے اور اذیت دینے جتنا وقت ہی کہاں گزرا ہے؟" وجے نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہماری اطلاع کے مطابق گوپی ناتھ کل دوپہر کے وقت گرفتار ہوا تھا اور شام کو ہی اسے کھٹمنڈو لایا گیا اور اگر اخبار والوں کو رات کے بارہ بجے بھی خبر ملی ہوگی تو بھی پانچ چھ گھنٹوں کا ہی وقت پولیس کو ملا ہے اور اتنی سی دیر میں گوپی ناتھ اقرار کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے؟"

وجے کی یہ دلیل سن کر وہ سب لوگ تھوڑی دیر تک چپ بیٹھے رہے مگر پھر شوبھا نے اس خاموشی کو توڑا۔ وہ رگھوپتی کی طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ "رگھوپتی کیا وہ دوسری اہم خبر اخبار میں چھپی ہے؟"

یہ سن کر رگھوپتی چونک پڑا تھا۔ اس نے جلدی سے اخبار اٹھایا اور پھر اس کے چاروں صفحات کو غور سے دیکھنے لگا لیکن اسے وزیر بے محکمہ کی موت کی خبر کہیں بھی دکھائی نہیں دی تو وہ سوچنے لگا کہ کہیں وہ شیطان زندہ تو نہیں رہ گیا تھا؟

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لیکن شوبھا نے ہی اس کے شک کو دور کرتے ہوئے کہا تھا۔ "اس کمینے شیطان کی موت کی خبر کو خفیہ رکھا گیا ہے اور اس کی لاش کو آج صبح چھ بجے ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعہ دہلی بھیج دیا گیا ہے۔ مجھے یہ خبر یہاں آنے سے تھوڑی دیر پہلے ملی تھی۔" شپرا اور رانا کو شوبھا کی بات سمجھ نہیں آئی' اس لیے وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے جبکہ رگھوپتی اور وجے کو شوبھا کی یہ بات پسند نہیں آئی کہ اس نے خوامخواہ ہی اس بات کو درمیان میں چھیڑ دیا تھا لیکن شوبھا کے پاس کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور رہی تھی اور اسی لیے وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "ایک اہم خبر کو دبا کر رکھا جائے اور دوسری خبر جس کو دبانا زیادہ ضروری ہو' اس کو فوراً ہی پریس میں بھیج دیا جائے.....اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ضرور ہی ہوگا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" رگھوپتی جذباتی لہجے میں بولا۔ "اگر واقعی پولیس کو ہمارے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہو تو وہ بذریعہ اخبار اس کا اعلان کیوں کرے گی؟ اس خبر سے تو گوپی ناتھ کے ساتھیوں کو ہوشیار ہونے کا موقع مل جاتا ہے اور ایسا کرنا تو سراسر بے وقوفی ہے۔"

"ممکن ہے پولیس نے اخبار والوں کو یہ سب باتیں نہ بتائی ہوں لیکن اخبار والوں نے خود ہی خبر کو اور زیادہ سنسنی خیز بنانے کے لیے یہ سب چھاپ دیا ہو؟"

شپرا نے پہلی بار کچھ نہ کچھ بولنے کی کوشش میں کہا لیکن وجے نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا۔ "راجا شاہی دور میں کوئی اخبار اتنی ہمت کہاں کر سکتا ہے؟ ہمارے یہاں کی سرکار کی مہربانی تو یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا اخبار حکومت کی مرضی کے بغیر کچھ چھاپ بھی نہیں سکتا۔"

یہ بحث جاری رہی لیکن وہ پانچوں گھوم پھر کر اسی ایک بات پر آکر اٹک جاتے تھے کہ اب ہمیں کرنا کیا چاہیے؟ دوپہر تک تو پورے نیپال میں گوپی ناتھ کی گرفتاری کی خبر پھیل جائے گی اور شام کو فلم شو کی تیاری میں بیٹھے ہوئے تمام ساتھی پولیس کی نظروں سے بچنے کے لیے اپنا کام چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اپنے اپنے ہتھیار چھپا کر وہ ادھر ادھر بکھر جائیں گے یا پھر سرحد پار کر جائیں گے۔

"کچھ بھی ہو لیکن اب ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔" چائے کا گھونٹ حلق سے اتار کر رگھوپتی نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"پیچھے ہٹنے کے لیے بھی اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔" وجے نے مستحکم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں جے پشپتی ناتھ کا نعرہ لگا کر اپنا کام کرنا ہی ہوگا۔"

"ہمارے پاس ابھی پورے بارہ گھنٹے ہیں۔" رانا نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "ہمیں یہ سب پشپتی ناتھ پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وقت کی دوڑ میں ہم اول آتے ہیں یا پولیس۔"

"تب پھر اپنی ہر خاص خاص جگہوں پر جے پشپتی ناتھ کا پیغام روانہ کر دو۔" وجے نے شپرا اور رانا کو مخاطب کرکے کہا۔ "آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدوں کے لیے موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بعد میں جیل کے اندر ایڑیاں رگڑنے سے تو بہتر یہی ہے کہ حق کی راہ پر لڑتے ہوئے اپنی جان دے دیں۔" یہ سن کر رگھوپتی نے مسکرا کر شوبھا کی طرف دیکھا اور پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "شوبھا یہ تم نے آخر چائے میں ایسی کیا چیز ملا دی ہے جسے پی کر ایک ساتھ ہی سب کو جوش آگیا ہے؟"

لیکن اس سے پہلے کہ شوبھا کوئی جواب دیتی' دروازے پر لگی ہوئی کال بیل زور سے بج اٹھی۔ بیل کی آواز سنتے ہی وہ پانچوں چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ سب کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا۔ "کون ہو سکتا ہے؟" رگھوپتی اٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ تب ہی دروازہ کسی نے زور زور سے تھپتھپایا اور تب ان پانچوں کو یقین ہو گیا کہ پولیس آپہنچی ہے۔

اس خیال کے آتے ہی سوائے شوبھا کے ان چاروں کے ہاتھ اپنے اپنے پستولوں کو ٹٹولنے لگے۔ رگھوپتی نے ان تینوں کو گھر کے اندر محفوظ جگہ پر چھپ جانے کا اشارہ کیا اور شوبھا کو اندر چلے جانے کا کہہ کر خود اپنا پستول والا ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھ کر دروازے کی جانب لپکا۔ ابھی وہ دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ کسی نے بڑی بے صبری سے پھر بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی تھی۔ اچانک رگھوپتی نے داہنے ہاتھ سے دروازے کی کنڈی کھول دی اور بڑی تیزی سے داہنی جانب سرک کر کھڑا ہو گیا تاکہ اندر داخل ہونے والے پر پیچھے سے قابو پایا جا سکے۔ دوسرے ہی لمحے ایک زوردار

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دھکے کے ساتھ دروازے کے دونوں پٹ دھڑام سے کھل گئے جس کی وجہ سے باہر سے اندر آنے والا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا رگھوپتی کے پاؤں کے پاس ہی لڑھک گیا۔ کوئی اس کا چہرہ دیکھ نہیں سکا تھا کیونکہ وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔ رگھوپتی اس موقع کا فائدہ اٹھا کر اس کی پیٹھ پر وار کرنے ہی جا رہا تھا کہ ٹھیک اسی وقت اس اجنبی نے اپنی گردن اونچی کی اور گھوم کر دیکھا تو رگھوپتی کا اٹھا ہوا ہاتھ جہاں تک اٹھا تھا' وہیں رک گیا۔

"ارے بانکے میاں؟" رگھوپتی نے اطمینان کا سانس لیا اور جلدی سے جھک کر بانکے میاں کے بازو تھام کر اسے کھڑا کر دیا۔ اتنی دیر میں تو وجے' شوبھا' رانا اور شپرا بھی ان کے قریب آگئے تھے۔

"لگتا ہے تم لوگ کسی اور کا انتظار کر رہے تھے۔" بانکے میاں اپنے کپڑے جھاڑنے کے بعد باری باری ان کے چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔ "اندر تم لوگ اتنے سارے آدمی بیٹھے تھے' پھر دروازہ کھولنے میں اتنی دیر کیوں ہوئی؟" "یہ پوچھنے والے تم کون ہو؟" کہہ کر رانا نے غصے میں اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن رگھوپتی نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک دیا اور رانا سے کہا۔ "یہ ہمارا دشمن نہیں' دوست ہے۔"

یکایک وجے کی یادداشت تازہ ہو گئی اور وہ آگے آکر غور سے بانکے میاں کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "ارے یہ تو الہ آباد تھانے کا حوالاتی.....بانکے....."

اتوار کی رات کاسینو میں جسے افیون' چرس اور ہیروئن کی سمگلنگ کے الزام میں پولیس پکڑ کر لے گئی تھی.....یہ وہی ہے نا؟" شوبھا نے اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "پولیس نے اسے بہت جلد چھوڑ دیا؟"

"میں چھوٹ کر سیدھا یہاں دوڑا آیا ہوں۔" کہہ کر بانکے میاں نے ان پانچوں کی جانب سے اپنا منہ پھیر کر دروازہ بند کر دیا اور پھر گھوم کر آگے بولا۔ "میں تم لوگوں کے لیے گوپی ناتھ کا ایک پیغام لایا ہوں۔"

یہ سنتے ہی وہ پانچوں اس کے اور قریب آگئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے کے پاس لے جانے لگے۔ وجے نے اسے ایک صوفے پر بٹھا دیا تو شوبھا نے کہا۔ "میں

ان کے لیے چائے لاتی ہوں۔"

چند لمحوں تک بانکے میاں صوفے پر بیٹھا گہرے گہرے سانس لیتا رہا۔ اتنے میں شوبھا چائے کی پیالی لے کر آگئی۔ بانکے میاں نے گرم گرم چائے کا گھونٹ حلق سے اتارا تو وہ سب اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ رانا کو بانکے میاں کا اس طرح اچانک آجانا بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے پولیس نے ہی تو مخبری کے لیے نہیں بھیجا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ گھر کے باہر پولیس کھڑی ہو؟

"کیا پیغام لائے ہو.....اب بتاؤ نا جلدی سے۔" رگھوپتی نے بے صبری سے کہا تو بانکے میاں نے چائے کی پیالی میز پر رکھ دی اور اپنا ایک ہاتھ اپنی جیب میں ڈال کر کچھ ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے بند مٹھی باہر نکالی اور پھر یکایک اپنی بند مٹھی کو ان سب کے سامنے کھول دیا۔

بانکے میاں کی ہتھیلی پر چمکتی ہوئی ایک انگوٹھی پر سب کی نگاہیں جم گئیں۔ رگھوپتی نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے انگوٹھی لے لی اور اس کے نگ والا ڈھکن کھول کر دیکھا تو اس کے اندر وہ زہریلا کیپسول موجود نہیں تھا۔

اندر سے اس قاتل کیپسول کو غائب پا کر ان پانچوں کے پسینے چھوٹ گئے اور وہ سب ہی اپنی اپنی جگہ یہ سوچ رہے تھے کہ گوپی ناتھ نے یہ کیا کر ڈالا؟

"آپ سب لوگ اس طرح گھبرا کیوں گئے ہیں؟" بانکے میاں ان سب کے چہروں کو گھورتا ہوا بولا۔ "گوپی ناتھ نے مجھے یہ انگوٹھی دینے سے پہلے اس کا ڈھکن کھول کر اس کے اندر سے کوئی چیز نکال کر اپنی مٹھی میں چھپا لیا تھا۔"

"لیکن اس نے کیا پیغام دیا ہے؟" وجے نے رک رک کر پوچھا۔

"ارے پیغام دینے کا موقع ہی کہاں ملا تھا؟" بانکے میاں نے کسی گنہگار کی طرح سر جھکا کر کہا۔ "میں چھوٹ کر آرہا تھا تو گوپی ناتھ مجھے سامنے مل گیا۔ اس نے اپنی لال لال آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ پولیس حوالدار اس وقت کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ گوپی ناتھ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جھٹ اپنی انگوٹھی اتاری اور اس کا ڈھکن کھول کر کوئی چیز نکالی۔ پھر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ "تم چھوٹ کر جا رہے ہو....." پھر یکایک وہ انتہائی دھیمی آواز میں آگے بولا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"یہ انگوٹھی کاسینو والے رگھوپتی کو دے دینا.....بس اتنی دیر میں حوالدار اسے لے کر آگے بڑھ گیا۔" بانکے میاں کی بات سن کر رگھوپتی نے وجے کی طرف دیکھا۔ رانا شپرا کو گھور رہا تھا اور شوبھا بانکے میاں کو تاک رہی تھی۔ ہر ایک کے دل میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انگوٹھی بھیج کر گوپی ناتھ کیا کہنا چاہتا تھا؟

"لیکن گھوپی ناتھ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ تم کاسینو والے رگھوپتی کو جانتے ہو؟" رانا نے مشکوک نظروں سے بانکے میاں کو گھورتے ہوئے پوچھا تو ہر کوئی سوالیہ نظروں سے بانکے میاں کو دیکھنے لگا۔ جیسے انہیں خود بھی یہی سوال پوچھنا تھا۔

"یہ بات تو پہلے میری بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔" بولتے بولتے بانکے میاں کچھ سوچنے کے لیے رک گیا تو رانا اور شپرا کو یوں لگا جیسے وہ کوئی فرضی کہانی گھڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ "یوں تو گوپی ناتھ کو حوالات میں ہماری کوٹھری میں بند نہیں کیا گیا تھا۔ ہمارے برابر والی ایک چھوٹی سی کوٹھری میں اسے تنہا رکھا گیا تھا لیکن رات کے وقت میں چونکہ چلا چلا کر سب سے کہتا تھا کہ سالے پولیس والوں نے مجھے جوا بھی نہیں کھیلنے دیا۔ مجھے یہ لوگ کاسینو میں سے پکڑ کر لے آئے ہیں' شاید گوپی ناتھ کو میری یہ بات یاد رہ گئی ہو اور اسی سے اس نے اندازہ لگا لیا ہو کہ شاید میں کاسینو والے رگھوپتی سے بھی واقف ہوں۔" بانکے میاں نے جب یہ تفصیل بتائی تو ان پانچوں کے چہروں سے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے انہیں بانکے میاں کے جواب سے تسلی نہ ہوئی ہو۔ بانکے میاں کے جواب نے ایک بار پھر انہیں شک میں مبتلا کر دیا تھا لیکن پھر بھی رگھوپتی اور وجے جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے سوچتے رہے۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم گوپی ناتھ کی اس حرکت کا کیا مطلب نکالیں؟"

رگھوپتی نے ذرا دھیمے لہجے میں کہا اور بانکے میاں کی طرف دیکھنے لگا۔

"بانکے میاں اگر تم سے اس نے کوئی بات کہی ہوتی تو تمہاری یہ محنت رائیگاں نہ جاتی۔" وجے نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ "تم ذرا یاد کرو بانکے میاں' کیا گوپی ناتھ نے اپنی مدد کے لیے ہمیں یہ انگوٹھی بھیجی ہوگی؟ کیا واقعی اس نے کچھ بھی نہیں کہا

تھا؟"

"نہیں.....کچھ بھی....." کہتے کہتے بانکے میاں اس طرح اچانک رک گیا جیسے اسے کچھ یاد آگیا ہو۔ پھر یکایک ہی اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرانے لگی اور وہ اچھل کر بولا۔ "ارے ہاں.....یاد آگیا۔ جاتے جاتے اس نے صرف اتنا ہی کہا تھا.....جئے پشپتی ناتھ۔"

اور اس کے اس ایک جملے نے ان پانچوں کے چہروں پر سے الجھنوں کے بادل دور کر دیئے اور اب ایک بار پھر بانکے میاں ان کی نظروں میں دیوتا سمان بن گیا تھا۔

"شاباش بانکے میاں۔" رگھوپتی خوشی سے اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے بولا۔ "اب ہمیں گوپی ناتھ کا پورا پیغام مل گیا ہے۔ ہم تمہارے احسان مند ہیں بانکے میاں۔ بولو اس کام کے بدلے میں تمہیں کیا چاہیے؟"

"میں نے کسی بدلے کی لالچ میں یہ کام نہیں کیا ہے۔" بانکے میاں نے اس طرح منہ بنا کر کہا جیسے یہ بات اسے بہت بری لگی ہو۔ "مجھے تو بس اتنا ہی کہنا ہے کہ اگر تم لوگ کوئی اچھا کام کر رہے ہو تو مجھے بھی اس میں شامل کر لو۔ تم لوگوں نے میری یہ بات منظور کر لی تو سمجھ لو کہ مجھے اپنے کام کا بدلہ مل گیا۔"

بانکے میاں کی اس پیشکش نے سب کو چونکا دیا تھا لیکن رانا تو بدحواس سا ہو کر بول اٹھا تھا۔ "نہیں' ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم ہم میں سے نہیں ہو' اس لیے ایسا نہیں ہو سکتا....."

رانا کے یہ جذباتی تیور دیکھ کر وجے کو سخت غصہ آیا اور وہ رانا کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "تم خاموشی سے بیٹھو رانا۔ اس کا فیصلہ مجھے کرنا ہے۔" جس کی آواز سے ہمیشہ مٹھاس ٹپکتی تھی' آج اسی وجے کے اس غضبناک لہجے نے رانا کے جسم میں کپکپاہٹ سی طاری کر دی تھی۔ وہ نظریں جھکائے چپ بیٹھ گیا اور وجے بڑے ہی دردناک لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "بانکے میاں منشیات کا دھندہ ضرور کرتا ہوگا' شاید یہ اسمگلر بھی ہو لیکن یہ لوگوں کے دلوں کا چور نہیں ہے۔ اپنی جس بہن کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے اس نے گناہ کا یہ راستہ اختیار کیا تھا' وہی بہن آج بھائی کا منہ دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسی لیے شاید ہم لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر یہ اپنی بہن کو منہ دکھانے کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

قابل بننا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اسے ایک بار پھر گناہوں کے دلدل میں دھکیل دینا چاہتے ہو؟ بولو جواب دو رانا؟"

لیکن رانا سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ کمرے میں تھوڑی دیر تک ایک گہرا سناٹا طاری رہا' پھر تھوڑی دیر بعد وجے نے رگھوپتی کے ہاتھ سے گوپی ناتھ کی انگوٹھی لے لی اور اسے بانکے میاں کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔ "لو بانکے میاں.....ہم تو پشپتی ناتھ کا نام لے کر اسے اپنی انگلی میں پہنتے ہیں لیکن تم اپنے خدا کا نام لے کر یہ انگوٹھی پہن لو اور ہم میں شامل ہو جاؤ۔ یقین کرو' ہم ایک نیک مقصد لے کر میدان میں اترے ہیں اور جیت نیکی کی ہی ہوتی ہے۔"

"انشاء اللہ....." بانکے میاں کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرانے لگی۔ شاید اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ لوگ اس پر اتنا بھروسہ بھی کر سکتے ہیں۔ چند لمحوں بعد جب اس نے انگوٹھی اپنی انگلی میں ڈالی تو اس وقت آپ ہی آپ اس کی پلکیں آنسوؤں سے بھاری گئیں لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک پرسکون سی مسکراہٹ تھی۔

○

دیوتاؤں کی سرزمین نیپال پر اترنے والی اماوس کی کالی اندھیری رات کو روشن کرنے کے لیے رنگ برنگ روشنیاں اپنی بھرپور کوشش میں مصروف تھیں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کی گود میں بسا ہوا شہر کھٹمنڈو جس کی سڑکوں پر روشنیوں' آتش بازیوں اور رنگینیوں کا ایک سیلاب سا امنڈا ہوا تھا۔ ہر طرف چہل پہل نظر آرہی تھی۔ ہر چہرہ مسرت و شادمانی سے دمک رہا تھا لیکن آس پاس کے اونچے اونچے پہاڑ ان روشنیوں اور رنگینیوں سے بے پروا ہو کر عبادت میں ڈوبے ہوئے کسی سادھو کی طرح چپ چاپ اور گم سم اپنی جگہ سمٹے ہوئے کھڑے تھے۔

اپنے ہر راجا کو دیوتا کی طرح پوجنے والی نیپال کی بھولی بھالی رعایا اب یوراج چندربھوشن کو اپنے نئے راجا کے روپ میں دیکھنے کے لیے بے تاب نظر آرہی تھی۔ اسی لیے جشن تاج پوشی کو دیکھنے کے لیے لوگ شہر کی سڑکوں پر امنڈے چلے آرہے تھے۔ سرشام ہی جہاں سناٹا چھا جایا کرتا تھا' اس ترائی اور پہاڑیوں کے اوپر رہنے

والے لوگ بھی اپنے اپنے گھروں سے اس طرح باہر نکل آئے تھے جیسے ابھی ابھی صبح کا سورج طلوع ہوا ہو۔ سب کے دلوں میں ایک ہی بات کی خوشی تھی کہ آج وہ رسم تاج پوشی کی فلم دیکھنے والے ہیں۔ آج سے انیس سال قبل جب مہاراجہ سری پنچ اندر بھوشن تخت نشین ہوئے تھے تو اس وقت وہ تخت نشینی کی تقریب نہیں دیکھ سکے تھے لیکن آج وہ اس سب سے بڑی رسم کے ایک ایک منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے بے قرار ہو رہے تھے۔

"جئے پشپتی ناتھ۔" سادھو کے لباس میں اپنی اصل شخصیت کو چھپا کر راج محل کی جانب روانہ ہونے سے قبل وجے نے رگھوپتی سے ہاتھ ملایا اور پھر انتہائی جذباتی لہجے میں بولا۔ "میرے دوست ہو سکتا ہے کہ اب اِس دنیا میں ہماری دوبارہ ملاقات نہ ہو لیکن دوسری دنیا میں ملنے کا وعدہ کرکے میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔" یہ سن کر رگھوپتی نے وجے کے پنجے کو اپنے ہاتھ میں دبا لیا اور دھیرے سے بولا۔ "لیکن مجھے یقین ہے وجے کہ ہم دوبارہ ملنے کے لیے ہی جدا ہو رہے ہیں۔"

ٹھیک اسی وقت راج محل کے اونچے ٹاور پر لگی ہوئی بڑی سی گھڑی نے آٹھ بجنے کی اطلاع دی تو ان کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ سی دوڑ گئی اور پھر وجے ایک سادھو کی طرح جھومتا جھامتا راج محل کی جانب بڑھ گیا۔ ان دونوں دوستوں کو ایک دوسرے سے جدا ہوتے دیکھ کر کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی شوبھا کی پلکیں بھی بھیگ گئیں۔ ابھی صرف پانچ گھنٹے قبل ہی ان دونوں دوستوں میں ہونے والی تو تو میں میں کی وہ چشم دید گواہ تھی۔ اصل میں رگھوپتی وجے کو راج محل میں جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ وجے کو زندگی اور موت کے اس خطرناک کھیل سے دور رکھنا چاہتا تھا لیکن وجے کو اس نے اس کی دوسری ہی وجہ بتاتے ہوئے کہا تھا۔ "تم دوسروں کا دکھ درد بانٹنے والے ایک رحم دل انسان ہو' اس لیے عین ممکن ہے کہ انتقام کی بالکل آخری گھڑی پر تمہارے اندر رحم کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ سادھو کے بھیس میں چھپی ہوئی تمہاری اصلیت اگر کسی پر ظاہر ہو گئی تو ہماری کنارے پر آئی ہوئی آزادی کی کشتی بھی ڈوب جائے گی۔"

لیکن وجے اس کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس نے رگھوپتی کو مخاطب

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرتے ہوئے کہا تھا۔ "اگر فتح ہماری ہوئی تو اس کا سہرا ہم سب کے سر پر جانا چاہیے لیکن اگر ہماری شکست ہوئی تو اس کی ذمہ داری صرف اور صرف مجھ پر ہی عائد ہوگی۔ سابق مہاراجہ کا پاپ میں نے اپنے سر لیا تھا اور ہونے والے مہاراجہ کے گناہوں کو بھی میں ہی بے نقاب کروں گا۔"

دھیرے دھیرے آگے بڑھتی ہوئی شوبھا نے نزدیک آکر رگھوپتی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا لیکن اس کی نظریں راج محل کے دروازے تک پہنچ جانے والے وجے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ "کیا دیکھ رہے ہو؟" شوبھا نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش میں کہا لیکن رگھوپتی تو وجے کو محل کے اندر داخل ہوتا دیکھ رہا تھا۔

"میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں شوبھا۔" رگھوپتی کھوئی کھوئی سی آواز میں بولا۔ "کہ جس نے کسی لالچ کے بغیر اس دھرتی کو سچے دل سے پیار کیا ہے۔ جس نے اس دھرتی کو دیوی دیوتاؤں کی طرح پوجا ہے۔ جس نے اس دیش کی تاریخ کو اپنی روح کی گہرائیوں میں سمیٹ رکھا ہے۔ اس شخص نے کبھی کچھ پانے کی تمنا نہیں کی ہے۔ آج اس شخص کی جے جے کار سننے کے لیے میرے کان ترس رہے ہیں شوبھا۔"

بولتے بولتے رگھوپتی نے دیکھا تو وجے راج محل کے بڑے سے پھاٹک کے اندر جا کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

وجے جب راج محل کے درباری میدان میں بنے ہوئے بہت بڑے اسٹیج کے قریب پہنچا تو اس کے گیروے لباس پر بے شمار آنکھیں جم کر رہ گئیں۔ وہ سب اسے دیکھ کر یہی سوچ رہے تھے کہ شاید بھارت کا کوئی سادھو مہاتما اس تقریب کو دیکھنے کے لیے آیا تھا۔ اپنی گردن میں جھولتی ہوئی مالا پر انگلیاں پھیرتے ہوئے وجے نے چاروں طرف اپنی نظریں دوڑائیں تو اسے سب کچھ ویسا ہی نظر آیا جیسا اس نے آنے سے پہلے اپنے دل میں سوچ رکھا تھا۔ تیز روشنیوں سے جھلملاتے ہوئے وسیع و عریض اسٹیج کے بیچوں بیچ سورگباشی مہاراج سری پنچ اندر بھوشن کا مجسمہ کھڑا تھا۔ جس کے دونوں جانب مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے شاندار صوفے رکھے ہوئے تھے۔ سامنے کی پانچ قطاروں میں تقریباً تیس صوفہ سیٹ غیر ملکی مہمانوں کے لیے مخصوص تھے۔ جن کے درمیان میں شاہی تخت سے مشابہت رکھنے والی ایک بڑی سی شاندار کرسی رکھی

ہوئی تھی۔ جس پر ہونے والا مہاراجہ یوراج چندربھوشن آکر بیٹھنے والا تھا۔ اس کرسی کے پیچھے دو اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن میں سے ایک یوراج چندربھوشن کے چھوٹے بھائی وبھوشن اور دوسری کرسی یوراج کے چچا سورج بھوشن کے لیے مخصوص تھیں۔ ان دونوں کرسیوں کے پیچھے ایک مائیکرو فون نصب تھا اور اس کے ٹھیک سامنے اسٹیج کے دوسرے سرے پر فلم کا ایک سفید پردہ دکھائی دے رہا تھا۔

شاہی خاندان کی عورتوں کے لئے جو حصہ مخصوص تھا' وہاں نگاہیں ڈال کر وجے کی آنکھوں نے جولی کو ڈھونڈ نکالا جو یوراج چندربھوشن کی بیوی بینا دیوی اور یوراج کی چچی مینال دیوی کے پیچھے آشا کے برابر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جولی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وجے گھڑی بھر کے لیے اپنے آس پاس کے ماحول سے بے خبر ہو گیا۔

"مہاراج چلئے آپ کو آپ کی سیٹ تک پہنچا دوں۔" اچانک کسی کی آواز سن کر وجے چونک پڑا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک خدمت گار سر جھکائے کھڑا تھا۔ وجے نے اپنے گیروے رنگ کے لبادے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر دعوت نامہ اس خدمت گار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"آپ میرے پیچھے پیچھے تشریف لے آیئے مہاراج۔" کارڈ پر لکھے ہوئے نمبر کو پڑھ کر خدمت گار نے بڑے ادب سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ زیادہ تر لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر آکر بیٹھ چکے تھے۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی نظریں سادھو کے لباس میں ملبوس وجے کی جانب ہی اٹھی ہوئی تھیں۔ وجے جانتا تھا کہ خود کو چھپانے کے لیے وہ اپنا جو بھیس بدل رہا ہے۔ وہ سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا کے اس کے لیے خطرے کا باعث ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس نے سادھوؤں جیسا لباس ہی منتخب کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جو شخص آسانی سے لوگوں کی نظروں میں آجائے' اس پر شاید ہی کسی کو کوئی شک پیدا ہو سکتا ہے۔

خدمت گار کی بتائی ہوئی جگہ پر بیٹھ جانے کے بعد وجے کی سماعت سے ایک سوال ٹکرایا۔ اس کے پیچھے بیٹھا ہوا کوئی شخص شاید اپنے برابر والے سے پوچھ رہا تھا۔

"یہ مہاتما جی کون ہیں؟"

"جے گرودیو۔" وجے دل ہی دل میں بولا۔ ان سنسنی خیز گھڑیوں میں بھی یہ سوال

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور وہ جلدی اپنی مالا پر اپنی انگلیاں پھیرنے لگا۔

"آپ ٹھنڈا لیں گے مہاراج؟" ٹرے میں شربت کے گلاس سجائے ایک دوسرے خدمت گار نے ادب سے جھک کر پوچھا تو وجے نے گردن ہلا کر انکار کر دیا۔ وجے کے انکار پر وہ خدمت گار پھر اس کے سامنے جھکا اور بہت ہی دھیمی آواز میں بولا۔

"جئے پشپتی ناتھ۔"

وجے نے چونک کر نظریں اٹھائیں اور اس خدمت گار کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ وجے کو اس خدمت گار کی آنکھوں میں بھی آزادی کی چمک دکھائی دی۔ پھر اچانک اس کی نظر خدمت گار کے ہاتھ کی انگلی پر پڑ گئی۔ ایک انگلی میں سرخ نگ والی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔

"جئے پشپتی ناتھ۔" وجے نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر آشیرواد دینے کے انداز میں کہا تو خدمت گار شربت کی ٹرے کے ساتھ دوسرے مہمانوں کی جانب بڑھ گیا۔ راج محل میں تعینات کیے جانے والے اپنے تمام ساتھیوں کو سرخ نگینے والی انگوٹھی دے کر رگھوپتی نے انہیں تاکید کی تھی کہ جب انہیں وجے سادھو مہاراج کے بھیس میں راج دربار میں نظر آجائے تو موقع پر پہنچ کر اس کی توجہ کسی طرح اپنی انگوٹھی کی جانب مبذول کرا لینا۔

اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے وجے نے چاروں طرف نظریں دوڑانا شروع کیں۔ بڑے سے داخلی دروازے کے قریب راج دربار کے سپاہیوں کے جھرمٹ میں دو آدمی شاہی شہنائی نواز کے لباس میں ملبوس شہنائیاں بجا کر مہمانوں کا استقبال کرنے کے لیے ایک کونے میں کھڑے تھے۔ وجے نے دور ہی سے ان دونوں کی انگلیوں میں سرخ نگینے والی انگوٹھیوں کی چمک دیکھ لی تھی اور تب ہی اسے رگھوپتی کے کہے ہوئے الفاظ یاد آگئے تھے۔ رگھوپتی نے کہا تھا۔ "داخلی دروازے کے پاس دو آدمی تعینات ہوں گے جن کے لباسوں میں ایک ایک مشین گن اور دو دو بم ہوں گے۔"

وجے ابھی ان دونوں کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک جئے پشپتی ناتھ کی آواز نکالتا ہوا ایک شخص اس کے قریب سے گزرنے لگا تو وجے نے چونک کر اس کی طرف

دیکھا تو وہ آدمی اسے یوراج چندربھوشن کی تخت نما کرسی کے پیچھے لگے ہوئے مائیک کے تاروں کو ٹھیک کرتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی سرخ نگینے والی انگوٹھی تھی۔ کھٹمنڈو میں جن پانچ علاقوں میں تاج پوشی کی فلم دکھائی جانے والی تھی' ان پانچوں جگہوں پر لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکروں کا کنکشن اس مائیکرو فون سے تھا یعنی جو کوئی بھی اس مائیک پر بولے گا تو اس کی آواز کھٹمنڈو کے دور دراز علاقوں میں بھی سنائی دے گی۔

یکایک فوجی بینڈ بج اٹھا۔ شاہی خاندان کے افراد اور غیر ملکی معزز مہمان اپنی اپنی جگہوں پر آکر بیٹھ چکے تھے۔ وجے نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا تو آٹھ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ یوراج چندربھوشن کو صرف ایک منٹ کی ہی تاخیر ہوئی تھی۔ وہ فوجی افسران اور پولیس کے مخصوص دستے کی سلامی لیتا ہوا آہستہ آہستہ اسٹیج کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کی قیمتی شاہی پوشاک جگمگاتی ہوئی روشنیوں میں اور بھی جھلملا رہی تھی۔ اس کی داہنی جانب اس کا چچا سورج بھوشن چل رہا تھا اور بائیں جانب چھوٹا بھائی وبھوشن تھا۔

مہمانوں کی پہلی قطار میں کھڑے ہوئے تمام معزز مہمانوں سے ہاتھ ملاتا ہوا یوراج چندربھوشن اپنی کرسی کی جانب بڑھتا چلا آرہا تھا۔ کبھی کسی ملک کے سفارت کار' کبھی کسی ملک کے وزیر خارجہ تو کبھی کسی ملک کے وزیراعظم سے مصافحہ کرنے کے بعد وہ دو تین رسمی جملوں کا تبادلہ کرکے مسکراتا ہوا آگے بڑھ جاتا تھا۔ یوراج چندربھوشن کا یہ شاہانہ انداز دیکھ کر وجے دل ہی دل میں غصے سے کھول رہا تھا اور اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "کمینے جب تیرا اصلی روپ لوگوں کو نظر آئے گا تو ان سب مہمانوں کی آنکھوں میں تجھ سے نفرت کی آگ بھڑکتی دکھائی دے گی۔ اگر تو اس وقت تک زندہ رہ گیا تو اپنا انجام آنکھوں سے دیکھ لے گا۔"

فوجی بینڈ کی دھن بند ہوتے ہی آپس میں سرگوشیاں کرنے والے ایک دم خاموش ہو گئے۔ وجے نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معزز مہمانوں کے لیے مخصوص پانچ سو دس کرسیوں میں سے صرف دس بارہ کرسیاں ہی خالی تھیں۔ پہریدار اور دوسرے خدمت گار چپ چاپ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہ گئے تھے۔ مہمانوں کو شربت پیش کرنے والا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

خدمت گار بھی اب اپنے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ایک جگہ خاموش کھڑا ہو گیا تھا۔ وجے کو یہ بات معلوم تھی کہ ان کا یہ ساتھی بیک وقت دو ہاتھوں میں پستول لے کر بہترین نشانے بازی کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ اس وقت بھی اس کے کوٹ کی دونوں جیبوں میں دو پستول موجود تھے۔

صدر دروازے کے اوپر جھروکے میں بیٹھے ہوئے دونوں شہنائی نواز نے اپنی اپنی شہنائیاں ایک جانب رکھ دی تھیں اور وجے اس کا مطلب سمجھ گیا تھا کہ اپنی اپنی مشین گن کو ہاتھ میں لینے کے لیے وہ دونوں بالکل ہی تیار بیٹھے تھے اور ان کی نگاہیں دور بیٹھے ہوئے وجے پر ہی جمی ہوئی تھیں کیونکہ ان سب کو پہلے ہی سے تاکید کر دی گئی تھی کہ جب تک وجے اپنے گیروے رنگ کے رومال کو اپنی جب سے نکال کر ہوا میں نہ لہرائے' اس وقت تک کوئی ہتھیار نہیں چلائے گا اور پھر ٹھیک آٹھ بج کر ستائیس منٹ پر یوراج چندربھوشن نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی اٹھائی۔ اس کا یہ اشارہ پا کر یوراج محل کا خاص اناؤنسر اپنی جگہ سے اٹھ کر دھیرے دھیرے یوراج کی جانب بڑھنے لگا۔ یوراج چندربھوشن نے لکھی ہوئی تقریر کی ایک کاپی اسے دی جسے اپنے ہاتھ میں لے کر اناؤنسر تعظیم میں جھکا اور پھر مائیکروفون کی جانب گیا۔ یوراج چندربھوشن کی لکھی ہوئی تقریر کو اپنی آواز میں سنانے سے پہلے اناؤنسر نے اپنی داہنی جانب نگاہ ڈالی تو اس وقت اس کے بالکل قریب بیٹھے ہوئے وجے کی چمکتی ہوئی آنکھیں اسے گھور رہی تھیں لیکن اناؤنسر وجے کی حرکت سے بے خبر ہی تھا۔

تقریر کا پہلا ایک منٹ تو غیر ممالک سے آئے ہوئے سرکاری مہمانوں کا شکریہ ادا کرنے میں ہی گزر گیا۔ اس کے بعد اناؤنسر نیپال کے رسم و رواج اور وہاں کی تہذیب و تمدن کی تفصیل بتاتا رہا۔ اس تفصیل کے بعد اس نے رسم تاج پوشی کے بارے میں ہونے والے پروگراموں کی فہرست پڑھ کر سنائی اور اس دوران میں وجے نے اپنا جھکا ہوا سر ایک جھٹکے سے اٹھایا اور بڑی دیر سے سینے کے اندر روکے ہوئے سانس کو منہ سے باہر نکال کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اناؤنسر اس کی جانب توجہ دیئے بغیر کہہ رہا تھا۔ "معزز مہمانوں ابھی تھوڑی ہی دیر میں سامنے لگے ہوئے پردے پر سورگباشی مہاراجہ سری پنچ کی تخت نشینی اور ان کی

موت کے بارے میں بیس منٹ کی ایک فلم پیش کی جائے گی۔ اس کے بعد نیپال کے لوک گیت اور رقص پیش کیے جائیں گے اور پھر یوراج چندربھوشن جی کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جائے گی اور پھر نیپالی کھانوں سے مہمانوں کی خاطر تواضع کے بعد آج کے پروگرام ختم ہو جائیں گے۔"

اناؤنسر ابھی آخری الفاظ بول ہی رہا تھا کہ وجے اس کے بالکل برابر میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مائیک کے قریب ایک سادھو کی موجودگی کئی لوگوں کے لئے باعث حیرت تھی۔ راج محل کے تمام عہدیداروں اور پروگرام ترتیب دینے والوں کے لیے یہ بات تو اور بھی حیرت ناک تھی کہ انہوں نے اپنے کسی پروگرام میں کسی سادھو کو تو مائیک پر بولنے کے لیے نہیں کہا تھا تو پھر یہ سادھو کہاں سے مائیک پر آگیا؟ لیکن محفل کے آداب کی توہین کے خیال سے کوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر مائیک تک جانے کی جسارت نہیں کر پا رہا تھا۔

اناؤنسر نے آخری جملہ ادا کرتے ہوئے گردن گھما کر وجے کی طرف دیکھا لیکن وجے نے اسے سوال کرنے کا موقع دیئے بغیر مائیک پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا اور اپنے دوسرے ہاتھ میں دبا ہوا کاغذ کا پرزہ اناؤنسر کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ بوکھلایا ہوا اناؤنسر یہ سمجھا کہ شاید انتظامیہ کی جانب سے کوئی نیا اعلان موصول ہوا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے جلدی سے کاغذ کے اس پرزے پر نظر ڈالی۔ وہ تحریر بے حد مختصر تھی لیکن اسے پڑھتے ہی اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ پرزے پر لکھا تھا۔

"صدر دروازے کے اوپر جھروکے پر نگاہ ڈالو۔ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں ہیں۔ اس لیے اگر تم نے ذرا بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو تمہارے ساتھ بے شمار لوگوں کی جانیں ضائع ہو جائیں گی۔ اس تحریر کو پڑھتے ہی اناؤنسر کی نگاہیں جھروکے سے جھانکتی ہوئی مشین گنوں کی نالیوں کی جانب اٹھ گئیں۔ اس کے بعد اس کا پورا وجود تھرتھر کانپنے لگا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ نیچے گر گیا تو مشین گن سے نکلی ہوئی گولیاں اس کے جسم کو چھلنی کر دیں گی' اس لیے وہ ہمت کر کے چپ چاپ وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

"اناؤنسر نے ابھی ابھی جو پروگرام بتائے ہیں' ان کی ترتیب میں تھوڑی سی تبدیلی

کی گئی ہے۔" اچانک مائیک پر گونجتی ہوئی وجے کی آواز نے سب لوگوں کو چونکا دیا تھا اور وہ سب مائیک کے سامنے کھڑے ہوئے وجے کو دیکھنے لگے۔ سادھوؤں جیسا گیروا لباس' گلے میں لٹکتی ہوئی موٹی موٹی مالائیں' آنکھوں پر لگا ہوا سیاہ چشمہ اور سر پر بندھی ہوئی پیلے رنگ کی پگڑی۔ سب کی نگاہیں اس کی ایک ایک چیز پر جمی ہوئی تھیں لیکن ایک اجنبی آواز کو مائیک پر گونجتا سن کر یوراج چندر بھوشن تو اس قدر گھبرا گیا تھا کہ آداب محفل اور اپنے رتبے کا خیال بھول کر پیچھے پلٹ کر دیکھنے لگا تھا۔

"ابھی ابھی آپ لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ سامنے لگے ہوئے سفید پردے پر سورگباشی مہاراجہ سری پنچ کی تخت نشینی کی فلم پہلے دکھائی جائے گی اور وہ فلم اس ہال کے علاوہ پورے نیپال کے کونے کونے میں موجود پروجیکٹروں کے ذریعے عوام دیکھ سکیں گے لیکن اس پروگرام میں تھوڑی سی جو تبدیلی ہوئی ہے' وہ یہی ہے کہ مرحوم مہاراجہ کی فلم کی بجائے پہلے ہمارے ہونے والے مہاراجہ سری یوراج چندر بھوشن کی ایک پرائیویٹ فلم دکھائی جائے گی۔" وجے نے اپنا یہ اعلان مکمل کیا ہی تھا کہ یوراج چندر بھوشن اپنی شاہی کرسی سے اٹھتے ہوئے چلایا۔ "کون ہے یہ گستاخ؟"

لیکن تب ہی وجے نے اپنے گیروے لبادے کے اندر سے اپنا پستول نکال لیا اور ہاتھ اٹھا کر ہوا میں ایک فائر کر دیا۔ "خبردار" فائر کی آواز کے ساتھ ہی وجے کی گرجدار آواز گونجی۔ "اس جگہ اس وقت دنیا بھر سے آئے ہوئے تقریباً چھ سو مہمان موجود ہیں مگر یہاں میرے بھی سوا سو ساتھی موجود ہیں جن کے پاس مشین گنیں' پستول اور ہینڈ بم بھی ہیں۔" اس کی اس بات کا اثر یہ ہوا کہ پورے ہال میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ ایک جانب بیٹھے ہوئے فوج کے کمانڈر نے جلدی سے اپنا پستول نکالا اور وجے کے سینے کا نشانہ تاکنے لگا لیکن وہ ٹریگر پر رکھی ہوئی اپنی انگلی کا دباؤ نہ بڑھا سکا۔ آس پاس ایسا خوف ناک سناٹا طاری ہو گیا تھا کہ تمام لوگ ایک دوسرے کی سانسوں کی آوازیں بھی صاف سن رہے تھے۔ ہر کوئی اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھا رہ گیا تھا۔

"یہاں بیٹھے ہوئے کسی بھی شخص کو ایک ذرا سی بھی آنچ نہیں آئے گی مگر اس کے لیے آپ سب لوگوں کو میری ایک شرط ماننا ہوگی اور وہ شرط یہ ہے کہ ابھی جو فلم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پردے پر دکھائی جائے گی۔ اسے کسی دخل اندازی کے بغیر خاموشی سے آپ لوگوں کو دیکھنا ہے۔" وجے کی آواز میں دھمکی نہیں تھی بلکہ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی یوگی مہاراج اپنے سامنے بیٹھے ہوئے بھگتوں کو حکم دے رہا ہو اور اس حکم کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ ہر کوئی اپنی سانس روکے اس کی بات سننے کی کوشش کرنے لگا۔ وجے ابھی تک مائیک کے سامنے کھڑا ہوا اپنے گھمبیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "یہاں کئی ملکوں کے سفیر' وزراء اور اعلیٰ عہدیدار مہمان کے طور پر آئے ہوئے ہیں' اس لیے میری سب سے گزارش ہے کہ جو فلم دکھائی جانے والی ہے' اس کو اگر کسی نے درمیان میں رکوانے کی کوشش کی تو وہ کوشش اس کے ساتھ ساتھ یہاں موجود بے شمار معزز مہمانوں کی جان بھی لے سکتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا کوئی واقعہ رونما ہو جس سے ہمارے نیپال کا نام دنیا بھر میں بدنام ہو جائے۔ کھٹمنڈو کے پاور ہاؤس پر ہمارے آدمیوں کا قبضہ ہو چکا ہے' اس لیے وہاں سے بجلی کی فراہمی ہر حالت میں جاری رہے گی۔ اس کے علاوہ ہم نے اس کا بھی پورا پورا انتظام کر رکھا ہے کہ یہاں راج محل کے مین سوئچ بورڈ کے ساتھ بھی کوئی غلط حرکت نہ ہو سکے۔ بس مجھے آپ لوگوں سے اتنا ہی کہنا ہے کہ اس فلم کو آپ لوگوں کے ساتھ ملک بھر کے لوگ دیکھیں گے۔ فلم ختم ہو جائے تو اس کے بعد آپ کو اس کے متعلق اپنا فیصلہ سنانے کا اختیار ہوگا۔ امید ہے آپ اپنا فیصلہ ضرور سنائیں گے۔"

اتنا کہہ کر وجے نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی' پھر مائیک پر حکم دیتا ہوا بولا۔

"لیس اسٹارٹ۔"

دھیرے دھیرے راج محل کے وسیع و عریض ہال روم کی بتیاں ایک ایک کر کے بجھتی چلی گئیں اور پھر اسٹیج پر لگے ہوئے سفید پردے کے اوپر لگا ہوا سیاہ پردہ آہستہ آہستہ سرکنے لگا اور اس کے ساتھ ہی وہ ہزاروں آنکھیں جو ابھی تک وجے کو گھور رہی تھیں' وہ اس سفید پردے پر مرکوز ہو گئیں۔ ہال میں موجود ہر شخص کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا لیکن اس کے باوجود ان کی آنکھیں پردے پر چلتی پھرتی تصویروں کو دیکھنے کے لیے خاصی بے چین نظر آ رہی تھیں۔

ہال میں موجود تمام لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ ان کے دائیں بائیں اور اوپر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نیچے موت اپنا منہ کھولے کھڑی ہے۔ کسی بھی لمحے اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی کوئی گولی آکر ان کا کام تمام کر سکتی ہے مگر پھر بھی سینکڑوں لوگ اپنی گردن سیدھی کیے پردے پر آنکھیں جمائے خاموشی سے بیٹھے تھے۔ یکایک پردے پر پروجیکٹر کی روشنی پڑی اور ایک منظر متحرک ہو گیا لیکن وقت کی رفتار جیسے رک گئی ہو اور آنکھوں کے سامنے ایسے حیرت انگیز مناظر آگئے ہوں جن کو دیکھنے کی توقع ان آنکھوں کو نہ رہی ہو۔ سینکڑوں آنکھیں اس نقاب پوش سیاہ درندے کو دیکھ رہی تھیں جو ایک کم عمر لڑکی کی آبروریزی کرنے میں مصروف تھا۔ دوسرے منظر میں وہی نقاب پوش ایک دوسری لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے سے پہلے اس کی نازک گردن میں اپنے دانت گاڑ کر اس کا خون چوس رہا تھا۔ اس کے سیاہ نقاب میں صرف اس کی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جن کی مدد سے وہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے خون میں لت پت ہونٹ بھی دکھائی دے رہے تھے۔ ایک کے بعد دوسرا منظر پردے پر آتا گیا۔ کبھی کسی کنواری دیوی کا وہ خون چوس رہا تھا تو کبھی کسی اور دوشیزہ کا۔ ایسے شیطانی منظر دیکھ کر ہر شخص کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ ہر منظر پہلے منظر سے زیادہ بھیانک اور دردناک لگتا تھا لیکن اس کے باوجود ہال میں موجود چھ سات سو لوگوں کی نگاہیں پردے پر جمی ہوئی تھیں۔

لوگوں کو فلم کے منظر میں گم دیکھ کر وجے دھیرے دھیرے اپنی جگہ سے سرک کر اس طرف کھسکنے لگا جہاں یوراج چندربھوشن اپنی تخت نما کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ہر گھڑی زندگی اور موت کے درمیان تنی ہوئی ایک باریک سی لکیر کی طرح لگ رہی تھی۔ وجے کو اطمینان تھا کہ ہر ایک آنکھ اس وقت فلم کے پردے پر جمی ہوئی ہے اور کوئی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس لیے وہ آرام آرام سے سرکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ دو اور انسانی سائے ایسے تھے جو مختلف سمتوں سے اس کی طرف چھپتے چھپاتے بڑھ رہے تھے۔ یکایک فلم کے پردے پر نقاب پوش کے نقاب چیرنے والا آخری منظر آگیا۔ اس کا چہرہ بے نقاب ہوتے ہی وہ آخری منظر پردے پر ایک تصویر کی طرح ساکت ہو کر رہ گیا۔ اس بے نقاب چہرے کو دیکھتے ہی کئی لوگوں کے منہ سے بے اختیار ایک جملہ نکلا۔ "ارے یہ تو یوراج چندر

بھوشن....."

یکایک ہال کی ساری بتیاں اس طرح روشن ہو گئیں جیسے وہ فلم کے پردے پر ساکت ہو جانے والے منظر کو مٹا دینا چاہتی ہوں۔ ہال روم روشن ہوتے ہی ساری نگاہوں کا مرکز یوراج چندربھوشن ہی تھا۔

اسٹیج کے ایک کونے میں پستول تانے کھڑے ہوئے وجے کی طرح سینکڑوں آنکھیں بھی یوراج چندربھوشن کی اونچی کرسی کی طرف نفرت بھری نگاہ سے دیکھ رہی تھیں لیکن وجے کے پستول کی طرح ان سب کی نگاہوں کے زہریلے تیروں کو چھوٹنے میں بھی تاخیر ہو گئی تھی کیونکہ اپنی شاہی کرسی پر بیٹھے ہوئے یوراج چندربھوشن کی گردن ایک جانب کو ڈھلک چکی تھی۔ اس کی داہنی کنپٹی پر سے خون بہہ رہا تھا اور کرسی کے ہتھے پر لٹکتے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ کی مٹھی میں اس کا اپنا پستول دبا ہوا تھا۔ اپنے چہرہ کے بے نقاب ہونے کے منظر کو دیکھتے ہی یوراج نے اپنی جیب سے اپنا سائلنسر لگا ہوا پستول نکال کر اپنی کنپٹی پر گولی مار لی تھی۔

فلم کے پردے پر رونگٹے کھڑے کر دینے والے مناظر کو دیکھ کر لوگوں کو شدید جھٹکا لگا تھا اور دوسرا جھٹکا یوراج چندربھوشن کی موت کا جھٹکا تھا۔ ابھی سارے لوگ چندربھوشن کی لاش کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک پستول کا ایک دھماکا ہوا اور موت کا سا گہرا سناٹا ٹوٹ گیا۔ ہال میں روشنی ہوتے ہی وجے نے یوراج چندربھوشن کی لاش کرسی پر ڈھلکی ہوئی دیکھی تھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اپنی رسم تاج پوشی کے موقع پر بھی یوراج پستول لے کر آیا ہوگا۔ ابھی وہ حیرت سے اس کی لاش کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک گولی چلی لیکن اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا۔ ایک جانب سے ایک عورت اچھل کر وجے کے سامنے ڈھال بن کر آگئی اور وجے کو لگنے والی گولی کو اس نے اپنے سینے میں اتار لیا اور تب اس کی آخری چیخ نے پورے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کپکپا کر رکھ دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ وجے کے سامنے آکر اس کی جان بچانے والی عورت اپنی چھاتی پکڑ کر نیچے گر جاتی' وجے نے جلدی سے اسے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا لیکن جب اپنی زندگی کی آخری سانس لیتی ہوئی اس عورت کے چہرے پر اس کی نظر پڑی تو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کے منہ سے چیخ تو نکلی تھی لیکن اس کی گونج اس کے سینے کے اندر ہی دب کر رہ گئی۔

"آشا تم؟" وہ چیخ کر بولا۔ پھر دانت پیستے ہوئے اس نے گولی چلانے والے کی طرف دیکھا تو ایک طرف سے آشا کا شوہر ہری پرشاد ہاتھ میں پستول لیے پاگلوں کی طرح اس کی جانب لپکتا ہوا دکھائی دیا۔ نزدیک آکر وہ وجے پر دوسری گولی چلانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ اس کے پیچھے سے جولی نے اس پر چھلانگ لگا دی جس کی وجہ سے پرشاد اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اس کا پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا اور خود قلابازی کھا کر فرش سے ٹکرا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وجے کے دو ساتھیوں نے آگے بڑھ کر پرشاد کو اپنے قابو میں کر لیا۔

"وبھوشن....." اچانک اسٹیج پر سے ہی وجے نے یوراج چندر بھوشن کے چھوٹے بھائی کو آواز دی اور آگے کہا۔ "اس سے پہلے کہ یہاں اور زیادہ خون خراب ہو' تم مائیک پر جا کر یہ اعلان کر دو کہ یوراج چندر بھوشن کی موت کے بعد جو تخت و تاج تمہیں وراثت میں ملنے والا ہے' اسے تم تیاگ کر رہے ہو۔" وجے کی گرجدار آواز سن کر ستائیس سالہ راج کمار وبھوشن دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ جب تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی تو ہر کوئی سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا۔ وبھوشن اپنی جگہ سے اٹھ کر پہلے تو شاہی کرسی پر ڈھلکی ہوئی اپنے بڑے بھائی کی لاش کو دیکھتا رہا۔ پھر جب وہ اس کے داہنے ہاتھ میں دبے ہوئے اس کے پستول کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے ذرا نیچے جھکا تو کئی لوگوں نے یہی سمجھا کہ ابھی ایک اور دھماکا سنائی دے گا اور پھر ایک اور لاش وہاں گر پڑے گی۔ سب سانس روکے وبھوشن کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ایک بار پھر وجے کی گرجدار آواز اس خوفناک سناٹے کو توڑ گئی۔ "وبھوشن' آشا کے خون سے لت پت میرے ہاتھ میں دبے ہوئے میرے گیروے رومال کی طرف دیکھو۔ میرا رومال والا یہ ہاتھ اگر اونچا ہو گیا تو پھر بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ اماوس کی اس گہری اندھیری رات میں ہم دیوتاؤں کی سرزمین نیپال پر سے راجا شاہی حکومت کا خاتمہ کرنے کی قسم کھا کر آئے ہیں اور اب ہمارے مقصد میں ذرا بھی تاخیر ہوئی تو پورے ملک میں فساد پھوٹ پڑیں گے۔ لاکھوں

لوگ جب سڑکوں پر نکل آئیں گے تو اس راج محل کی ایک اینٹ بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملے گی۔" وبھوشن تھوڑی دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ یوراج چندر بھوشن کا پستول ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ پستول سمیت آہستہ آہستہ مائیک کی جانب بڑھنے لگا۔ مائیک کے قریب آکر اس نے پہلے تو پورے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لیا۔ پھر اس کی نگاہیں شاہی کرسی پر پڑی ہوئی اپنے بھائی کی لاش پر جم گئیں۔ وبھوشن کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بھائی کی موت کا دکھ برداشت کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ چند لمحوں بعد اس نے گلا کھنکار کر کچھ بولنے کی کوشش کی ہی تھی کہ تب ہی "یوراج چندر بھوشن..... مردہ باد ..... راجا شاہی مردہ باد ..... عوامی حکومت زندہ باد" کے زوردار نعروں نے ہال میں بیٹھے ہوئے تمام معزز مہمانوں کو بری طرح چونکا دیا۔

دور سے آتی ہوئی ہزاروں لوگوں کے جوشیلے نعروں کی یہ آوازیں لحہ بہ لحہ محل کے قریب سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ سب کے کان اس جانب لگے ہوئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ لوگوں کا جم غفیر چیختا چلاتا ہوا راج محل کی جانب بڑھا چلا آرہا تھا۔ "سن لو وبھوشن۔" وجے کی آواز ایک بار پھر گونج اٹھی۔ ملک بھر میں اس وقت جگہ جگہ یہی نعرے گونج رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ہی یہ ساری دھرتی اور نیپال کا آسمان بھی ان نعروں سے لرز اٹھے گا۔ وبھوشن اس سے پہلے کہ لاکھوں عوام کا ریلا راج محل میں داخل ہو جائے اور اس سے پہلے کہ تمہاری خاموشی سب کچھ تباہ ....." سائلنسر ایک جھٹکے میں ہٹا دیا اور ٹریگر دبا کر ہوا میں ایک فائر کر دیا۔

"نہیں....." پستول کا دھماکہ تھمتے ہی وبھوشن کی آواز مائیک کے ذریعہ چاروں طرف پھیل گئی۔ "قدرت کی عطا کی ہوئی اس خوبصورت سرزمین کو میں تباہ ہونے نہیں دوں گا۔ جس زمین پر پشپتی ناتھ جیسے دیوتاؤں کا بسیرا ہو وہاں اب کوئی درندہ نہیں رہ سکتا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ آج کی اس اندھیری رات کے بعد جو سورج طلوع ہوگا' وہ نیپال کی آزادی کا سورج ہوگا۔ نیپال کے عوام کی حکومت کا سورج ہوگا۔"

وبھوشن کے اس اعلان کے ختم ہوتے ہی راج محل کے باہر کھڑے ہوئے ہزاروں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

لوگوں نے ایک زبان ہو کر اتنے زوردار نعرے لگائے کہ آسمان گونج اٹھا۔ "ہمارا نیپال امر رہے گا.....دیوتاؤں کی یہ دھرتی امر رہے گی۔"

ان نعروں کے جواب میں جب وجے نے پوری طاقت سے چلا کر "جئے پشپتی ناتھ" کا نعرہ لگایا تو جولی کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ وہ وجے کی جانب بڑھی اور اس کے ساتھ ہی ہال میں بیٹھے ہوئے مہمانوں میں بھی ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ رہے تھے۔

○

ایک ناممکن سی نظر آنے والی بات اچانک ممکن ہو گئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی معجزہ رونما ہو گیا ہو اور صرف چند منٹوں میں ہی ملک کی قسمت کا پانسہ پلٹ گیا ہو۔

شہری آبادی ہو یا گاؤں کی بستیاں ہوں۔ جنگل کا علاقہ ہو یا پہاڑوں کے آس پاس کی آبادی ہو۔ دوسری صبح کا سورج نکلنے سے پہلے ہی نیپال کے کونے کونے میں راجا شاہی حکومت کے خاتمے کی خبر پھیل چکی تھی۔

اپنے مذہب' اپنے رواج' اپنے عقیدوں اور اپنے اصولوں پر مکمل ایمان رکھنے والے اور ان سب چیزوں سے کبھی بغاوت کرنے کا تصور بھی نہ کرنے والے نیپال کے لوگوں نے اس خبر کا تو ایک ہی مطلب نکالا تھا کہ یوراج چندربھوشن کے جرم پر بھگوان سخت ناراض ہوئے ہیں۔ اس لیے نیپال پر سے راجا شاہی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے .....رات جب لوگوں نے یوراج کے گناہوں کی فلم دیکھی تھی تو اس وقت ہی انہیں لگا تھا کہ ایسے مہاپاپ سے تو دھرتی کا سینہ پھٹ جانا چاہیے۔ پہاڑوں کو ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جانا چاہیے اور دریاؤں کے پانی کو سوکھ جانا چاہیے لیکن اس کی بجائے راجا شاہی دور کا خاتمہ ہو گیا اور یوراج چندربھوشن جیسا شیطان اپنے ہاتھوں اپنی موت مر گیا۔ دیوتاؤں کا عذاب صرف راج محل پر ہی گرا تھا۔ عوام پر کسی قسم کا قہر نازل نہیں ہوا تھا اور اس بات سے وہ سب خوش تھے۔

نیپال کے عوام کے جوش و خروش کا تو یہ عالم تھا کہ جیسے ان کے لیے آزادی کا

سورج منگل کی رات کو ہی طلوع ہو گیا ہو۔ بیس منٹ کی فلم دیکھ کر ہی ان کے سارے عقیدے جلی ہوئی راکھ کی طرح اڑ گئے تھے۔ کنواری لڑکیوں پر ہونے والی درندگی کا منظر دیکھ کر فوجی افسروں کے سر اور سپاہیوں کے ہتھیار بھی شرم سے جھک گئے تھے۔ غصے کی آگ میں جلتے ہوئے بے شمار لوگوں کو نعرے لگاتے ہوئے راج محل کی طرف دوڑتا دیکھ کر خود رگھوپتی بھی حیرت زدہ رہ گیا تھا اور تب اس نے شوبھا سے کہا تھا۔ "شوبھا ہم تو صرف اس کام کے لیے ایک ذریعہ بنے ہوئے تھے لیکن اب اگر ہم چاہیں بھی تو ان بپھرے ہوئے لوگوں کو نہیں روک سکتے۔" "کسی بھی دیش کی پرجا جب درد کی شدت سے تڑپ کر مرنے مارنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے تو اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔" بولتے بولتے شوبھا نے جذبات سے بے قابو ہو کر رگھوپتی کا ہاتھ کس کر اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔

یوں لگ رہا تھا جیسے سمندر کی بے قابو موجیں کناروں کے سارے بند توڑ کر نکل آئی ہوں۔ لوگوں کا سیلاب ہی تو تھا جو راج محل کی جانب بہا چلا آرہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے راج محل کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ "جئے پشپتی ناتھ" کے نعروں سے فضا اس طرح گونج رہی تھی جیسے آسمان پھٹ پڑا ہو۔

محل کے اندر سے جب گولی چلنے کی آواز سنائی دی تھی تو رگھوپتی چونک پڑا تھا کہ کس نے گولی چلائی ہوگی؟ یہ گولی کس پر چلائی گئی ہوگی؟ لیکن جب اس نے مائیک پر وجے کی آواز سنی جو راج کمار وبھوشن کو مخاطب کر کے اسے تخت و تاج سے دستبردار ہونے کے لیے کہہ رہا تھا تو اسے ذرا تسلی سی محسوس ہوئی تھی ورنہ اس کا خیال تھا کہ کہیں گولی وجے پر نہ چلائی گئی ہو۔

پھر جب وبھوشن نے مائیک پر آکر عوامی حکومت کا اعلان کیا تو رگھوپتی اور شوبھا مارے خوشی کے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں ایک دوسرے سے لپٹ گئے لیکن تب ہی وجے کی بھاری اور انتہائی گھمبیر آواز نے ہزاروں لوگوں کے ساتھ ساتھ شوبھا اور رگھوپتی کو بھی چونکا دیا۔ مائیک کے ذریعے وجے کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ "نیپال کے لوگوں اور نیپال میں تشریف لانے والے معزز مہمانوں۔ میں وجے کمار آریہ آپ سے مخاطب ہوں۔ وہی وجے کمار جو آج سے پینتالیس روز قبل سورگباشی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مہاراجہ چندربھوشن کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا کر آپ سب کی نفرتوں کے تیر سہتا ہوا اپنی کھوئی ہوئی بہن کو تلاش کرنے کے لیے اپنا یہ وطن چھوڑ گیا تھا لیکن آج وہی معمولی وجے پشپتی ناتھ کی مہربانی سے یوراج جیسے شیطان کا اصلی چہرہ آپ کے سامنے بے نقاب کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ یہ یوراج چندربھوشن کے پاپ ہی تھے جو آج نیپال کی دھرتی پر سے نام نہاد راجاؤں کی حکومت کے خاتمے کا سبب بنے ہیں۔ اس آزادی کا اصل سہرا تو نیپال کے ان سوا دو سو نوجوانوں کے سر جاتا ہے جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر آزادی کے چراغ کو روشن کیا ہے لیکن ان سوا دو سو جانثاروں کے دلوں میں آزادی کی چنگاری بھڑکانے والے شخص کا نام ہے گوپی ناتھ.....یہ گوپی ناتھ وہی ہے جس نے آج سے پونے دو ماہ قبل صرف اپنے تین ساتھیوں کی مدد سے رائل نیپال بینک کے ستاون لاکھ روپے لے جانے والے جہاز کو اغوا کیا تھا۔ ایسا کرکے گوپی ناتھ نے راجاشاہی حکومت کے خلاف اپنی بغاوت کا پہلا قدم بڑھایا تھا۔ گوپی ناتھ اس وقت کھٹمنڈو کے سنٹرل جیل میں قید ہے' اس لیے ہمارا سب سے پہلا کام اسے جیل سے آزاد کرانا ہے۔" وجے نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ محل کے باہر کھڑے ہوئے ہزاروں لوگ ایک آواز ہو کر نعرے لگانے لگے۔ "گوپی ناتھ زندہ باد ..... گوپی ناتھ زندہ باد۔"

لوگوں کے یہ جوشیلے نعرے تھمے تو پھر وجے کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔ "اپنی اسی خوشی کے جوش میں ہمیں اس عورت کی قربانی کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو یوراج چندربھوشن جیسے ناپاک درندے کا پہلا شکار بنی تھی۔ وہ عورت جو آزادی کا چراغ روشن رکھنے کے لیے اپنے ہی غدار شوہر کی گولی کا نشانہ بن گئی۔ اس بہادر عورت کا نام ہے آشا' جو آج مر کر بھی امر ہو گئی ہے۔ اس کی زندگی نے بہت سے مردوں کو بگاڑا ہو گا لیکن اس کے باوجود اس نے دیش اور دیش کی آزادی کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ دے کر اپنے سارے پاپ دھو ڈالے ہیں۔ اس لیے اس کی ارتھی عزت و احترام سے محل سے ہی اٹھے گی اور آج تک جس شمشان میں راجا مہاراجاؤں کی ارتھی جلائی جاتی تھی۔ اسی شمشان گھاٹ پر اس کی چتا روشن ہوگی۔"

آشا کی قربانی کا سن کر باہر کھڑے ہوئے رگھوپتی اور شوبھا دنگ رہ گئے۔ شوبھا کی

آنکھوں میں تو آنسو جھلملانے لگے تھے اور رگھوپتی ایک گہرا سانس لے کر خلا میں گھورنے لگا تھا۔ اس وقت وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اگرچہ وجے پر چلائی جانے والی گولی کو آشا نے اپنے سینے پر نہ روک لیا ہوتا تو نہ جانے کتنا بڑا سانحہ رونما ہو چکا ہوتا۔ وجے کو اگر وہ گولی لگ جاتی تو چاروں طرف سے مشین گنیں آگ اگلنے لگتیں اور ہینڈ بم پھٹنے لگتے۔ ایسا ہوتا تو نہ جانے کتنے ہی ملکوں کے سفیر اور وزیر اس تباہی کی لپیٹ میں آجاتے۔ آشا نے اپنی جان دے کر صرف وجے کی ہی جان نہیں بچائی ہے بلکہ اس نے سینکڑوں قیمتی جانوں کو ضائع ہونے سے بچا لیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کسی زبردست خون خرابے کے بغیر جدوجہد آزادی کی کشتی کو بھی پار لگا دیا ہے۔

"آج کے بعد سے دنیا بھر کی نگاہیں ہماری ایک ایک حرکت پر مبذول ہو جائیں گی۔" تھوڑی دیر بعد وجے کی آواز پھر مائیک پر گونجنے لگی۔ "یہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگ ہمارے معزز مہمان ہیں اور مہمانوں کی خدمت اور ان کی حفاظت ہماری سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ ان سب مہمانوں کو ہمیں یہاں سے بے حد عزت و احترام سے رخصت کرنا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ شاہی خاندان کے کسی فرد کی جانب اب ہمیں انگلی اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس نے پاپ کیا تھا' اسے اس کی سزا مل چکی ہے اور جو اس پاپ میں ساتھی دار بنا ہوا تھا' اس ہری پرشاد کو اس کے جرم کی سزا ملے گی۔ جس کوٹھری سے ہمیں گوپی ناتھ کو آزاد کرانا ہے' اسی جیل کی کوٹھری میں ہری پرشاد کو پہنچانے کا کام پولیس کا ہے۔" اتنا کہنے کے بعد وجے نے "جئے پشپتی ناتھ" کا زوردار نعرہ لگایا تو محل کے اندر اور باہر کھڑے ہوئے لوگوں کے جوابی نعروں سے آسمان گونج اٹھا۔

○

ادھر بھارت میں بدھ کی صبح کو تمام اخباروں میں بھارت کے وزیر بے محکمہ کے کالے کرتوتوں کی کہانی کی ننگ دھڑنگ تصویروں کے ساتھ شائع ہوتے ہی پورے ملک میں سنسنی سی پھیل گئی۔ بھارت کی حکومت نے اپنے وزیر بے محکمہ کی نیپال کے ایک اسپتال میں ہونے والی موت کی خبر کو ابھی تک پوشیدہ رکھا ہوا تھا لیکن بھارت کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اخباروں نے نیپالی اخباروں میں شائع ہونے والی خبروں کے حوالے سے ساری کہانی چھاپ دی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو حزب مخالف کی تنقید سے خود کو بچانے کے لیے کافی ہاتھ پاؤں مارنے پڑے..... پرشورام کے قلمی نام سے کسی نے اپنی کتاب میں ہندوستان کے وزیر بے محکمہ اور چند دوسرے وزیروں کے سیاہ کارناموں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اسمبلی اور اسمبلی کے باہر اس قدر شور شرابا ہونے لگا کہ حکومت کے لیے یہ بھی ظاہر کرنا مشکل ہو گیا کہ اس وزیر کی موت ہو چکی ہے اور اس کی آخری رسومات کہاں ادا کی جائیں گی۔ حکومت کو تو اب اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں لوگ اس کی ارتھی کے ہی چیتھڑے نہ اڑا دیں۔

ہندوستانی حکومت کو آخر حزب مخالف کے آگے اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی۔

"ٹائم بم" نامی کتاب میں جن چار اور وزیروں کے نام شامل تھے' ان سے وزیراعظم نے فوراً ہی استعفیٰ طلب کر لیا اور حکومت کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ "ایٹم بم" نامی کتاب میں لکھی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کے لئے فوراً ہی ایک عدالتی کمیشن قائم کیا جارہا ہے۔ اگر کمیشن کی رپورٹ کے مطابق وہ سارے الزامات درست ہیں تو حکومت فوراً ہی مستعفی ہو جائے گی اور پھر نگراں حکومت قائم کرکے وہ نئے انتخابات کا اعلان کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرے گی۔ بدھ کے روز ہی دوپہر کے وقت حکومت نے بڑی رازداری سے اپنے وزیر بے محکمہ دیون ورما کی لاش کو ایک لاوارث لاش کی طرح دور دراز کے ایک انجان شمشان گھاٹ روانہ کر دیا۔ اس لاش کے ساتھ صرف چار پانچ ہی کارندے تھے جنہوں نے اسے وہاں بڑی خاموشی سے چتا کے حوالے کر دیا۔

دوسری طرف ٹھیک اسی وقت نیپال میں بھی مہمان محل کے میدان میں یوراج چندربھوشن کی لاش بھی آگ کی بھٹی میں جل کر اپنے گناہوں سے آزاد ہو رہی تھی۔ دونوں میں سے کسی ایک کی لاش پر بھی نہ تو کوئی آنسو بہانے والا موجود تھا اور نہ ہی کسی کو ان شیطان صفت لوگوں کی موت کا کوئی دکھ تھا۔

وزیر بے محکمہ دیون ورما کی بوڑھی ماں کو جب اپنے بیٹے کے سیاہ کارناموں کا علم ہوا تو اس نے گاؤں کے کنویں میں کود کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا والوں سے منہ چھپا لیا

اور اپنے شوہر اور نیپال کے ہونے والے راجا یوراج چندربھوشن کی شیطانی حرکتوں کو فلم کے پردے پر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اس کی بیوی بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو اس صدمے نے اس کا ذہنی توازن ہی بگاڑ دیا جس کے نتیجے میں ڈاکٹروں کو اسے مینٹل ہسپتال بھیج دینا پڑا تھا۔

پرشورام کے تخلص سے "ٹائم بم" نامی کتاب لکھنے والے مصنف کا اصلی نام معلوم کرنے کے بعد سی بی آئی کے جاسوس دہلی سے سیدھے الہ آباد کی ایک تنگ گلی کے ایک مکان میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر جاسوسوں کو پتا چلا کہ پرشورام کے اچانک لاپتہ ہو جانے کے بعد اس کی بیوی بہت بیمار ہو گئی تھی اور آج صبح ہی دو تین اجنبی لوگ یہاں آئے تھے جو اسے اپنے ساتھ کہیں لے گئے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ جانے کے بعد وہ بھی ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔

یہ سن کر سی بی آئی والے پریشان ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اخبار والوں کے ہاتھ یہ خبر لگ جائے۔ اس خبر کے پھیلنے سے حکومت اور پولیس کی کافی بدنامی ہونے کا خدشہ تھا۔ اسی لیے سی بی آئی اور پولیس والے اس خبر کے عام ہونے سے پہلے ہی پرشورام کی بیوی کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے دوڑ بھاگ میں مصروف ہو گئے۔ پوری رات میں انہوں نے الہ آباد کے ایک ایک گھر کی تلاشی لے ڈالی لیکن پرشورام کی بیوہ ساوتری کا کہیں پتا نہیں چلا اور تب لوگوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ خود حکومت نے ہی ساوتری کو غائب کر دیا ہے۔ صبح ہوتے ہی یہ افواہیں الہ آباد کی گلیوں سے نکل کر پورے ملک میں پھیل گئیں۔

اسی روز یعنی جمعرات کی صبح کے اخباروں میں "ٹائم بم" نامی کتاب کی لیڈی پبلشر شوبھا ارون کے بارے میں ایک سرخی چمک رہی تھی۔ وفاقی وزیر دیون ورما کی زندگی پر سے پردہ اٹھانے کی ہمت کرنے والی شوبھا زیرزمین چلی گئیں..... پی ڈی آئی خبر رساں ایجنسی کے مطابق یہ معلوم ہوا ہے کہ سنسنی خیز ناول "ٹائم بم" کے شائع ہونے تک کی کہانی بھی سنسنی خیز نہیں ہے۔ جس پریس میں یہ کتاب چھپی تھی' اس کے پتے پر جب پریس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو پتا چلا کہ اس پتے پر اس نام کا پریس ہے ہی نہیں۔ پھر اخباری رپورٹروں نے کتاب کی پبلشر مس شوبھا ارون کا گھر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ڈھونڈ نکالا لیکن وہاں سے پتا چلا کہ شوبھا اپنے باپ کے ساتھ پندرہ روز قبل ہی گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ آس پاس کے لوگوں کا کہنا ہے کہ شاید "ٹائم بم" جیسے خطرناک ناول کو شائع کرنے کے بعد شوبھا حکومت کی سختی یا اپنی گرفتاری کے خوف سے ڈر کر اپنے باپ ارون آزاد کے ساتھ کہیں زیر زمین پوشیدہ ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی پتا چلا ہے کہ شوبھا کا باپ ارون آزاد ہندوستان کی آزادی کی جنگ کا ایک فوجی تھا۔ اس جنگ میں برٹش پولیس کی دو گولیاں اس کی ٹانگوں پر لگی تھیں جس کی وجہ سے وہ اپاہج ہو گیا تھا اور اس کی بیٹی شوبھا وفاقی وزیر بے محکمہ دیون ورما کے جال میں پھنس کر ہی کال گرل کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئی تھی۔ "ٹائم بم" نامی کتاب میں وہ پوری تفصیل موجود ہے کہ دیون ورما لڑکیوں کو کہاں کہاں اور کس کس کے پاس لے جاتا تھا۔ اس کے علاوہ نیپال سے بھی "ٹائم بم" کے بارے میں یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں ابھی دو روز قبل ہی جو تبدیلی آئی ہے یعنی راجا شاہی حکومت کو ختم کر کے جمہوری حکومت کے قیام کا جو اعلان ہوا ہے۔ اس میں بھی اس "ٹائم بم" نامی کتاب نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے کیونکہ دیون ورما اور نیپال کے ہونے والے مرحوم راجا یوراج چندر بھوشن اس گھناؤنے جرم میں شریک کار تھے۔

○

کھٹمنڈو کا عظیم الشان پشپتی ناتھ مندر نیپال کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ہزاروں لوگ تھے جو صبح و شام مندر کے ارد گرد منڈلاتے رہتے تھے۔ مندر کے پچھواڑے والے گھاٹ پر آشا کی ارتھی کی آخری رسم ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں ادا کی گئی۔ پھر لوگ آہستہ آہستہ وہاں سے رخصت ہونے لگے۔

پھر وجے نے پشپتی ناتھ مندر کو ہی اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ اسے مندر کے ایک حصے میں ٹھہرتے دیکھ کر جولی نے پوچھا تھا۔ "مگر وجے میں مندر میں تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں؟ مجھے وہاں رہنے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"میں جانتا ہوں جولی۔" وجے نے جذباتی لہجے میں کہا تھا۔ "کچھ دنوں کے لیے ہمیں ایک دوسرے سے الگ رہنا ضروری ہے۔ فی الحال میں اس پوزیشن میں نہیں

ہوں کہ گھر جا سکوں اور گھر کے علاوہ میں کہیں بھی رہوں گا تو لوگ طرح طرح کے اندازے اور طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں گے۔ پتا جی کے دل کو بھی چوٹ لگے گی۔ گھر اور اپنا وطن تیاگ دینے کے بعد میں تو محض اپنا ایک فرض ادا کرنے ہی یہاں آیا ہوں۔ جس وقت بھی یہاں کا کام ختم ہو گیا' میں اسی گھڑی وطن سے رخصت ہو کر تمہارے ساتھ چل پڑوں گا۔"

یہ سن کر جولی نے اپنے جسم میں ایک کپکپاہٹ سی محسوس کی تھی لیکن پھر بھی اسے نیپال چھوڑ کر جانے کی بات سے جو صدمہ ہوا تھا۔ اس کا اظہار اس نے اپنے چہرے سے نہیں ہونے دیا تھا مگر پھر بھی وہ کہہ گئی تھی۔ "سورگباشی مہاراجہ کے باپ کا قرض ادا کرنے کے بعد بھی.....؟" بولتے بولتے وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں آگے کہا تھا۔ "تم اگر مجھ سے چلنے کے لیے کہو گے تو میں ایک منٹ کی تاخیر کے بغیر تمہارے آگے آگے چل پڑوں گی لیکن تم اپنے وطن کو چھوڑنے کی ضد میں خود پر عائد ذمہ داری سے بچنے کی کوشش تو مت کرو۔"

جواب دینے کی بجائے وجے ایک ٹک اسے دیکھتا رہا اور پھر کچھ کہے بغیر چپ چاپ مندر کے اندر داخل ہو گیا تھا اور اس کے بعد سے ہی پشپتی ناتھ کا مندر آزادی کے متوالوں کے لیے ہیڈ کوارٹر کا روپ اختیار کر گیا تھا۔

بدھ کی صبح سے ہی اخباروں کے خاص ضمیمے نکلنے شروع ہو گئے تھے اور دن بھر نشر کی جانے والی خبروں میں بھی عوامی حکومت کی داغ بیل پڑنے کی تفصیل سنائی جانے لگی تھی۔ آزادی کی ان خبروں میں وجے اور گوپی ناتھ کے نام سرفہرست تھے۔ اس لیے ملک کے کونے کونے سے لوگ وجے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے پشپتی ناتھ مندر کی جانب چلے آ رہے تھے۔ آزادی کی اس جدوجہد میں شریک ہونے والے سوا دو سو نوجوانوں نے بھی مندر کے باہر ہی پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ روس' امریکہ اور چین کی طرف سے آزادی کی جنگ لڑنے والے لیڈروں کو ایک نئی عوامی حکومت قائم کرنے کے لیے مدد کی پیشکشیں آنے لگی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

لیکن ملک میں ایک نئی جمہوری حکومت کی تشکیل کے لیے ملک میں پہلی بار عام

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

انتخابات کرانے تھے۔ اندرونی اور بیرونی مسائل کو مدنظر رکھنا تھا۔ پڑوسی ملکوں سے رابطہ قائم کرکے ان سے اس سلسلے میں مدد طلب کرنا تھی۔ اس کے علاوہ انتخابات کے لیے بھی بے شمار کام سر پر آئے تھے اور ان سب کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دینے والا کوئی لائق شخص نظر نہیں آرہا تھا۔ گوپی ناتھ' رگھوپتی' رانا اور شپرا وغیرہ سب سوچتے سوچتے تھک گئے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ یہ اتنے بڑے بڑے کام تو وہ کبھی کر ہی نہیں سکتے تھے۔ راجا شاہی حکومت کو ختم کرنے کی دھن میں وہ آئندہ اقدام کے بارے میں سوچنا ہی بھول گئے تھے۔ ملک کو کس طرح اس کی منزل کی طرف گامزن کرنا ہوگا' اس پر تو انہوں نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ اس وقت دنیا بھر کے ملکوں کی نگاہیں ان کی جانب اٹھی ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ نہیں سوجھ رہا تھا کہ وہ پہلا قدم کس طرف اٹھائیں؟

یکایک ان سب نے سوچتے سوچتے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' پھر ان کی نگاہیں ایک جانب خاموش بیٹھے ہوئے وجے کے چہرے پر جم گئیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں اور اب انہیں وجے کی اجازت کی ہی دیر ہے۔

"بس اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔" اچانک رگھوپتی باری باری سب کی طرف نظر دوڑاتا ہوا بولا تو دوسروں کے ساتھ ساتھ وجے نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا۔ "کس کا فیصلہ؟"

"یہی کہ اب اس دیش کا صدر کون ہوگا؟ اور....." رگھوپتی نے کہا لیکن وجے نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کی بات کہنے سے روک دیا اور خود ہی بولا۔ "لیکن یہ فیصلہ تو آزادی کی مشعل روشن کرتے وقت ہی ہو چکا ہے رگھوپتی۔" وجے اپنے تمام ساتھیوں پر نظر ڈالتا ہوا بولا اور گوپی ناتھ کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ چند لمحوں تک تو وہ گوپی ناتھ کو گھورتا رہا' پھر مسکراتا ہوا بولا۔ "راجا شاہی کے خلاف سب سے پہلے بغاوت کا علم بلند کرنے والا گوپی ناتھ ہی ہے اور ہم گوپی ناتھ کو ہی اس کرسی پر بٹھائیں گے۔"

"نہیں وجے۔" کافی دیر سے خاموش بیٹھے ہوئے گوپی ناتھ نے بڑے ہی مستحکم لہجے میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ "ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے حکومت کا بینک لوٹ کر اپنی جس مہم کا آغاز کیا تھا' وہ تو محض میری نفرت کا اظہار تھا۔ اسے آزادی کی جدوجہد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ راجا شاہی حکومت کے اصولوں کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ میرے سوا دو سو ساتھی بندوق اور بم لے کر تھوڑا خون بہا سکتے تھے۔ تھوڑی لاشیں گرا سکتے تھے اور تھوڑی سی دہشت پھیلا سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ راجا شاہی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک نہیں سکتے تھے۔ منگل کی رات کو ہم نے جو کر دکھایا ہے' اس کا سہرا بے شک ہم سب لوگوں کے سر جاتا ہے مگر کامیابی کا اصل سہرا تو تمہارے ہی سر جاتا ہے کیونکہ اگر تم ہمت نہ کرتے تو یہ کامیابی ہمیں اور نیپال کی عوام کو حاصل نہ ہوتی۔" گوپی ناتھ کی اس دلیل کے بعد گھنٹوں بحث ہوتی رہی۔ دلیلیں پیش کی جاتی رہیں۔ ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ وجے کسی طرح ان کی بات کو مان لے لیکن وجے کسی طرح بھی جھکنے پر تیار نہیں تھا۔

رگھوپتی نے جب یہ دیکھا کہ وجے جب کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو اسے غصہ آگیا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ "میرا تو خیال ہے کہ ہم سب کو ہی اپنا وطن چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔ پھر چاہے ہمارا پڑوسی ملک چین' بھارت یا سپر پاور امریکہ اور روس اس چھوٹے سے ملک کو گود لینے کی دوڑ دھوپ میں مصروف ہو جائیں۔ پھر چاہے اس دیش کے لوگ ہمیں بددعائیں ہی کیوں نہ دیتے رہیں کہ ان چند جذباتی نوجوانوں نے ہماری دیوتاؤں کی سرزمین کو غیروں کی گود میں دھکیل کر ہمیں پھر سے غلام بنا دیا۔" بولتے بولتے رگھوپتی کی آواز پھٹ رہی تھی۔ "میں پوچھتا ہوں کہ جب اس دیش کو آزادی کے راستے پر چلانے کی ہم میں صلاحیت ہی نہیں تھی تو کیا ضرورت تھی اسے راجا شاہی حکومت کے چنگل سے چھڑانے کی؟" اتنا کہہ کر رگھوپتی نے تھوڑی دیر رک کر سب کے چہروں کی طرف دیکھا۔ ہر کوئی چپ چاپ بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا۔ رگھوپتی کو لگا کہ اس کی بات کا ان لوگوں پر گہرا اثر ہونے لگا ہے' اس لیے وہ پھر بولا۔ "وجے کبھی کبھی قربانی دینے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ تم تو اپنی زندگی دیش کی بھلائی پر نثار کر دینے کے لیے تیار تھے تو پھر اب تھوڑے دن اپنے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

وطن کو دینے کے لیے کیوں تیار نہیں ہو؟"

رگھوپتی کی یہ دلیل اتنی زوردار تھی کہ وجے کی جھکی ہوئی گردن ایک جھٹکے سے اوپر اٹھ گئی اور اس بار وہ انکار نہ کر سکا۔ اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھ کر گوپی ناتھ اور اس کے سوا دو سو ساتھیوں نے بیک وقت جیسے پشپتی ناتھ کے ایسے زوردار نعرے لگانے شروع کر دیئے کہ آسمان گونج اٹھا اور اس طرح نیپال کے پہلے صدر کا انہوں نے استقبال کیا تھا۔

○

بیساکھ پنجمی کے تہوار کی صبح ہی صبح ہزاروں نیپالی باشندے اپنے مقدس مندر پشپتی ناتھ کے آس پاس جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ عورتیں' بچے' جوان اور بوڑھے اس طرح امنڈے چلے آرہے تھے جیسے کوئی دیوتا انہیں درشن دینے کے لیے مندر میں آگیا ہو۔

زرق برق کپڑوں میں ملبوس یہ سارے لوگ آج اپنے ملک میں ایک جمہوری حکومت کے قیام کی بنیاد رکھنے کے لئے آئے تھے۔ شہنائیاں' ڈھول اور بینڈ بج رہے تھے اور جئے پشپتی ناتھ کے فلک شگاف نعروں سے ماحول گونج رہا تھا۔

آج ایک برہمن ہندو بیٹا شاہی تخت پر بیٹھنے والا تھا۔ یہ بات چند روز قبل تک ایک ناقابل یقین اور ناممکن بات تھی مگر یہ ناممکن سی بات ممکن ہو چکی تھی اور لوگ یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔

یکایک پشپتی ناتھ مندر کا گھنٹا زور سے بج اٹھا اور آس پاس کھڑے ہوئے سارے لوگ سنبھل کر اس طرف دیکھنے لگے۔ مندر کے اندر وجے تقریباً آدھی رات سے ہی مہادیوی کی پوجا میں بیٹھا ہوا تھا۔ پجاری نے پوجا ختم کرنے کے بعد جب پرشاد کی تھالی اس کے سامنے رکھ دی تو وجے نے اپنے کانپتے ہاتھ سے تھوڑا سا پرشاد اپنے ہاتھ میں لے کر پہلے اسے اپنے ماتھے سے لگایا اور پھر اپنے منہ میں ڈال لیا۔ پھر بھگوان کو آخری پرنام کرنے کے بعد اس نے خود کو سنبھالا اور پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑانے لگا۔ "میں آج جس کرسی پر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بیٹھنے جا رہا ہوں' اس کرسی کی لالچ کبھی بھی میرے دل میں نہ پیدا کرنا بھگوان۔ مجھے ہمیشہ اس چمک دمک اور غرور و تکبر سے دور رکھنا۔ مجھ میں اتنی ہمت پیدا کرنا بھگوان کہ میں کسی تفریق' کسی لالچ کے بغیر اپنے دیش کی خدمت کر سکوں۔" بھگوان تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ میرے دل میں اس کرسی پر بیٹھنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ یہ بات تو اچھی طرح جانتا ہے لیکن اب مجھے اگر یہ ذمہ داری سنبھالنی ہی ہے تو تو ہر قدم پر میری رہنمائی کرنا۔ میں نے تیرے ہی آسرے پر اتنی بڑی ذمہ داری قبول کی ہے....." آخری الفاظ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد اپنے آنسو پونچھ کر وہ مندر سے باہر آگیا۔ مندر کے دروازے پر ہی اس کے سارے ساتھی اس کا استقبال کرنے کے لیے کھڑے تھے۔

گزشتہ رات تک اس نے کافی آناکانی کی تھی اور اپنے ساتھیوں کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔ "دیکھو ہم لوگوں کو یہ شاہی ٹھاٹ باٹ زیب نہیں دیتے۔ ہمیں سادگی اپنانا ہوگی۔ میں نے تم لوگوں کی بات مان کر یہ عہدہ قبول کر لیا ہے۔ کل صبح میں مندر سے نکل کر پیدل ہی شہر کا دورہ کروں گا۔"

لیکن رگھوپتی کی دلیل کے آگے ایک بار پھر اسے اپنا سر جھکا دینا پڑا تھا۔ رگھوپتی نے اس سے کہا تھا۔ "وجے ایک بار جس ہاتھی پر بیٹھ کر تم نے وطن چھوڑا تھا اور جس رعایا نے تمہیں نفرت سے دھتکار کر ملک سے باہر نکالا تھا' آج اسی ہاتھی پر سوار ہو کر تمہیں رعایا کا سلام قبول کرنا ہے۔ یہ تمہاری ہی نہیں بلکہ ہماری بھی عزت کا سوال ہے اور تمہیں ہماری یہ بات ماننی ہوگی۔"

"رگھوپتی عہدے کی یہ اونچائی بعض اوقات انسان کو انسانیت سے نیچے گرا کر انسان سے شیطان بنا دیتی ہے۔" وجے نے بڑے ہی گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔ "پہلے آدمی اونچائی پر پہنچنے کے لیے بہت کچھ کرتا ہے۔ پھر اسے اونچائی سے نیچے کے لوگ بہت چھوٹے اور حقیر دکھائی دینے لگتے ہیں مگر خیر میں تمہاری خواہش کو ٹھکرا کر کوئی بھی بدشگونی نہیں کروں گا مگر یاد رکھنا آئندہ تم میں سے کوئی بھی مجھے شان و شوکت دکھانے کے لیے زبردستی نہیں کرے گا۔ اگر ایسا کیا گیا تو پھر ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس وقت جس کرسی پر بیٹھنے کے لیے میں رضامند نہیں ہوں' اسی کرسی سے چمٹے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رہنے کے لیے میں انسان سے درندہ بننے سے بھی نہیں گھبراؤں گا۔" بڑے بوجھل دل سے وجے مندر سے نکل کر ہاتھی پر سوار ہوا تھا اور پھر ہزاروں لوگوں کے جلوس میں اس کی سواری دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگی۔

اپنے سوا دو سو مجاہد ساتھیوں کے قافلے میں رگھوپتی' گوپی ناتھ سب سے آگے تھے اور وجے کے ہاتھی کے دائیں بائیں جانب جولی اور شوبھا چل رہی تھیں۔ سواری آگے بڑھتی جاتی تھی اور جگہ جگہ سے لوگ اس میں شامل ہوتے جاتے تھے اور پھر دھیرے دھیرے یہ جلوس ڈیڑھ پونے دو میل جتنا لمبا ہو گیا۔ آس پاس کے مکانوں کی چھتوں' کھڑکیوں اور جھروکوں سے لوگ وجے پر پھولوں کی پتیاں برسا رہے تھے۔

لوگوں کی محبت اور عقیدت کی اس بارش نے وجے کی آنکھوں کو دھندلا دیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا جال سا تن گیا تھا۔ سواری اب اس کے گھر کے قریب سے گزر رہی تھی۔ جس کی چھت پر اس کے پتا جی کھڑے اپنے آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں سے اپنے بیٹے کی سواری کو دیکھ رہے تھے۔ وجے اپنے آس پاس کے ابھرتے ہوئے نعروں کے شور سے بے خبر ہو کر اپنے پتا جی کی بہتی ہوئی آنکھوں کو دیکھتا رہا..... پھر آدھے منٹ کے بعد اسے احساس ہوا کہ وقت کی طرح اس کی سواری بھی اس کے گھر کے سامنے رک گئی ہے۔

"وجے اپنے پتا جی کا آشیرواد نہیں لو گے؟" رگھوپتی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے نیچے اترنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ اس طرح ہاتھی کی پیٹھ پر سے کود پڑا جیسے اس کا دل اس کے بس میں نہ رہا ہو۔ پھر جب گھر کے اندر جانے کے لیے اس نے قدم اٹھائے تو اس کا جی چاہا کہ وہ دوڑ کر اندر چلا جائے مگر اسے اپنے جذبات کو اپنے قابو میں رکھنا پڑا۔

دروازے پر پہنچتے ہی اس کے قدم اس طرح دھرتی پر چپک گئے جیسے سوتلی ماں سے کیے ہوئے بن باس پر جانے کے وعدے نے اس کے پیروں میں زنجیر ڈال دی ہو۔ ایک لمحے کے لیے اس کا جی چاہا کہ وہ واپس لوٹ جائے مگر تب ہی اسے اپنی سوتیلی ماں کی آنکھوں میں آنسو دکھائی دے گئے اور پھر اندرانی کی ایک تھرتھراتی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرا گئی۔ "وجے تم نے جس ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے' آج اسی

ماں کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔ اس گھر میں آکر میں نے اس کی جگہ تو لے لی تھی لیکن تمہارے ساتھ ہمیشہ سوتیلی ماں جیسا سلوک ہی کرتی رہی تھی مگر آج' ابھی اسی وقت اور اسی لمحے تم صرف گھڑی بھر کے لیے مجھے اپنی سگی ماں سمجھ کر میرے سینے سے لگ جاؤ۔ ویسے تو میں مطلبی عورت کسی کی بھی سگی ماں بننے کے لائق نہیں ہوں۔"

سوتیلی ماں کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر وجے گھڑی بھر کے لیے کشمکش میں پڑ گیا لیکن پھر اپنی دونوں جانب کھڑی ہوئی جولی اور شوبھا کو دیکھ کر اس نے اپنے قدم بڑھا دیئے۔

سوتیلی ماں نے آرتی اتار کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر وجے نے آگے بڑھ کر اپنے سوتیلے بھائی کپیل کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا لیکن یہ تھوڑی سی تاخیر بھی اسے بری طرح کھٹک رہی تھی۔ اس کا دل تو دروازے سے نکل کر اپنے پتا جی تک پہنچ جانے کے لیے بے قرار تھا۔

"پتا جی۔" کہہ کر وہ آنگن میں داخل ہو گیا تو اسے راج پروہت جی اوپر سے نیچے اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب دونوں کے درمیان صرف پانچ سات قدموں کا فاصلہ رہ گیا تو یکایک وجے کے قدم رک گئے۔ اپنے سامنے اپنے پتا جی کی ہڈیوں کے ڈھانچے کو کھڑا دیکھ کر اس کا سینہ پھٹ گیا اور آنکھیں چھلک گئیں۔ "اچھا ہوا بیٹا کہ ابھی میرے جسم میں جان باقی ہے اور تم آگئے۔" پتا جی کے کانپتے ہوئے الفاظ نے وجے کو تڑپا دیا اور باقی کا فاصلہ وہ ایک چھلانگ میں ہی طے کر کے اپنے باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں نے اس کے باپ کے قدموں کو بھگو دیا۔

"اٹھ جاؤ بیٹے۔" باپ کے کانپتے ہوئے ہاتھوں نے بیٹے کے سر کو سہلایا۔ "ایک بار میں نے تمہیں بالوں سے پکڑ کر اس گھر سے باہر نکالا تھا مگر آج اپنے دل کو چیر کر تمہیں آشیرواد دیتا ہوں۔ بھگوان تمہیں شکتی دے اور تمہاری عمر دراز کرے۔" کہہ کر انہوں نے وجے کو اپنے سینے میں دبوچ لیا۔ باپ بیٹے کا یہ ملن دیکھ کر سب کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"راج پروہت جی۔" رگھوپتی کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ "آشیرواد آپ کو صرف اپنے بیٹے کو ہی نہیں دینا ہے بلکہ اپنی بہو کو بھی دینا ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے جولی کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کیا تو جولی نے ہندوؤں کی طرح ہاتھ جوڑ کر انہیں پرنام کیا۔ راج پروہت جی نے خوشی سے ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے جولی کی طرف دیکھا۔ پھر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر بولے۔ "بھگوان تمہیں ہمیشہ سکھی رکھے اور تم دونوں کا پیار سلامت رہے۔"

پر جیسے ہی جولی وجے کی سوتیلی ماں اندرانی کے پیر چھونے کے لیے جھکی ویسے ہی وجے نے ایک دھماکہ کرتے ہوئے کہا۔ "پتا جی میں روکھی کو واپس لانے کے لیے گیا تھا لیکن وہ تو ہم سے ہمیشہ کے لیے روٹھ کر بہت دور جا چکی ہے۔" بولتے بولتے اس نے اپنے درد کو دبانے کی کوشش کی' پھر آگے بولا۔ "لیکن پھر بھی میں خالی ہاتھ واپس نہیں آیا ہوں......یہ شوبھا ہے پتا جی......اور یہی اب ہماری روکھی ہے......میری بہن۔"

یہ سنتے ہی شوبھا چونک پڑی اور اس طرح دو قدم پیچھے ہٹ گئی جیسے اسے یقین ہی نہ آرہا ہو لیکن اسی وقت وجے نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی اور بولا۔ "یہ تو پہلا جھٹکا تھا شوبھا' ابھی تو دوسرا جھٹکا باقی ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے رگھوپتی کی طرف گردن گھمائی اور مسکرا کر بولا۔ "تھوڑے دنوں بعد ہمارے اس آنگن میں منڈپ سجے گا اور باجوں گاجوں کے شور میں رگھوپتی آکر تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

شوبھا اس طرح اچھل پڑی جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو۔ پھر جب رگھوپتی سے اس کی نظریں ملیں تو وہاں بھی اسے وجے کی بات کی تصدیق نظر آئی۔ تب اس کے ہونٹ تھرتھرائے۔ "لیکن رگھوپتی......آپ تو میرے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں ......پھر بھی؟"

"ایسی کوئی بات بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے شوبھا۔" رگھوپتی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "اگر روکھی مجھے مل جاتی تو وہ جس حال میں ہوتی اور جیسی بھی ہوتی تو اسے میں قبول کرتا یا نہیں؟ بس یہی سمجھ لو کہ میری جستجو کامیاب ہوئی ہے اور مجھے روکھی کے روپ میں تم مل گئی ہو۔"

پھر اس سے پہلے کہ شوبھا اور کچھ کہتی۔ آنگن کے دوسرے کونے سے ایک آواز سنائی دی۔ "بڑے بھائی ......تم آگئے؟" بولتے بولتے بوڑھا نوکر مان سنگھ اپنی جھکی ہوئی کمر پر ہاتھ رکھ کر وجے کے پاس آگیا۔ "میں تو سب سے پہلے یہی کہتا تھا کہ دیکھنا ایک روز بڑا بھائی ضرور اس گھر میں واپس آئے گا اور دیکھ لو آج تم آگئے نا......اب" اور باقی کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے کیونکہ وجے نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔

○

صبح کے ٹھیک سوا دس بجے راج محل کے سامنے والے وسیع و عریض میدان میں جئے پشپتی ناتھ کے زوردار نعروں کے درمیان وجے کمار ولد گوری شنکر آریہ نے نیپال کے پہلے جمہوری صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ تو اس وقت غیر ملکی مہمانوں کے درمیان ایک طرف "ٹائم بم" کے مصنف پرشورام کی بیوہ بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ بدھ کے روز صبح سویرے ہی رگھوپتی کے دو خاص آدمی پرشورام کی بیوہ کو اس کے الہ آباد والے گھر سے نکال لے گئے تھے اور پھر بذریعہ ہوائی جہاز وہ اسے کھٹمنڈو لے آئے تھے۔ اس وقت تک اس بیچاری کو معلوم نہیں تھا کہ حق گوئی پر جان دینے والے اس کے مصنف شوہر کی قربانی کے بدلے میں ایک غیر ملک یعنی نیپال کے اجنبی لوگ اس کی اتنی عزت افزائی کریں گے۔"

پرشورام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے سارا ماحول گونج اٹھا تھا اور ان نعروں اور تالیوں کے شور میں جب وہ اسٹیج پر آئی تھی تو وجے نے اس کی گردن میں پھولوں کے ہار ڈال کر اس کا استقبال کیا تھا اور ہزاروں لوگوں سے اس کا تعارف کرانے کے بعد کہا تھا۔ "ساوتری بہن' آپ کو بیوہ بنانے والے درندے کو تو دیوتا کی طرف سے اس کے گناہوں کی پوری پوری سزا مل چکی ہے لیکن آپ کے سر کے تاج کو کون واپس لا سکتا ہے؟ پرشورام آج اس دنیا میں زندہ نہیں ہیں لیکن ان کی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی۔ ہم ان کی ہمت' جرات اور حق گوئی کو سلام پیش کرتے ہیں۔" اتنا کہہ کر اس نے نوٹوں سے بھرا ہوا ایک بریف کیس پرشورام کی بیوہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ساوتری دیوی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تھا۔ "آدمی کی جان کی قیمت تو کوئی بھی نہیں دے سکتا لیکن اس کی لکھی ہوئی کتاب کے بدلے میں ہماری طرف سے اگر آپ یہ حقیر سی بھینٹ قبول کر لیں گی تو یہ آپ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا۔"

ساوتری دیوی نے شکریہ ادا کر کے اس حقیر سی بھینٹ کو قبول تو کر لیا تھا لیکن اس وقت وہ یہ کہاں جانتی تھی کہ اس بریف کیس میں ڈیڑھ لاکھ روپے ہوں گے۔

"راجا شاہی حکومت ہو یا کوئی عوامی حکومت ہو۔" مائیک کے سامنے کھڑے ہوئے وجے کی آواز گونجی تو ہزاروں لوگوں کی طرح ساوتری کے کان بھی کھڑے ہو گئے۔ وجے کہہ رہا تھا۔ "ہر دور میں شیطان اور درندے پیدا ہوتے ہی رہیں گے لیکن ان کو ختم کرنے کے لیے قدرت پرشورام اور گوپی ناتھ جیسے بہادر لوگوں کو بھی پیدا کرتی رہے گی اور اس لڑائی میں جیت ہمیشہ سچائی کی ہی ہوگی' انسانیت کی ہی ہوگی۔"

اور تالیوں کی گڑگڑاہٹ میں وجے کے آگے الفاظ سنائی نہیں دیئے.....

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ختم شد